مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

اُسوۂ صحابہؓ

حصۂ اوّل

جس میں صحابہؓ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے عقائد، عبادات، اخلاق، حسنِ معاشرت
اور طرزِ معاشرت وغیرہ کی تفصیل کرکے یہ دکھایا گیا ہے کہ اُن کی زندگی
عمل بالکتاب والسنہ کا کامل ترین نمونہ تھی،

از

مولانا عبدالسلام ندوی

باہتمام:- مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ مطبوع گردید،

طبع سوم ۱۳۷۰ھ
۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

اسوۂ صحابہ کا پہلا اڈیشن جب شائع ہوا تو وہ اگرچہ اس قدر مقبولِ عام ہوا کہ لوگون نے اس کی تنقید کی طرف بہت کم توجہ کی، تاہم بہ مقتضاے فطرت انسانی اس مین جابجا غلطیان تھین، اور وہ صرف کتابت ہی کی غلطیون تک محدود نہ تھین، بلکہ بعض مقامات پر خود مجھ سے نقل و ترجمہ و ادا ے معنی و مطالب مین متعدد غلطیان ہو گئی تھین، بعض لوگون نے ان کی طرف توجہ دلائی تو اسی وقت مین نے ارادہ کر لیا کہ جب اس کتاب کا دوسرا اڈیشن شائع ہو گا تو مین تمام و کمال دوبارہ اس کتاب پر نظر ثانی کرون گا، اور اس وقت ان تمام غلطیون کی اصلاح ہو جائے گی، چنانچہ امسال اس کتاب کے دوسرے اڈیشن کے طبع و اشاعت کی باری آئی، تو مین نے اس پر نظر ثانی کی، اور صرف عبارت و کتابت کی اصلاح تک اپنی کوشش کو محدود نہین رکھا، بلکہ ایک ایک روایت کی تطبیق کی اور اس کو اصل کتاب سے ملایا، اسیطرح تمام آیاتِ قرآنی کی تصحیح کی، اسی سلسلے مین اور بھی متعدد واقعات نظر سے گذرے، جن کا اضافہ کیا، اور بعض چیزین حذف کر دین، اگرچہ اس کوشش کے بعد بھی تبری نفس کا دعویٰ نہین، تاہم صحت کی کوشش بہت کچھ کی ہے، اور عبارت مین بہت کچھ تغیر کیا ہے، بعض روایتون کی تطبیق و تصحیح مین ہمارے عزیز رفیق مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی نے مجھکو مدد دی ہے، اس لیے مین ان کا شکریہ ادا کرتا ہون،

عبد السلام ندوی

فہرست مضامین

اسوۂ صحابہ جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

انسان کے فرائض مین سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح، اور نفوس بشری کی تہذیب و تکمیل کی جائے، علوم و فنون، تہذیب و تمدن صنعت و حرفت غرض وہ تمام چیزین جو ہمیشہ سے دنیا کا سرمایۂ ناز رہی ہین، آسمان کی ہزارون گردشون اور زمانہ کے ہزارون انقلابات کے بعد عالم وجود مین آئین، لیکن تہذیب نفوس انسانی کا فرض اس قدر ضروری تھا کہ دنیا کا پہلا انسان (آدم) دنیا مین آیا تو اُس کی ذمہ داریون سے گرانبار ہو کر آیا، حضرت آدمؑ کے بعد اس سلسلے کو زیادہ ترقی ہوئی اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے فضائل و مناقب کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی جہان پہنچ کر یہ سلسلہ ابدالآباد تک کے لیے کمل ہو گیا اور وحی الٰہی نے یہ مژدہ سنایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس برگزیدۂ اصفیا، اور عصارۂ انبیا، یعنے سرورکائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدس فرض کو کس وسعت اور کس جامعیت

کے ساتھ ادا کیا؟ اور نفوس بشریہ کو تہذیب اخلاق کے کس ذروۂ کمال تک پہنچایا؟ تو اس کا جواب ہم کو اسلام کے ان مقدس بزرگون کے فضائل اخلاق کی خاموش زبان سے دینا ہوگا، جو آپ کے اخلاق و اعمال کے مظہر اتم، آپ کی تعلیم و تربیت کی مثال بین، آپ کی ہدایت و ارشاد کے مخاطب اول، اور آپ کے فیض صحبت سے شب و روز بہرہ اندوز تھے،

اس مقدس جماعت کی نشو و نما بھی دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب و غریب مثال ہے، اول اول جب رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو عقائد و اعمال کے اصلاح کی دعوت دی تو ریگستان عرب کے ایک ذرہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا، لیکن صداقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنون مین آپ کے آگے پیچھے، داہنے بائین غرض ہر طرف ان بزرگون کی قطارین کھڑی کر دین جن کے وجود سے دعوت نوح، بعثت موسیٰ اور نبوت عیسیٰ کی تاریخ اکثر خالی ہے، ابتداءً ان بزرگون کا نام انگلیون پر گنا جا سکتا تھا، ہجرت کے زمانہ تک ان مین معتدبہ اضافہ ہوا، اور غزوۂ بدر کی صف مین تین سو تیرہ سرفروش تیغ بکف نظر آئے، فتح مکہ مین یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، اور حجۃ الوداع مین تیرہ ہزار صحابہ آپ کے جلو مین روانہ ہوئے، لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا تو یہ تعداد لاکھون سے متجاوز تھی؛

دریاے حق کے جزر و مد کا یہ کتنا عجیب و غریب منظر ہے، حضرت نوح علیہ السلام مدتون توحید کا غلغلہ بلند کرتے رہے، لیکن ان کے سایے کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار و اعوان کی جستجو مین من انصاری الی اللہ کا نعرہ لگایا لیکن چند حواریین کے سوا کسی نے ان کی حمایت نہ کی، لیکن رسول اللہ صلعم نے دنیا کو چھوڑا تو اس آفتاب عالمتاب کے نور سے ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ روشن تھا، لیکن دوسرے پیغمبرون پر آپ کو صرف یہی

فضیلت حاصل نہین ہو کہ آپ کے اصحاب کی تعداد اکثر پیغمبرون کے اصحاب سے زیادہ ہو، بلکہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہو کہ آپ کے نور ہدایت نے جن ذرون کو روشن کردیا تھا، وہ ابتک اسی آب وتاب کے ساتھ چمک رہے ہین اور گم گشتگان راہ انھین ستارون کی روشنی مین اصحابی کالنجوم، اپنی منزل مقصود کا پتہ لگارہے ہین، اگر ہم شناوران طوفان نوح کے حالات کا پتہ لگانا چاہین تو ناکامی کے سوا ہم کو کیا ملے گا؟ اگر ہم ستکشفان وادی تیہ کے اخلاق وعادات سے واقف ہونا چاہین تو خاک بیزی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ اگر ہم حواریین عیسیٰ کے سوانح تلاش کرین تو چند غیر مرئی نقوش کے سوا ہم کو تاریخ کے صفحون مین کیا نظر آئیگا، لیکن اصحاب محمد کے ایک ایک خط وخال کو ہم تاریخ کے مرقع مین دیکھ سکتے ہین اور اس مرقع کو مذہبی، علمی، سیاسی، اخلاقی غرض ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرسکتے ہین؛

تاریخ کے اسی خاص سلسلے کا نام سیر الصحابہ ہے اور علمائے اسلام کو اس سلسلہ کی تدوین وترتیب کا خیال اس بنا پر پیدا ہوا کہ روایات مین سب سے پہلے صحابہؓ کرام ہی کا نام آتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اول اول محدثین نے اس کی طرف توجہ کی اور صحابۂ کرام کے حالات مین سب سے پہلی کتاب امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہ تھا، اور جسکا کچھ حصہ علامہ ابو القاسم بغوی کبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ مین نقل کیا ہے[۱] اس کے بعد اس فن کو بہت زیادہ ترقی ہوئی اور بکثرت علما مثلاً ابو بکر بن ابو داؤد، عبدان، مطین، ابو علی بن السکن، ابو حفص بن شاہین، ابو منصور ماوردی، ابو حاتم بن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابین تصنیف کین لیکن ان مین سب سے زیادہ ابو عبد اللہ مندہ، ابو نعیم اور قاضی ابو عمر بن

---

[۱] مقدمہ اصابہ وکشف الظنون ۱۲۰

عبد البر کی کتابین مقبول ہوئین اور انھین کو تمام متاخرین نے اپنی کتابون کا ماخذ قرار دیا۔

یہ کتابین اگرچہ قدما کی کتابون سے زیادہ جامع تھین تاہم ان مین بھی بہت سے صحابہ کے حالات رہ گئے تھے، اس لیے متعدد علمار نے ان پر ذیل لکھے، چنانچہ ابو الموسیٰ المدینی نے عبداللہ بن مندہ کی کتاب پر اور ابو بکر بن فتحون اور ابو علی غسانی نے قاضی عبد البر کی تصنیف پر ذیل لکھا، اور اس مین بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا، لیکن یہ تمام کتابین ناپید ہین، صرف قاضی عبد البر کی کتاب استیعاب دو جلدون مین موجود ہے جسمین ساڑھے تین ہزار صحابہ کے حالات مذکور ہین اور ابن فتحون نے جو ذیل لکھا تھا اس مین قریب قریب اسی قدر نامون کا اور اضافہ کیا تھا۔[1]

ان سب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری (المتوفی ۶۳۰ھ) نے صحابہ کے حالات مین ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی جس کا نام اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے، اس کتاب مین سات ہزار پانچسو چون صحابہ کے حالات ہین اور اس کا ماخذ ابن مندہ، قاضی عبد البر، ابو نعیم اور ابو موسیٰ کی کتابین ہین جن مین صحابہ کے جس قدر حالات مذکور تھے، علامہ موصوف نے ان سب کو اپنی کتاب مین یکجا جمع کردیا، اور ذیل ابو علی غسانی وغیرہ کی مدد سے بہت سے نامون کا اضافہ کیا، اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کتابون سے مدد لی اور سب کی مختلف خصوصیات کو ایک جگہ جمع کردیا، لیکن اس کتاب مین بھی بہت سے ایسے لوگون کے نام آگئے تھے جو صحابی نہ تھے، اس لیے علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جسمین ان غلطیون کی اصلاح کی اور آٹھ ہزار صحابہ کے نامون کا اور اضافہ کیا،[2]

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے پانچ جلدون مین ایک نہایت

---

[1] مقدمۂ اصابہ و اسد الغابہ ۱۲ [2] مقدمہ تجرید اسمار الصحابہ، مقدمہ اسد الغابہ و مقدمۂ اصابہ

مفصل کتاب لکھی جس کا نام اصابہ فی تمیز الصحابہ رکھا اور اس میں ان تمام صحابہ کے علاوہ جو استیعاب، ذیل استیعاب اور اسد الغابہ میں مذکور ہیں اور بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا اور حافظ جلال الدین سیوطی نے عین الاصابہ کے نام سے اس کا ایک خلاصہ لکھا جو ناتمام رہا،[۱] لیکن با ایں ہمہ ضبط واستقصا، یہ کل سرمایہ اس دریا کا صرف ایک قطرہ ہے جو تین ریگستان عرب میں موجیں مار تا رہا، ابو زرعہ کا قول ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ سے سنا ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی،[۲]

بہرحال صحابہ کے حالات میں سر دست جو کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ صرف یہی استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور تجرید اسماء الصحابہ ہیں، لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں سے صحابہ کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں، مثلاً حافظ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں اُن تمام صحابہ کا ذکر کیا ہے جنھوں نے مصر میں قیام کیا ہے طبقات الحفاظ اور طبری میں بھی اکابر صحابہ کے حالات مذکور ہیں، اور طبقات ابن سعد کی متعدد جلدوں میں بھی صحابہ کے مفصل حالات ملتے ہیں،

لیکن اب تک بار بار مشک کے رگڑنے کی ضرورت باقی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان کتابوں کے ذریعہ سے صحابۂ کرام کے عام حالات معلوم ہو سکتے ہیں، لیکن اس زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگوں میں شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف مائل ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس دور تجدید و اصلاح میں ہندوستان کے مجدد اعظم مولانا شبلی مرحوم کو جب مسلمانوں کی ترقی و اصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انھوں نے

[۱] کشف الظنون ذکر اصابہ و عین الاصابہ [۲] مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ

اسی تریاقِ اکبر کو اس درد کا علاج قرار دیا، اور ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ صحابۂ کرام کے فضائل و مناقب اس ترتیب و جامعیت کے ساتھ لکھے جائیں کہ دنیا کے سامنے معاشرت و اخلاق اور عبادات و معاملات کا بہترین عملی مجموعہ آجائے، چنانچہ ایک بار مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نے اس مقدس کام کے لیے آمادگی ظاہر کی تو یہ دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور ان کو ایک خط میں لکھا :

> "واللہ میرے دل کی بات چھین لی، صحابہ کے حالات سے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے لیے نمونہ نہیں بن سکتی، لیکن ہر پہلو کو لیجیے، اور ان پہلوؤں کو صاف دکھلایئے جن سے آج کل کے مولوی قصداً چشم پوشی کرتے ہیں"
>
> مفصلۂ ذیل کتابیں اس کے لیے ضروری ہیں، استیعاب قاضی عبدالبر، اسدالغابہ، اصابہ، ابن کثیر شامی[1]"

سیرۃ نبوی کی تدوین و تالیف میں مصروف ہوئے تو یہ ضرورت اور بھی شدت کے ساتھ محسوس ہوئی، اور عملاً اس کام کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

> سیرت کی رقم بھی مستقل ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اس مد کی تصنیفات کا مستقل سلسلہ قائم رہتا، کانوں میں بھنک تو ڈال دیجیے، وسیع سلسلہ ہے مثلاً سیرالصحابہ، سیر ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ[2]
>
> لیکن ابھی خود سیرت بھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ع
>
> آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

تاہم کاروانِ رفتہ کا نقشِ قدم باقی تھا، یعنی مولانا مرحوم کے فرزندانِ روحانی باقی تھے،

---

[1] مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۲۴ [2] مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۶۹

اوران کے غیر مختتم اعمال صالحہ کی تکمیل کے لیے اپنی زندگیون کو وقف کرچکے تھے، اس لیے انھون نے سیرت نبوی کی تکمیل کے ساتھ سیر الصحابہ کی تدوین وتالیف کا کام بھی شروع کردیا اور الحمد للہ کہ توفیق ایزدی نے ان کو اس ارادہ مین کامیاب کیا، اور مولانائے مرحوم نے اس کتاب کا جو ذہنی خاکہ قایم کیا تھا اسی کے مطابق کتاب کی تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری ہوا اور تین شخصون نے اس مقدس کام مین شب و روز مصروف و سرگرم رہ کر

(۱) ایک شخص نے متعدد جلدون مین مہاجرین کے حالات لکھے جسمین عشرہ مبشرہ کے لیے ایک حصہ مخصوص کرلیا گیا، اور بقیہ حصے عام مہاجرین کے حالات مین لکھے گئے۔

(۲) ایک شخص نے انصار کے حالاتِ زندگی متعدد جلدون مین لکھے جسمین حلفاے انصار کے تذکرے بھی شامل ہین،

(۳) اسی سلسلہ مین صحابیات کے حالات بھی ایک مستقل جلد مین لکھے، جس مین مہاجرات اور انصاریات دونون کے حالات ہین،

(۴) سادہ حالاتِ زندگی کے علاوہ ایک جلد مین صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات معاملات، معاشرت، اخلاق وسیاست اور کارنامہاے زندگی کی تفصیل کی گئی، اور یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو اس وقت قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے،

انبیاء، صوفیہ اور پیشوایان مذہب کے متعلق جو مبالغہ آمیز اور موضوع روایتین پیدا ہوجاتی ہین، وہ قدرتی طور پر صحابۂ کرام کے متعلق بھی پیدا ہوئین، اور اس شدت کیساتھ اسلامی لٹریچر مین سرایت کرگئین کہ عام طور پر فضائل ومناقب کے لفظ سے اسی قسم کی روایتون کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے، لیکن اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس قسم

کی دور از کار روایات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہی، اور تمام واقعات اسماء الرجال اور تاریخ کی مستند کتابوں سے بہم پہنچائے گئے ہین، اور جہان تک ہو سکا ہی تاریخ و رجال کی کتابوں کے علاوہ صحاح ستہ بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مدد لی گئی ہی،

کتاب کی مقبولیت و عدم مقبولیت کا تمام تر دارومدار خدا کے فضل و کرم، قوم کے مذہبی احساس اور ذوقِ صحیح پر ہی لیکن کتاب کی ترتیب مین جو کد و کاوش کی گئی ہی، صحت کا جو التزام کیا گیا ہے، فضائلِ اخلاق کے جو عنوانات قایم کیے گئے ہین، صحابہ کرام کی زندگی کے ایک ایک خط و خال کو جس طرح نمایان کیا گیا ہی، اس کے لحاظ سے یہ دعوی بیجا نہ ہوگا کہ اس موضوع پر آجتک ایسی جامع کتاب اردو فارسی کیا عربی مین بھی نہین لکھی گئی لیکن اس کتاب کی تدوین و تالیف کا یہ مقصد نہین ہی کہ قوم سے صرف حسنِ قبول کا تمغہ حاصل کیا جائے، بلکہ اصلی مقصد یہ ہی کہ خداوند تعالی اس کتاب کی برکت سے قوم مین وہی اخلاقی، مذہبی اور علمی روح پیدا کر دے جو صحابہ کرام کے قالب مین موجود تھی، اس بنا پر اگر قوم نے اس حیثیت سے اس کتاب کا خیر مقدم کیا تو وہی اُن ناچیز کوششوں کا صلہ ہوگا، جو اس کتاب کی تدوین و ترتیب مین کی گئی ہین، السعی منی والاتمام من اللہ

عبد السلام ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ

مقدمہ

صحابی کی تعریف

عہدِ رسالت مین بہت سے بزرگون نے مدتون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کے ساتھ متعدد غزوات مین شرکت کی تھی بہت سے بزرگون نے آپ سے بکثرت احادیث کی روایتین کی تھین[2] بہت سے بزرگون نے مسلمان ہوکر سنِ بلوغ مین آپ کو دیکھا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کو قبلِ اسلام تو دیکھا تھا لیکن بعد اسلام ان کو یہ شرف حاصل نہین ہوا[3]، بہت سے لوگ گو عہد رسالت مین موجود تھے لیکن اُنکو آپ سے ملنے یا آپ کے دیکھنے کا موقع نہین ملا[4]، بہت سے لوگون نے آپ کی زندگی مین تو آپکو نہین دیکھا لیکن آپ کی وفات کے بعد ان کو آپ کا دیدار نصیب ہوا[5]، اوران کے علاوہ بہت سے بچے تھے جو آپکے مبارک عہد مین پیدا ہوئے، اور صحابۂ کرام نے حصول برکت کے لیے اُنکو آپ کی خدمت مین حاضر کیا، اور آپ نے ان کا نام رکھا اور ان کو دعا دی[6]، اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف الحیثیات

---

[1] مثلاً خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہؓ [2] مثلاً شرکائے حجۃ الوداع، [3] مثلاً ورقہ بن نوفل [4] مثلاً حضرت اویس قرنی اور احنف بن قیس [5] مثلاً ابن ابی ذویب الہذلی [6] مثلاً عبید اللہ بن الحارث بن نوفل، عبد اللہ بن ابی طلحۃ الانصاری اور محمد بن ابی بکر الصدیق جو آپ کی وفات سے تقریباً تین مہینے پیشتر حجۃ الوداع کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے،

بزرگون مین ۔۔۔ کون لوگ ہین جن پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا جا سکتا ہی؟ اور وہ صحابہ رسول اللہ صلعم کے مقدس خطاب سے یاد کئے جا سکتے ہین؟

(۱) محدثین کی ایک جماعت اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونیکے لیے یہ شرط لگائی ہو کہ اسکو ایک مدت تک رسول اللہ صلعم کیساتھ نشست و برخاست کا موقع ملا ہو، کیونکہ عرف عام مین جب یہ کہا جاتا ہی کہ فلان شخص فلان کا ساتھی یا رفیق ہی تو اس سے صرف یہی سمجھا جاتا ہو کہ اس نے ایک کافی زمانہ تک اس کی صحبت اٹھائی ہو، جو لوگ کسی شخص کو محض دور یا قریب سے دیکھ لیتے ہین اور ان کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، اور بات چیت کرنے کا موقع نہین ملتا، ان کو عام طور پر اس کا رفیق و ساتھی نہین کہا جاتا، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول ہو کہ باتفاق اہل لغت صحابی صحبت سے مشتق ہو، مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہین بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوسکتا ہی جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو، اس لیے کہا جاتا ہی کہ مین نے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی تک ایک شخص کی صحبت اٹھائی، اس لیے صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونون پر صحبت کا اطلاق ہوسکتا ہی لیکن اس کے ساتھ عرفاً صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس نے کسی کی طویل صحبت اٹھائی ہو، عرفاً اس شخص کو صحابی نہین کہہ سکتے جس نے کسی سے ایک گھنٹہ کی ملاقات کی ہو، یا اس کیساتھ چند قدم چلا ہو، یا اس سے کوئی حدیث سنی ہو[1]،

بلکہ حضرت سعید بن مسیب رض کے نزدیک صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دو ایک غزوات مین شرکت کا موقع ملا ہو اور کم از کم اس نے سال دو سال تک آپ کے ساتھ قیام کیا ہو،

(۲) بعض لوگون کے نزدیک صحابی صرف اس کو کہتے ہین جس نے رسول اللہ صلعم

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۲

احادیث کی روایت کی ہو،

(۳) بعض لوگون کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے صرف طویل صحبت کافی نہین ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے آپ کی صحبت بغرض حصول علم وعمل اختیار کی ہے، چنانچہ علامہ سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین :-

قال ابو الحسین فی المعتمد هو من طالت مجالسته له علی طریق التبع له والاخذ عنه اما من طالت مید و ن قصد الاتباع او لم تطل کالوافدین فلا۔[1]	ابو الحسین نے معتمد مین کہا ہو کہ صحابی وہ ہو جس نے بطریق اتباع آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو، اور آپ سے علم حاصل کیا ہو، جن لوگون نے اس کے بغیر آپ کی طویل صحبت اٹھائی یا اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا لیکن طویل صحبت نہین اٹھائی، مثلاً وفود مین آنے والے لوگ تو وہ صحابی نہین،

(۴) بعض لوگ ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت بلوغ اور حالت صحت عقل مین آپکو دیکھا ہو،

(۵) بعض لوگون کے نزدیک آپ کا دیکھنا بھی ضروری نہین، بلکہ ہر اس مسلمان کو صحابی کہہ سکتے ہین جو عہد رسالت مین موجود تھا، چنانچہ قاضی عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب مین اور ابن مندہ نے اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ مین اسی شرط کی بنا پر صحابہ کے ساتھ بہت سے ان لوگون کا تذکرہ بھی کیا ہو جو آپ کے عہد مین موجود تھے، مگر آپ کو دیکھا نہین تھا، لیکن در حقیقت یہ لوگ صحابی نہ تھے، بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگون کے حالات کا

---

[1] فتح المغیث ص ۳۷۱،

استقصار کر لیا جائے۔

(۶) محدثین کی ایک جماعت جس میں امام احمد، علی بن مدینی اور امام بخاری بھی شامل ہیں، صحابی کا خطاب صرف ان لوگوں کو دیتی ہے جنھوں نے رسول اللہ صلعم کو حالتِ اسلام میں دیکھا ہے، بلکہ آنکھوں سے دیکھنا بھی ضروری نہیں صرف آپ کی ملاقات کافی ہے، مثلاً حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اندھے تھے، اس لیے آپ کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تھے، لیکن با ایں ہمہ ان کا شمار صحابہ میں ہے، کیونکہ ان کو آپ کا شرفِ ملاقات حاصل تھا،

ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ لغت کے رُو سے ہر اس شخص کو صحابی کہہ سکتے ہیں جس نے زمانہ کی کسی ساعت میں ایک شخص کی صحبت اٹھائی ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک منٹ تک رسول اللہ صلعم کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو صرف دیکھا وہ صحابی ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے آپ کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو دیکھا وہ صحابی ہے[1]

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کے عہد مبارک میں پیدا ہو کر سنِ بلوغ کو نہیں پہونچے وہ صحابی نہیں ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں۔

ذکرا ولئک فی الصحابة انما	صحابہ میں ان بچوں کا ذکر بالکل لحاقی ہے
ھو علی سبیل الالحاق لغلبة الظن	کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ صلعم
علی انه صلی اللہ علیه وسلم راٰھم[2]	نے ان کو دیکھا ہوگا،

لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ لوگ بھی صحابہ کے گروہ میں داخل ہیں، چنانچہ مولانا عبدالحیٔ صاحب ظفر الامانی میں لکھتے ہیں

---

[1] اسد الغابہ جلد اصفحہ ۱۲ [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۵،

والراجح هو دخوله فيهم لهم حدالهم — مرجح یہ ہے کہ یہ لوگ بھی صحابہ مین داخل ہین

مرسل لکنه مرسل مقبول[۱] — البتہ انکی حدیث مرسل ہو لیکن وہ مرسل مقبول ہے

اسی طرح جن لوگون نے آپ کو بعد وفات دیکھا تھا، وہ بھی صحابہ کی جماعت مین داخل نہین، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ اصابہ مین لکھتے ہین'

والراجح عدم الدخول[۲] — قول راجح یہ ہے کہ یہ لوگ صحابی نہین ہیں،

جو مسلمان آپ کے زمانہ مین موجود تھے، لیکن ان کو آپ کا دیدار نصیب نہین ہوا وہ بھی صحابی نہین ہین' چنانچہ حضرت اویس قرنی اسی قسم کے بزرگ ہین'

جن لوگون نے اسلام لانے سے پہلے آپ کو دیکھا تھا، لیکن اسلام لانے کے بعد ان کو آپ کی زیارت نصیب نہین ہوئی وہ بھی صحابی نہیں ہین بلکہ انکا شمار کبار تابعین مین ہے[۳] اب ان اقوال کے مطابق صرف اُن لوگون کو صحابی کہا جاسکتا ہے،

(۱) جنھون نے ایک مدت تک آپ کا شرفِ صحبت حاصل کیا ہے،

(۲) یا کم از کم ایک غزوہ مین آپ کے ساتھ شرکت کی ہے،

(۳) یا آپ سے احادیث کی روایت کی ہے،

(۴) یا آپ کی صحبت حصولِ علم وعمل کے لیے اختیار کی ہے

(۵) یا مسلمان ہونے کے ساتھ آپ کو حالتِ بلوغ وحالتِ ثباتِ عقل مین دیکھا ہے یا آپ سے ملاقات کی ہے

(۶) یا حالتِ اسلام مین محض آپ کو دیکھا ہے' یا ملاقات کی ہے،

ان اقوال مین چھٹا یعنی آخری قول جمہور کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور عام مسلمانون

---

[۱] کتاب مذکور صفحہ ۲۰۷ [۲] مقدمہ اصابہ صفحہ ۹ [۳] ظفر الامانی صفحہ ۲۰۸

مین مقبول ہی کیونکہ یہ ان تمام صحابہ کو شامل ہی جن سے احادیث کی روایت کی جاسکتی ہی' اور ان کو اُسوۂ حسنہ بنایا جاسکتا ہی' اس کے بعد پہلا یعنی اصولیین کا قول قابل اعتبار ہی' کیونکہ اس سے اگرچہ بہت سے وہ صحابہ جنھون نے حضرت رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا' لیکن آپکی فیضِ صحبت سے کافی زمانہ تک متمتع نہین ہوئے تھے' صحابہؓ کی جماعت سے نکل جاتے ہین' تاہم اس کے ذریعہ سے صحابیت کا ایک بلند معیار قائم ہوتا ہی' اور تمام اکابر صحابہ اس مین شامل ہوجاتے ہین ان کے علاوہ اور تمام اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہین کیونکہ ان مین بعض اس قدر وسیع اور عام ہین کہ عہد رسالت کا ہر مسلمان صحابہ کی جماعت مین شامل ہوجاتا ہی' اور بعض اس قدر محدود ہین کہ بہت سے کبار صحابہ کے گروہ سے نکل جاتے ہین' اس کے علاوہ فضیلت کا دار و مدار صرف علم و عمل پر ہی' اصولیین نے صحابہ کی جماعت پر اخذ مسائل اور روایت حدیث کے لحاظ سے نظر ڈالی' اس لیے اُنھون نے صرف اس شخص کو صحابی قرار دیا جس نے مدت تک آنحضرت صلعم کا شرف صحبت حاصل کیا' لیکن جمہور کے نزدیک صحابیت کا معیار صرف ذات اقدس ہی' اس لیے وہ ہر اُس شخص کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت اسلام مین آپ کو دیکھا ہی' یا آپ سے ملاقات کی ہے'[1]

[1] مقدمہ اسد الغابہ جلد اول ص ۳

صحابہ کی تعداد | صحابہؓ کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اُن سے صحابہ کی تعداد کا صحیح پتہ لگانا سخت مشکل ہی' اور اس کو خود ان کتابون کے مصنفین تسلیم کرتے ہین' چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ مین لکھتے ہین :-

ولو حفظوا ذلك الزمان	اگر خود صحابہ اپنے زمانہ مین صحابہ کے نام
لكانوا اضعاف من ذكره	محفوظ رکھتے تو ان کی تعداد اس سے کئی
العلماء[2]	گنا زیادہ ہوتی جسکو علما نے بیان کیا ہی

[2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳

البتہ احادیث کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہی کہ ہجرت کے بعد صحابہ کی تعداد مین روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور آپ کی وفات تک صحابہ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہو گئی، چنانچہ صحیح بخاری مین ہی کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلعم نے حکم دیا،

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس، — جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہین مجھے ان کا نام لکھ کر دو،

اور جب اس حکم کی تعمیل کی گئی تو پندرہ سو مسلمانون کی فہرست مرتب ہوئی،[1] لیکن اس حدیث مین یہ تصریح نہین ہی کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا، اس لیے محدثین نے مختلف رائین قائم کی ہین، حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہی کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہ جنگ اُحد کے لیے جا رہے تھے، ابن تین کے نزدیک یہ حکم غزوۂ خندق مین دیا گیا تھا، داؤدی کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہی، اس کے بعد اس تعداد مین اور اضافہ ہوا، چنانچہ فتح مکہ مین دس ہزار صحابہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک جنگ ہوئے،[2] اور فتح مکہ کے بعد جب تمام عرب مسلمان ہو گیا، تو یہ تعداد اچھی خاصی مضاعف ہو گئی، غزوۂ حنین مین خادمون اور عورتون کے علاوہ بارہ ہزار[3] اور غزوۂ تبوک مین ۳۰ ہزار مجاہد آپ کے ساتھ تھے،[4] حجۃ الوداع مین جس کے ایک سال بعد آپ کا وصال ہوا، ۴۰ ہزار صحابہ شریک تھے،[5] غرض سنہ ۱۰ھ تک مکہ اور طائف مین کوئی شخص ایسا نہین رہ گیا تھا جو مسلمان ہو کر حجۃ الوداع مین شریک نہ ہوا ہو،[6] شرکاے حجۃ الوداع مین چار ہزار صحابہ کی مزید تعداد بھی شامل ہی،[7] امام شافعی کی روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا، تو ساٹھ ہزار مسلمان موجود تھے، جن مین تیس ہزار خاص مدینہ مین اور تیس ہزار دیگر

[1] بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام الناس [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان [3] اسد الغابہ ص ۱۲۰

[4] طبقات ابن سعد ذکر غزوۂ تبوک [5] مقدمہ ابن صلاح باب ۳۹ ص ۱۵۱ [6] مقدمہ اصابہ ص ۹ [7] ایضاً ص ۱۲۷

سے باہر اور مقامات میں تھے، ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جنمیں مرد اور عورت دونوں شامل تھے، اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی[۱] ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہؓ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی[۲] بہرحال اکابر صحابہؓ کے نام ان کی تعداد، اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہ کے زمانہ میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں[۳] اس کے علاوہ اکثر صحابہؓ صحرا نشین بدوی تھے، اس لیے ایسی حالت میں انکا گمنام رہنا ضرور تھا[۴]،

صحابہ کی شناخت جن بزرگوں کی نسبت صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی صحت کی دلیلیں اور علامتیں یہ ہیں کہ

(۱) ان کا صحابی ہونا بطریق تواتر ثابت ہو، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اکابر صحابہؓ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے،

(۲) اُن کے صحابی ہونے کا ثبوت اگر تواتر کے درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم بطریق روایت مشہور ان کا صحابی ہونا ثابت ہو، حضرت عکاشہ بن محصنؓ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ وغیرہ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے،

(۳) جن صحابہ کا صحابی ہونا یقینی طور پر ثابت ہے، ان کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت

---

[۱] تجرید جلد اصفحہ ۳ [۲] مقدمہ اصابہ ص ۳ [۳] ایضاً، [۴] مقدمہ اسد الغابہ ص ۳، [۵] مقدمہ اصابہ ص ۴،

ہو سکتا ہے مثلاً ایک صحابی کا یہ کہنا کہ مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین فلان شخص کے ساتھ حاضر ہوا، یا آپ نے میرے سامنے فلان شخص سے گفتگو کی، اس شخص کے صحابی ہونے کی دلیل ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو،

(۴)، اسی طرح ثقاتِ تابعین کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت ہو سکتا ہے،

(۵) چونکہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عہد خلافت مین صرف صحابہ ہی امیر العسکر بنائے جاتے تھے، اس لیے اگر غزوات و فتوحات مین کسی کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ امیر بنایا گیا، تو اس سے بھی صحابیت ثابت ہو جائے گی،

(۶)، روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہؓ کے گھرون مین جب بچے پیدا ہوتے تھے تو وہ تبریک و تحنیک کی غرض سے ان کو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر کرتے تھے، اس لیے جن بچون کی نسبت روایات سے یہ ثابت ہو جائے، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائیگا،

(۷) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ اور طائف کے تمام لوگ مسلمان ہو کر حجۃ الوداع مین شریک ہوئے تھے، اس لیے جن لوگون کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اسوقت موجود تھے، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائے گا،

(۸)، لیکن اگر کوئی شخص بذات خود صحابی ہونے کا مدعی ہو اور اس کے دعوی کی صحت کے لیے متذکرہ بالا دلیلون مین سے کوئی دلیل موجود نہو، تو اس کی نسبت محدثین کی مختلف رائین ہیں

(۱) بعض محدثین کا خیال ہے کہ چونکہ وہ خود اپنے لیے ایک شرف کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کا دعوی مقبول نہ ہوگا،

(۲) بعضون کے نزدیک اگر وہ نہایت مختصر اور محدود صحبت کا مدعی ہو تو اس کا دعوی قبول کر لیا جائیگا، کیونکہ بہت سی گھڑیان ایسی ہوتی تھین جنمین رسول اللہ صلعم تنہا رہتے تھے،

اس لیے اگر اس حالت میں کسی نے آپ سے ملاقات کی ہو، یا آپ کو دیکھا ہو تو اس کا ثبوت کسی دوسرے صحابی کی شہادت سے بہ مشکل ہو سکتا ہے،

(۳) لیکن اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مدتوں آپ کی صحبت اُٹھائی ہے، اور مدتوں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا ہے، تو اس کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا، کیونکہ ایسے شخص کو عام طور پر لوگ آپ کے پاس دیکھتے رہے ہونگے، اس لیے جب تک اسکی صحابیت نقلِ صحیح اور اور روایتِ عامہ سے ثابت نہ ہو جائے، اس کا دعویٰ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۴) لیکن محدث ابن عبدالبر نے اس معاملہ میں بہت زیادہ فیاضی کی ہے، اور دو شرطوں کے ساتھ اس قسم کے اشخاص کے دعووں کو مطلقاً مقبول قرار دیا ہے، ایک یہ کہ اس دعویٰ سے پہلے اس شخص کا عادل، ثقہ اور مقبول الروایۃ ہونا ثابت ہو، دوسرے یہ کہ خارجی قرائن اس کے دعویٰ کی تکذیب نہ کرتے ہوں، مثلاً ہجرت کی ایک صدی گذرنے کے بعد اگر کوئی شخص دوسری صدی کے دسویں سال صحابی ہونے کا مدعی ہو تو اسکا دعویٰ مردود قرار دیا جائیگا، کیونکہ روایات سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے ختم ہونے تک صحابہ کا دور گذر جائیگا اور اسکے بعد کوئی صحابی باقی نہ رہیگا، چھٹی صدی ہجری میں ایک شخص رتن ہندی گذرا ہے جس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن محدثین نے اسکو دجال اور کذاب قرار دیا۔

صحابہؓ کی عدالت اگرچہ اصول کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول" یعنی تمام صحابہ عادل ہیں لیکن شافعیہ میں ابو الحسین بن القطان نے اس عموم سے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ میں چند بزرگ ایسے بھی گذرے ہیں جن سے کچھ لغزشیں سرزد ہوئی ہیں، مثلاً ولید صحابی تھے لیکن انھوں نے شراب پی ہے، حاطب بن ابی بلتعہؓ صحابی تھے لیکن انھوں نے رسول اللہ صلعم کے منشا کے خلاف کفار مکہ کو خط لکھا ہے، ایک خیال یہ ہے کہ خانہ جنگی کے زمانے سے پہلے گو تمام صحابہ عادل تھے، لیکن جب خود صحابہ میں خانہ جنگی پھیل گئی، اور صفین و جمل کے معرکے گرم ہوئے، تو ان لوگوں کی عدالت

قابلِ بحث وتحقیق ہو گئی، معتزلہ کے نزدیک جن لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی وہ عادل نہیں رہے، لیکن جو لوگ حضرت معاویہؓ کے طرفدار ہیں وہ اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں[1]، محدث مازری نے عدالت کو صرف ان صحابہ کے لیے مخصوص کیا ہے، جو شب و روز رسول اللہ صلعم کی صحبت اور آپ کی اعانت میں مصروف رہتے تھے، اس لیے ان کے نزدیک ہر صحابی عادل نہیں ہے، چنانچہ ان کا قول ہے کہ

لسنا نعنی بقولنا "الصحابۃ عدول" کل من رأی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما ما او زارہ لماما او اجتمع بہ لغرض وانصرف عن کثب وانما نعنی بہ الذین لازموہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون[2]،

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ عدول ہیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ شخص جس نے آپ کو کسی دن دیکھ لیا یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کر لی یا کسی غرض سے آپ کی ملاقات کر کے تھوڑی دیر کے بعد واپس گیا عادل ہے، بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے، آپ کی تائید و اعانت کی، اور اس نور کا اتباع کیا جو آپ کے ساتھ اتارا گیا، یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں،

لیکن عام محدثین کے نزدیک ان آیات کی بنا پر جو قرآن مجید میں عموماً تمام صحابہ کے فضائل میں نازل ہوئی ہیں، یہ خصوصیت تمام صحابہ میں پائی جاتی ہے اور ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے، اس میں صحابہ کا ہر فرد داخل ہے، اور جو لوگ اس اصول کی ہمہ گیری کے مخالف ہیں، انھوں نے عدالت کے مفہوم پر غور نہیں کیا ہے، عدالت ایک مشترک لفظ ہے جس کے مختلف معنی ہیں، مثلاً

---

[1] فتح المغیث صفحہ ۳۷۷، [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۱۱،

(۱) کبھی عدالت کو جور وظلم کے مقابل مین بولا جاتا ہی اور اس وقت یہ لفظ انصاف کا مرادف ہوجاتا ہی،

(۲) کبھی فسق وفجور کے مقابل مین استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقوی کا ہم معنی ہوتا ہے،

(۳) کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف صرف انبیا، اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے،

(۴) کبھی یہ لفظ گناہون سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہی اور نتائج کے لحاظ سے گرچہ اس مین اور عصمت مین کوئی فرق نہین تاہم عصمت ایک ملکۂ فطری و وہبی ہی اور گناہون سے محفوظ رہنا ایک ملکۂ کسبی ہے، اسی بنا پر انبیا کو معصوم اور اولیا کو محفوظ کہا جاتا ہے،

(۵) کبھی عدالت کے معنی روایتِ حدیث مین جھوٹ سے بچنے کے ہوتے ہین اور اس معنی مین عادل اس شخص کو کہتے ہین جو روایتِ حدیث مین دروغ بیانی نہ کرتا ہو،

لیکن کسی محدث کا دعوی نہین ہی کہ صحابہ کوئی کام انصاف کے خلاف نہین کرسکتے، ان سے کوئی فعل تقوی وطہارت کے خلاف صادر نہین ہوسکتا، وہ انبیا کی طرح معصوم ہین یا وہ تمام گناہون سے محفوظ ہین، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے مین دروغ بیانی سے کام نہین لیتا، چنانچہ ابن الانباری کا قول ہے کہ

لیس المراد بعدالتهم ثبوت	ابن انباری کا قول ہی کہ صحابہ کی عدالت سے
العصمة لهم واستحالة	یہ مراد نہین کہ صحابہ بالکل معصوم ہین اور ان سے
المعصية منهم وانما المراد	گناہون کا سرزد ہونا محال ہی بلکہ یہ مراد ہی
قبول روایاتهم من غیر	کہ ان کی روایتون کو اسباب عدالت وثقاہت کی

تکلف البحث عن اسباب العدالۃ
وطلب التزکیۃ الا ان یثبت
ارتکاب قادح لم یثبت ذلك

چھان بین کے بغیر قبول کرلینا چاہیے بجز
اس صورت کے جب وہ ایسے امر کا ارتکاب کریں جو روایت
مین قادح ہو اور یہ ثابت نہیں ہی،

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی لکھتے ہین،

"اہل سنت کا یہ مقررہ عقیدہ ہو کہ صحابہ کل کے کل عادل ہین، یہ لفظ بار بار بولا گیا ہی اور میرے الد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہیں ہین بلکہ صرف عدالت فی روایۃ الحدیث مراد ہی، اسکے سوا اور کچھ مراد نہیں ہی، اور اس عدالت کی حقیقت روایات مین جھوٹ سے بچنا ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہ کی سیرت کو خوب ٹٹولا، یہان تک کہ ان لوگون کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا جو خانہ جنگیون، فتنون، اور لڑائی جھگڑون مین شریک ہوئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے متعلق دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے ہین، اور اس سے شدت کے ساتھ احتراز کرتے ہین[۱]"

صحابہ کے طبقے مختلف حیثیتون کے لحاظ سے صحابہ رض کے مختلف طبقے ہین، چنانچہ قلت و کثرتِ روایت کے لحاظ سے ان کے مختلف طبقات قائم کیے گئے ہین، لیکن فضائل و مناقب کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق،

خلفاے راشدین رض تمام صحابہ سے افضل ہین، اور خلفاء مین بھی بہ ترتیبِ خلافت، مدارجِ فضیلت قائم ہوئے ہین، خلفاء کے بعد،

ازواج مطہرات رض افضل ہین اور ان دونون کے بعد فضیلت کی ترتیب یہ ہی،

مہاجرین اولین لیکن ان مین باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین دیجا سکتی،

---

[۱] ظفر الامانی صفحہ ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳؛

اہلِ عقبہ مہاجرین اولین کے بعد اہلِ عقبہ تمام صحابہ سے افضل ہیں،

اہلِ بدر اہلِ عقبہ کے بعد شرکائے بدر کا درجہ ہے،

اہلِ مشاہد اس کے بعد درجہ بدرجہ اہلِ مشاہد کو فضیلت حاصل ہے یعنی جو غزوہ پہلے ہوا ہے اس کے شرکاء ان صحابہ سے افضل ہیں جو اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے خداوند تعالےٰ خود فرماتا ہے :-

لا یستوی منکم من انفق	تم (مسلمانوں) میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ)
من قبل الفتح وقاتل اولٰئک	سے پہلے (راہِ خدا میں مال) خرچ کئے اور
اعظم درجۃً من الذین	(دشمنوں سے) لڑے وہ درجہ میں ان (مسلمانوں)
انفقوا من بعد وقاتلوا	سے بڑھکر ہیں جنہوں (فتح مکہ) کے پیچھے (مال)
وکلا وعد اللہ الحسنیٰ	خرچ کیے اور لڑے اور دونوں سے حسن سلوک کا
(حدید - ۱)	وعدہ (تو) اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے،

صحابہ کا زمانہ صحابۂ کرام کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہو کر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلعم کی وہ معجزانہ پیشینگوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ میں کیگئی ہے

فان راس مائۃ سنۃ لا یبقی	جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہیں ان میں
ممن ھو الیوم علیٰ ظھر الارض احد	سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا،

لیکن ان مبہم الفاظ سے صحابۂ کرام کو دھوکا ہوا، اور وہ یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد قیامت آکر تمام دنیا ہی کا خاتمہ کر دیگی، حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس پیشینگوئی کے وقت جو لوگ موجود ہیں ان میں سے سب فنا ہو جائیں گے[1] اور نسل انسانی کا یہ مخصوص دور ختم ہو جائیگا،

---

[1] بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء،

اور جہان تک عہد صحابہ کا تعلق ہے واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہین، چنانچہ مدینہ کے صحابہ مین حضرت سہل بن سعدؓ آخری صحابی ہین جنھون نے باختلاف روایت ۸۸ھ مین ۹۶ سال یا ۹۱ھ مین سو سال کی عمر مین وفات پائی، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مین مرجاؤن تو رسول اللہ صلعم سے روایت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ملے گا"[1]

بصرہ کے صحابہ مین حضرت انسؓ بن مالک آخری صحابی تھے جنھون نے باختلاف روایت سنہ ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ مین زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ سال کی عمر مین وفات پائی[2]، خود ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہے یا نہین؟ تو بولے کہ "دیہات کے چند بدو البتہ باقی رہ گئے ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کی زیارت کی ہے لیکن اب کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو"[3]

لیکن ان سب مین حضرت ابوالطفیلؓ عامر بن واثلہ سب سے آخری صحابی تھے جنھون نے سنہ ۱۱۰ھ مین مکہ مین وفات پائی، وہ خود کہا کرتے تھے کہ آج میرے سوا روے زمین پر کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہو[4]۔

بہرحال حدیث صحیح اور عام روایات کی رو سے پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ صحابہ کرام کا دور مبارک ختم ہوگیا، اور اب صرف ان کے اعمال صالحہ باقی رہ گئے ہین اور اس کتاب مین ہم انھین اعمال صالحہ کی تفصیل کرتے ہین؛

---

[1] استیعاب تذکرہ سہل بن سعدؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت انس بن مالکؓ [3] مقدمہ ابن صلاح، باب ۳۹ صفحہ ۱۷۸، [4] استیعاب تذکرہ حضرت ابوالطفیلؓ

قبولِ اسلام

لطافتِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہین اور انھین کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کرسکتا ہے، پھولون کی پنکھڑیان نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہلجاتی ہین لیکن تناور درختون کو بادِ صرصر کے جھونکے بھی نہین ہلا سکتے، شعاعِ نگاہ آئینہ کے اندر سے گذر جاتی ہے لیکن پہاڑون مین فولادی تیر بھی نفوذ نہین کرسکتے، بعینہ یہی حال انسان کا بھی ہے، ایک لطیف الطبع، رقیق القلب، اثر پذیر آدمی ہر دعوتِ حق کو آسانی سے قبول کرلیتا ہے لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگون پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر نہین کرتے، اس فرقِ مراتب کی جزئی مثالین ہر جگہ مل سکتی ہین لیکن اشاعتِ اسلام کی تاریخ تمامتر اسی قسم کی مثالون سے لبریز ہے، کفار مین ہم کو بہت سے اشقیا کا نام معلوم ہے جنھون نے ہزارون کوششون کے بعد بھی خداے ذوالجلال کے آگے سر نہین جھکایا، لیکن صحابہ کرام نے قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ صلعم کے اخلاق و عادات، آپ کے مواعظ و نصائح، شکل و شباہت، دعاۃ اسلام کی تعلیم، ہدایت و ارشاد اور معجزات و آیات غرض ہر موثر چیز کے اثر کو قبول کیا، اور بطوع و رضا اسلام کے حلقہ مین داخل ہوئے،

قرآن مجید کا اثر

حضرت عمرؓ خود آنحضرت صلعم کا (نعوذ باللہ)، کام تمام کرنے کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی چند آیتین سنین تو ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز ہوگیا[1]، حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید کے معجزانہ اثر کا ذکر سنا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت عمرؓ،

اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے[۱]،

حضرت عثمان بن مظعون نے جب یہ آیت سُنی،

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان	خدا عدل، احسان، اور قرابتداروں کیساتھ
وایتاء ذی القربیٰ وینہیٰ عن	سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری برائی
الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم	اور ظلم سے روکتا ہے وہ اس لیے یہ نصیحتیں
تذکرون، (نحل - ۱۳)	کرتا ہے کہ شاید تم اسکو قبول کرو،

تو ان کے دل پر جو اثر ہوا اس کو وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

فذالک حین استقر الایمان	یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے دل میں
فی قلبی واحببت محمدا[۲]	جاگزین ہوا اور میں محمد صلعم سے محبت کرنے لگا،

حضرت جبیر بن مطعم نے جب یہ آیتیں سنیں:-

ام خلقوا من غیر شیئ	کیا یہ لوگ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ لوگ خود
ام ہم الخالقون ام خلقوا	پیدا کرنے والے ہیں کیا آسمان و زمین کو انہی
السموات والارض بل لا	لوگوں نے پیدا کیا ہے ؟ سچ تو یہ ہے کہ انکے دل
یوقنون ام عندہم خزائن	میں ایمان نہیں ولے پیغمبر کیا انکے پاس تیرے
ربک ام ہم المصیطرون،	پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں،

تو وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا[۳]، حضرت طفیل بن عمرو الدوسی نے رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو بے اختیار ہو کر مسلمان ہو گئے[۴]، طائف کے سفر میں حضرت

---

۱ صحیح مسلم فضائل ابوذر ۲ مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۳۱۸ ۳ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ طور۔
۴ استیعاب، طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی،

خالد العدوانیؓ نے آپ کی زبان سے یہ آیت سنی:-

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، آسمان کی قسم اور رات میں آنیوالے کی قسم،

تو اسی وقت پوری سورہ کو یاد کرلیا، اور بالآخر مسلمان ہوگئے،[1]

اشخاص سے الگ صحابہ کی جماعت کی جماعت قرآن مجید کے اثر سے متاثر ہوئی، اور اسلام لائی، مثلاً حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابو سلمہؓ، حضرت ارقم بن ابی ارقم اور حضرت عثمان بن مظعونؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دعوتِ اسلام دی، اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہوگئے،[2]

قرآن مجید نے ایرانیوں کے مقابل میں رومیوں کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا،[3]

اخلاق نبوی کا اثر

ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے بہت سی بکریاں مانگیں، آپ نے اس کا سوال پورا کیا، اس پر اس فیاضی کا یہ اثر پڑا کہ اپنے قبیلہ میں آکر کہا کہ لوگو مسلمان ہوجاؤ کیونکہ محمد صلعم اسقدر دیتے ہیں کہ ان کو اپنے تنگدست ہوجانے کا بھی خوف نہیں ہوتا،[4]

ایک یہودی عالم نے جب آپ کو تقاضائے قرض میں اسقدر تنگ پکڑا کہ ظہر کی نماز سے لیکر فجر تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا تو صحابۂ کرام نے اس کو سخت دھمکیاں دیں، لیکن آپ نے فرمایا خدا نے مجھے کسی ذمی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، دن چڑھا تو وہ اسلام لایا، اور کہا کہ میرا نصف مال خدا کی راہ میں صدقہ ہے، اس سخت گیری سے میرا صرف یہ مقصد تھا کہ توراۃ میں آپکے جو اوصاف مذکور ہیں انکا تجربہ کروں،[5] ثمامہ ابن آثال گرفتار ہوکر آئے تھے لیکن جب آپ نے

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۳۵، [2] اسد الغابہ تذکرہ ابو سلمہ بن عبد الاسد، [3] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ روم [4] مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ صلعم شیا قط فقال لا و کثرت عطائہ [5] مشکوٰۃ کتاب الفتن فی اخلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم،

ان کو بلا شرط و بلا معاوضہ رہا کر دیا، تو انھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور ان کا دل اسلام، داعی اسلام اور مدینۃ الاسلام کی محبت سے معمور ہو گیا۔[1]

مواعظ نبوی کا اثر ایک بار حضرت ضماد[2] مکہ میں آئے تو کفار سے سنا کہ رسول اللہ صلعم کو جنون ہو گیا ہے۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ "میں جنون کا علاج کرتا ہوں" آپ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس کا اثر ان پر یہ پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔[2] حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپ کے رضاعی باپ جب مکہ میں تشریف لائے تو قریش نے کہا کہ کچھ سنا ہے تمھارا بیٹا کہتا ہے کہ لوگوں کو مر کر جینا ہوگا"۔ انھوں نے آپ سے کہا بیٹا یہ کیا کہتے ہو؟" آپ نے فرمایا "اگر وہ دن آیا تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا" وہ فوراً مسلمان ہو گئے، اور ان پر عمر بھر یہ اثر رہا، کہا کرتے تھے کہ "میرا بیٹا ہاتھ پکڑیگا تو جنت میں پہنچا کر ہی چھوڑیگا"۔[3]

شمائل نبوی کا اثر بعض صحابہ نے صرف آپ کی شکل و صورت ہی دیکھ کر آپ کی نبوت کا اعتراف کر لیا۔ حضرت ابو رافع آپ کی خدمت میں قریش کی طرف سے قاصد بن کر آئے لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی شیدائے اسلام ہو گئے، اور بالآخر علانیہ اسلام قبول کر لیا۔[4] حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کو آپ کا چہرہ دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ

وجہہ لیس بوجہ کذاب[5] — جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہیں ہو سکتا،

دعاۃ اسلام کا اثر صحابہ میں بکثرت دعاۃ اسلام کے اخلاقی اثر سے اسلام لائے متعدد صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے اثر سے اسلام قبول کیا، یمن کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد و ہدایت سے اسلام لائے، حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا، قبیلہ ہمدان حضرت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب ربط الاسیر، [2] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوۃ والخطبہ، [3] اصابہ تذکرہ حضرت حارث بن عبد العزیٰ، [4] ابوداؤد کتاب الجہاد باب یستجن بالامام فی العہود [5] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۹،

عامر بن شہر کے اثر سے اسلام لایا، حضرت ابوذر غفاریؓ کا آدھا قبیلہ ان کے اثر سے مسلمان ہوا، غرض احادیث و سیر میں اس قسم کے بکثرت واقعات مذکور ہیں، اور اشاعت اسلام کے عنوان میں ان کی تفصیل آئے گی،

معجزات کا اثر ایک سفر میں صحابہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپ نے دو آدمیوں کو پانی کی تلاش میں بھیجا، یہ لوگ جستجو میں نکلے تو ایک ناقہ سوار عورت ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں، ان دونوں بزرگوں نے اسکو آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں دونوں مشکوں سے پانی ڈھال کر مشکوں کے دہانے بند کر دیئے اور عام اعلان کے ذریعہ سے تمام صحابہ آئے، اور پانی پی کر سیراب ہوئے لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی، عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ میں آکر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان و زمین کے درمیان یہ شخص بجو بہ روزگار ہے اور خدا کا سچا پیغمبر ہے،[1]

رسول اللہ صلعم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ حاضر خدمت ہوئے اور چند غیبی امور کے متعلق سوالات کیے، آپ نے ان کے جوابات دیئے تو انھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا،[2]

فتح مکہ کا اثر اگرچہ صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد جن میں تمام اکابر صحابہ داخل ہیں متذکرۂ بالا اسباب سے اسلام قبول کیا، تاہم ایک جماعت اسلام کے عام غلبہ کا انتظار کر رہی تھی، اس لیے جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے بطوع و رضا خود بخود اسلام قبول کر لیا، صحیح بخاری میں ہے،

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء [2] بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم و اصحابہ الی المدینۃ مع فتح الباری،

وكانت العرب تلوم باسلامهم
الفتح، فيقولون اتركوه و قومه
فانه ان ظهر عليهم فهو نبي
صادق فلما كانت وقعة اهل
الفتح بادر كل قوم باسلامهم۱

تمام عرب اپنے اسلام کے لیے فتح مکہ کا منتظر
تھا، وہ کہتے تھے کہ محمد کو اپنی قوم سے نپٹ لینے
دو، اگر وہ ان پر غالب آگئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں،
چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ
نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے،

---

۱ بخاری کتاب المغازی ذکر فتح مکہ،

قوّتِ ایمان

طمع و ترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرامؓ اس قدر مفلوک الحال تھے کہ افلاس کی وجہ سے بعض مسلمان خاندانوں کے مرتد ہو جانے کا خطرہ تھا[1] لیکن مخالفین اسلام یعنی یہود و کفار دولت و ثروت سے مالا مال تھے، بالخصوص یہود کے پاس یہ ایک ایسا زرین آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ صحابہ کی روحانی طاقت پر زد لگا سکتے تھے، اس افلاس پر صحابۂ کرام کو صدقہ و زکوٰۃ بھی ادا کرنا پڑتا تھا اور بظاہر یہ ایک ایسا بار تھا جس سے سبکدوش ہونے کے لیے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دی جا سکتی تھی، چنانچہ جب محمد ابن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف سے حیلۃً گرانباری صدقہ کی شکایت کی اور اس غرض کے لیے اس سے قرض لینا چاہا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے کہا، "تم محمد سے گھبرا اٹھو گے"[2] اس کے ساتھ صحابہ کو اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑتا تھا اور اس حالت میں ان سے نجات دلانے کا وعدہ ایک ضعیف الایمان دل کو ڈانواں ڈول کر سکتا تھا، لیکن صحابۂ کرام نے ان میں سے کسی چیز کے اثر کو قبول نہیں کیا، بلکہ ان کی قوت ایمان نے یہودیوں کی مالی ترغیبات کو اس قدر بے اثر کر دیا کہ حضرت محیصہؓ جس یہودی تاجر سے مالی فائدہ اٹھاتے تھے، جوش اسلام میں خود اسی کو قتل کر دیا، جس پر ان کے بڑے بھائی نے جو اب تک کافر تھے ان کو یہ طعنہ دیا کہ "او خدا کے دشمن تیرے پیٹ کی کل چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے"[3]

[1] سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب السلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم، [2] بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف [3] ابوداؤد کتاب الخراج باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ،

مصیبتون سے نجات دلانے کی توقعات کو صحابۂ کرام نے اس بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیا کہ جب غزوۂ تبوک مین شریک نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلعم حضرت کعب بن مالک رض سے ناراض ہوگئے اور آپ کے حکم سے تمام صحابہ رض نے ان سے معاشرتی تعلقات منقطع کر لیے تو شاہ غسان نے ان کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے لیکن خدا تم کو ذلت اور کس مپرسی کی زمین مین نہ رہنے دیگا، آؤ اور ہم سے ملجاؤ، ہم اپنے مال کے ذریعہ تمھاری غمخواری کرین گے" لیکن انھون نے اس خط کو خود تنور مین ڈالدیا، اور حسرت سے کہا "انا للہ اب کفار مجھ کو حریصانہ نگاہون سے دیکھنے لگے"[1]

انسان دوسرون کے مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، لیکن خود اپنے ذاتی مال و جائداد کو نہین چھوڑ سکتا لیکن صحابۂ کرام نے اپنے مال و جائداد کو بھی اسلام پر قربان کر دیا، اور ان مین کسی چیز کی محبت انکو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی، عاص بن وائل پر حضرت خباب رض کی اجرت باقی تھی لیکن جب انھون نے اس کا تقاضا کیا تو ملعون نے کہا کہ جب تک محمد کی نبوت سے انکار نہ کروگے نہ دونگا، لیکن انھون نے کہا کہ "یہ تو قیامت تک کبھی نہ ہوگا"[2]

صحابۂ کرام نے ہجرت کی تو اپنے تمام مال و متاع کو خیرباد کہا، اور وراثت سے جو مال ملتا اس سے اس لیے محروم ہوگئے کہ مسلمان کافر کا وارث نہین ہو سکتا، لیکن ان چیزون مین ایک چیز بھی اُن کے رشتۂ ایمان کو ڈھیلا نہ کر سکی، ہجرت کرنے کے بعد بھی ابتلا و امتحان کے مختلف مواقع پیش آئے، لیکن صحابۂ کرام نے عارضی فوائد کیلیے اپنے عقائد کے اظہار مین کسی قسم کی مداہنت نہین کی، چنانچہ جب صحابۂ کرام ہجرت کرکے حبش کو گئے، تو نجاشی کے ظلِ عاطفت مین نہایت امن و سکون کی زندگی بسر کرنے لگے، لیکن قریش کو یہ گوارا نہ ہوا اور انھون نے دو ممتاز آدمیون کو مکہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک مع فتح الباری [2] بخاری کتاب التفسیر تفسیر کھیعص،

کے بہترین تحفے دہدایا کے ساتھ روانہ کیا، کہ وہ نجاشی کو اسپر آمادہ کرین کہ وہ صحابہ کو مکہ مین واپس بھیجدے، قریش کی بڑی خواہش یہ تھی کہ نجاشی اور صحابہ کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہ ہونے پائے، لیکن نجاشی نے اس کو منظور نہین کیا اور کہا کہ جب تک مین اس معاملہ کے متعلق اُن سے گفتگو نہ کرلونگا ان کو واپس نہین کرسکتا، اس غرض سے اس نے صحابہؓ کو طلب کیا، اور صحابہؓ نے باہمی مشورہ سے یکزبان ہوکر کہا کہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو لیکن ہم وہی بات کہین گے جس کا ہم کو یقین ہی اور جس کا ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہی، چنانچہ اس قرارداد کے بموجب حضرت جعفر بنؓ ابی طالب نے اسلام کی پاک تعلیمات کو نجاشی کے سامنے بیان کیا تو اس پر نہایت عمدہ اثر پڑا اور کفار کی تمام کوششین ناکامیاب ہوئین، اب انھون نے نجاشی کو مشتعل کرانے کے لیے دوسری تدبیر اختیار کی اور کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہین، یعنی ان کو خدا کا بندہ سمجھتے ہین خود ان کو بلاکر پوچھ لے" صحابہ نے مشورہ کیا کہ اس سوال کا کیا جواب دیا جائیگا، سب نے کہا کہ "جو کچھ بھی ہو ہم حضرت عیسیٰ کے بارہ مین وہی کہین گے جو خدا نے کہا ہی، اور رسول اللہ صلعم نے اسکی تعلیم دی ہے" نجاشی ایک عیسائی بادشاہ تھا اور اسی وجہ سے ان دونون آدمیون نے اس سوال پر اس کو آمادہ کیا تھا لیکن جب اس نے سوال کیا تو صحابہ نے صاف صاف کہا کہ "وہ خدا کے بندے ہین، اس کے رسول ہین، اسکی روح ہین اور اس کے کلمہ ہین" اب نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ "اسکے سوا عیسیٰ بن مریم اس تنکے سے بھی زیادہ نہین"[1]

تحمل شدائد | ضعیف القلب انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہی لیکن صحابہ کرام نے اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفین برداشت کین اور ان کے ایمان مین ذرہ برابر تزلزل واقع نہین ہوا حضرت بلالؓ کو کفار نے لوہے کی زرہ پہناکر دھوپ مین ڈالدیا، لڑکے ان کو مکہ کی پہاڑیون مین گھسیٹتے پھرتے

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲،

لیکن ان کی قوت ایمان میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا[1]، حضرت خبابؓ ام انمار کے غلام تھے وہ اسلام لائے تو ام انمار نے لوہا گرم کر کے ان کے سر پر رکھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا کہ آج تک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہیں گذری، حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ کفار نے انگارے پر لٹا کر مجھ کو گھسیٹا تھا[2]، حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ کو کفار لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے تھے لیکن دھوپ کی شدت سے انکی حرارت اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تھی[3]

کفار حضرت ابو فکیہہؓ کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیتے، پھر پشت پر پتھر کی چٹان رکھ دیتے، یہاں تک کہ وہ مختل الحواس ہو جاتے، ایک دن امیہ نے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں کو ان کے گھسیٹنے کا حکم دیا، اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا، اتفاق سے راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا، امیہ نے استہزاءً کہا "تیرا پروردگار یہی تو نہیں؟" بولے "میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے"، اس پر اس نے زور سے ان کا گلا گھونٹا لیکن اس کے بیدرد بھائی کو جو اُس وقت اُس کے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور اس نے کہا کہ "اس کو اور اذیت دو"[4]

حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں، ایک دن کفار نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا تھا، اسی حالت میں رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا، "صبر کرو صبر، تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے"، لیکن ابو جہل کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی، اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا[5]،

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائیں اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہولہان ہو گیا، لیکن انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لا چکی[6]،

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴ فضل سلمان وابی ذر والمقداد، [2] اسد الغابہ تذکرہ خباب بن ارتؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ صہیبؓ [4] ایضاً تذکرہ ابو فکیہہؓ [5] اسد الغابہ تذکرہ سمیہؓ [6] ایضاً تذکرہ عمرؓ،

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے جب خانہ کعبہ مین اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا،[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جب اول اول خانہ کعبہ مین قرآن مجید کی چند آیتین باواز بلند پڑھین تو کفار نے ان کو اس قدر مارا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے، لیکن انھون نے صحابہ سے کہا کہ "اگر کہو تو کل پھر اسی طرح باواز بلند قرآن کی تلاوت کر آؤن"[2]

ان اذیتون کے علاوہ کفار ان غریبون کو اور بھی مختلف طریقون سے ستاتے تھے، پانی مین غوطے دیتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہان تک کہ ضعف سے بیچارے بیٹھ نہین سکتے تھے[3]

یہ وہ لوگ تھے جن مین اکثر یا تو لونڈی غلام تھے، یا غریب الوطن لیکن ان کے علاوہ بہت سے دولتمند اور معزز لوگ بھی کفار کے دست تطاول سے محفوظ نہ رہ سکے،

حضرت عثمانؓ نہایت معزز شخص تھے لیکن جب اسلام لائے تو خود ان کے چچا نے ان کو رسی مین باندھ دیا،[4]

حضرت زبیر بن عوامؓ جب اسلام لائے تو ان کا چچا ان کو چٹائی مین لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا، پھر نیچے سے ان کی ناک مین دھوان دیتا تھا[5]

حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی سعید بن زیدؓ اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رسیون مین باندھ دیا،[6]

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور حضرت سلمہ بن ہشامؓ اسلام لائے تو کفار نے دونون کے پاؤن کو ایک ساتھ باندھ دیا،[7]

---

[1] مسلم کتاب المناقب فضائل حضرت ابو ذر غفاریؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ عبد اللہ بن مسعودؓ [3] ایضاً تذکرہ عمارؓ [4] طبقات ابن سعد ترجمہ عثمانؓ بن عفان [5] ریاض النضرہ المحب الطبری تذکرہ حضرت زبیرؓ بن عوام [6] بخاری کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والہوان علی الکفر [7] طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید،

حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ سے دعوت اسلام دی، کفار نے یہ نامانوس آواز سنی تو ان پر دفعتہً ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنو تیم کو ان کی موت کا یقین آگیا، اور وہ ان کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر گھر لے گئے، شام کے وقت ان کی زبان کھلی تو بجائے اسکے کہ اپنی تکلیف بیان کرتے رسول اللہ صلعم کا حال پوچھا اب خاندان کے لوگ بھی ان سے الگ ہو گئے، لیکن ان کو اسی محبوب کے نام کی رٹ لگی ہی؛ بالآخر لوگون نے ان کو آپ تک پہنچا دیا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو ان کے اوپر گر پڑے، ان کا بوسہ لیا، اور سخت رقت طبع کا اظہار فرمایا[۱]،

صبر و استقامت کی یہ بہترین مثالین تھین، اور صحابۂ کرام کے زمانے مین خود اہل کتاب تک ان کے معترف تھے، چنانچہ استیعاب مین ہے کہ جب صحابۂ کرام شام مین گئے تو ایک اہل کتاب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کے وہ اصحاب جو آرون سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے، ان سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والے نہ تھے[۲]،

قطع علائق | انسان مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، اگر عزم و استقلال سے کام لے تو ابتلا، و امتحان پر بھی صبر کر سکتا ہی، لیکن ماں باپ، بھائی، بہن، عزہ و اقارب، اور اہل و عیال کے تعلقات کو منقطع نہین کر سکتا، یہی لوگ غربت و افلاس کی حالت مین اس کی دستگیری کرتے ہین، تکلیف و مصیبت مین تسکین دیتے ہین، عیش و عشرت مین لطف زندگی بڑھاتے ہین، غرض کسی حالت مین انکے تعلقات کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا، لیکن جو لوگ اپنا رشتہ صرف خدا سے جوڑتے ہین ان کو کبھی کبھی یہ رشتہ بھی توڑنا پڑتا ہی،

صحابۂ کرامؓ اسلام لائے تو حالات نے انکو اس رشتے کے توڑنے پر مجبور کیا، اور ایمان و اسلام

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ ام الخیر [۲] استیعاب جلد ۱ صفحہ ۶،

کے لیے اُنھون نے آسانی کے ساتھ اسکو گوارا کرلیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رض اسلام لائے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک اسلام کو نہ چھوڑین گے وہ اُن سے نہ بات چیت کرین گی نہ کھانا کھائین گی، نہ پانی پئین گی، چنانچہ انھون نے یہ قسم پوری کی، یہان تک کہ تیسرے دن کے فاقہ مین بیہوش ہوگئین [1] لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رض پر اس کا کچھ اثر نہ پڑا، اور انھون نے اپنی ماں سے صاف صاف کہدیا کہ اگر تمھارے قالب مین ہزار جانین بھی ہون اور ایک ایک کرکے ہر جان نکل جائے تب بھی مین اپنے اس دین کو نہ چھوڑون گا [2]،

حضرت خالد بن سعید رض اسلام لائے تو ان کے باپ نے انکو سخت سرزنش کی، کوڑے مارے، قید کیا، کھانا پینا بند کردیا، اور اپنے دوسرے لڑکون کو اُن سے بات چیت کرنے کی ممانعت کردی، لیکن انھون نے رسول اللہ صلعم کی معیت نہ چھوڑی، اور آخر کار حبش کی طرف ہجرت کرگئے، اب ان کے باپ کو اور بھی رنج ہوا، اور کہا کہ مجھے ان صابیون سے الگ ہوجانا پسند ہے لیکن یہ گوارا نہین کہ اپنے باپ دادا اور معبودون کے معائب سنون، چنانچہ وہ طائف کے ایک مقام مین جہان انکی کچھ جائداد تھی چلے گئے [3]،

دین و ایمان کے معاملہ مین صحابۂ کرام نے صرف معاشرتی بے تعلقی کو گوارا نہین کیا بلکہ ان کو اعزہ و اقارب کے رشتۂ حیات کے منقطع کردینے مین بھی تامل نہ ہوا، ایک غزدہ مین عبد اللہ بن سلول نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اشتعال دلایا، تو اس کے بیٹے عبد اللہ نے کہا کہ "یا رسول اللہ صلعم، اگر آپ اجازت دین تو مین اسکو قتل کرڈالون [4]"،

عتبہ غزوۂ بدر مین شمشیر بکف میدان مین آیا تو مقابلے کیلیے اسکے لخت جگر حضرت ابو حذیفہ رض نکلے، چنانچہ عتبہ کی بیٹی ہند نے اس پر ان کی ہجو مین یہ اشعار لکھے،

---

۱ مسلم کتاب المناقب مناقب سعد بن ابی وقاص رض ۲ اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض ۳ طبقات ابن سعد تذکرہ عمرو بن سعید و خالد بن سعید رض ۴ استیعاب تذکرہ عبد اللہ بن ابی سلول،

فما شکرت ابا ربّاك من صغر ۔۔۔ حتی شببت شبابا غیر مجحون

تو نے اس باپ کا شکر ادا نہیں کیا ۔۔۔ جس نے تجھے بچپن میں پالا یہاں تک کہ تو جوان ہوا

الاحول الاثعل المشئوم طائرہ ۔۔۔ ابو حذیفۃ شر الناس فی الدین

او! احول، کج دندان، بدبخت، ۔۔۔ ابو حذیفہؓ جو مذہبی حیثیت سے بدترین شخص ہے[1]

اسی غزوہ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ (اس وقت وہ کافر تھے) صف جنگ سے نکلے تو ان کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے ان کا مقابلہ کیا،[2]

اسیرانِ بدر گرفتار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے انکے متعلق مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ "آپ علی کو ان کے بھائی عقیل کی گردن مارنے کا حکم دیجیے، اور مجھ کو میرے ایک عزیز کو حوالہ کیجیے کہ میں اسکی گردن اڑا دوں"[3]، بنو قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے،[4] اور عرب میں حلیفوں میں بالکل برادرانہ تعلقات پیدا ہو جاتے تھے لیکن جب رسول اللہ صلعم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ پر رکھ دیا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے تو انھوں نے اس تعلق کی کچھ پرواہ نہ کی اور بے لاگ فیصلہ کر دیا کہ لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے، اور ان کا مال و اسباب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے[5]،

صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی:۔

ولا تمسکوا بعصم الکوافر ۔۔۔ کافرہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھو،

اور اس کے ذریعہ سے صحابہ کو حکم دیا گیا کہ مکہ میں انکی جو کافرہ عورتیں ہیں، ان کو چھوڑ دیں[6] تو

---

[1] استیعاب تذکرہ ابو حذیفہؓ [2] ایضاً تذکرہ عبدالرحمٰن، [3] مسلم کتاب الجہاد باب الامداد فی الملٰئکۃ فی غزوہ بدر و اباحۃ الغنائم [4] اسد الغابہ تذکرہ سعد بن معاذ و طبقات ابن سعد ذکر غزوہ بنو قریظہ، [5] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ بنو قریظہ [6] بخاری کتاب التفسیر سورہ ممتحنہ،

حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنی دو کافرہ بیویوں کو طلاق دیدی، بہت سی صحابیات اپنے اپنے
شوہروں کو چھوڑ کر ہجرت کر آئیں، اور ان میں سے ایک بھی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہوئی،
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

ما نعلم ان احدا من المهاجرات	ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم
ارتدت بعد ایمانها،	نہیں جو ایمان لاکر پھر مرتد ہوئی ہو،

اعزہ واقارب کے علاوہ قبائل کی یکجہتی بھی عرب کی سب سے بڑی طاقت تھی لیکن بعض
صحابہ نے اسلام کیلیے قبیلہ کے تعلق کو بھی منقطع کردیا حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ
سے تمام تعلقات منقطع کرلیے اور کہا کہ "مجھ پر تمھارے مردوں اور عورتوں سے بات چیت کرنا حرام
ہے" لیکن ان تمام واقعات سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے صحابہ کرام میں قساوت و سنگدلی
پیدا کردی تھی، اور اسی سنگدلی کی وجہ سے انھوں نے تمام اعزہ واقارب سے تعلقات منقطع کرلیے تھے،
بلکہ اس کے برعکس اسلام نے صحابۂ کرام کے جذبۂ محبت کو اور بھی زیادہ مشتعل کردیا تھا، اس لیے
جب وہ اپنے اعزہ واقارب بالخصوص اپنی اولاد اور اپنی شریک زندگی بی بی کو دیکھتے تھے کہ وہ کفر
کی بدولت جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں تو فطری محبت کی بنا پر ان کا دل جلتا تھا اور وہ سخت
اضطراب کی حالت میں خدا سے دعا کرتے تھے کہ

ربنا هب لنا من ازواجنا	اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں کی طرف
وذریتنا قرة اعین	سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی
واجعلنا للمتقین اماما	ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو پرہیزگاروں
	کا پیشوا بنا،

۱؎ بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ ۲؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذؓ ۳؎ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۹

یعنی ہماری ہی طرح ہماری بیبیوں اور بچوں کو بھی ایمان و اسلام کی دولت عطا کر اور وہ اس معاملہ میں ہماری پیروی کریں تاکہ ان کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم پرہیزگاروں کے پیشوا بن سکیں۔[۱]

ہجرت صحابۂ کرامؓ نے اسلام کے لیے جو مصائب برداشت کیے، ان میں ہجرت کی داستان نہایت دردانگیز ہے، خود حدیث شریف میں آیا ہے

ان الھجرۃ شانھا شدید[۲] — ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے،

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے، وہ بھی اس مصیبت کو برداشت نہ کر سکے، چنانچہ ایک بدو مدینہ میں ہجرت کر کے آیا اور رسول اللہ صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی، سوء اتفاق سے اسلام لانے کے بعد اس کو بخار آ گیا، اس لیے اس نے اصرار کے ساتھ بیعت فسخ کرالی، اس موقع پر آپ نے فرمایا:-

انما المدینۃ کالکیر تنفی — مدینہ سنار کی بھٹی کے مثل ہے جو میل کچیل کو باہر

خبثھا وتنصع طیبھا،[۳] — پھینک دیتی ہے اور خالص سونے کو الگ کر دیتی ہے

یہ زرخالص صحابۂ کرام ہی تھے، جو مدتوں مدینہ میں نعل در آتش رہے، لیکن اسلام کے لیے ان تمام سختیوں کو گوارا کرلیا، چنانچہ صحابۂ کرامؓ ہجرت کر کے آئے تو مدینہ کی آب وہوا اس نہ آئی، اور متعدد بزرگ بخار میں مبتلا ہو گئے، اس حالت میں حضرت ابوبکرؓ یہ شعر پڑھتے تھے،

کل امرئ مصبح فی اھلہ — والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

حضرت بلالؓ مکہ کی وادیوں، چشموں اور پہاڑیوں کو یاد کر کے چیخ اٹھتے تھے، اور اپنے

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۵۹، [۲] بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینہ، [۳] بخاری کتاب الاحکام باب من بایع ثم استقال البیعۃ مع فتح الباری۔

رنج وغم کا اظہار ان حسرت ناک اشعار میں کرتے تھے،

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ بواد وحولی اذخر وجلیل

کاش میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا جس میں میرے گرد اذخر و جلیل ہوتے (مکہ کی دو قسم کی گھاس کا نام ہے)

وہل اردن یوماً میاہ مجنۃ وہل یبدون لی شامۃ وطفیل[1]

کیا میں پھر کسی دن کوہ مجنہ کے چشموں سے سیراب ہونگا کیا میرے سامنے پھر شامہ و طفیل (دو پہاڑیاں) ہونگی

حضرت عامرؓ کی زبان پر یہ شعر تھا،

انی وجدت الموت قبل ذوقہ ان الجبان حتفہ من فوقہ[2]

مجھے موت سے پہلے ہی موت آگئی نامردوں کی موت اوپر سے آتی ہے

ایک صحابی ہجرت کرکے آئے تو بیمار ہوگئے، حالتِ مرض میں رسول اللہ صلعم نے حال پوچھا بولے بیمار ہوں، اگر بطحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہو جاتا، فرمایا تو کون روکتا ہے؟ بولے ہجرت، ارشاد ہوا، جاؤ، تم ہر جگہ مہاجر ہی رہوگے[3]،

سخت سے سخت رکاوٹیں بھی صحابۂ کرام کو ہجرت سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں، کفار نے حضرت ابوجندلؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی تھیں، لیکن حدیبیہ کا معاہدۂ صلح ہو رہا تھا کہ وہ بیڑیاں پہنے ہوئے پہنچے، اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈالدیا، اگرچہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائیگا وہ واپس کردیا جائیگا، تاہم چونکہ معاہدہ اب تک مکمل نہیں ہوا تھا اس لیے رسول اللہ صلعم کو بھی ان کی حالت پر رحم آیا، اور فرمایا کہ "ابتک ہمنے مصالحت نہیں کی ہے" لیکن ابوجہل نے کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی کو واپس کرنا ہوگا" بالآخر آپ نے ان کو واپس کرنا چاہا، تو انھوں نے کہا "مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف پھر واپس کردیا جاؤں گا؟"

[1] بخاری کتاب الحج فضائل مدینہ [2] مسند ج ۶ ص ۲۲۱ [3] اسد الغابہ تذکرہ سلادینؓ ابید

حالانکہ مسلمان ہو کر آیا ہون، کیا تم میری مصیبتون کو نہین دیکھتے،" اس وقت اگرچہ وہ واپس کر دئے گئے، تاہم دوبارہ بھاگ کر آئے، اور حضرت ابو بصیرؓ نے سمندر کے ساحل پر اس قسم کے مہاجرین کی جو جماعت قائم کر لی تھی اسمین شامل ہو گئے،[1]

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی، اور کہا کہ "تم مکہ مین محتاج آئے تھے، لیکن یہان آکر دولتمند ہو گئے، اب یہ مال لیکر کہان جاتے ہو؟" انھون نے کہا "اگر مین سب مال تم کو دیدون تو مجھے جانے دوگے؟" کفار راضی ہو گئے، اور انھون نے تمام مال ان کو دیدیا،[2]

ان تمام تکلیفون اور مزاحمتون مین صحابہ کیلیے صرف یہ خیال مسرت خیز تھا کہ انھون نے کفر کے گھوارہ سے باہر قدم نکالا اور اسلام کے دائرہ مین آگئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے ہجرت کی تو گو طول سفر سے اکتا گئے، تاہم یہ شعر زبان پر تھا،

یالیلۃ من طولھا وعنائھا علی انھا من دارۃ الکفر نجت[3]

کتنی لمبی اور تکلیف دہ یہ رات ہے، تاہم یہ بات تسکین بخش ہو کہ اس نے دار الکفر سے نجات دلائی

فتح مکہ کے بعد اگرچہ تمام عرب مین امان قائم ہو گیا تھا، اور ہر شخص آزادی سے فرایض اسلام بجا لا سکتا تھا، تاہم بعض مسلمانون کے دلون مین اب بھی ہجرت کا شوق باقی تھا، چنانچہ چند لوگ یمن سے ہجرت کر کے مدینہ کو چلے جو فہ تک پہنچے تو راستہ مین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال ہو چکا ہے،[4]

لوگ سمجھتے ہین کہ صحابہ کرام نے صرف جان و مال کی حفاظت کیلیے ہجرت کی تھی، لیکن درحقیقت یہ خیال صحیح نہین بلکہ ہجرت کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دین کی حفاظت ہو اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کر سکے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ "ہر مسلمان اپنے دین کو

[1] بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ۔ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت صہیبؓ۔ [3] بخاری کتاب العتاق۔ [4] بخاری کتاب المغازی ذکر وفات النبی وبعث اسامہ

لیکر خدا اور خدا کے رسول کی طرف بھاگ آتا تھا، تا کہ دینی فتنہ مین نہ بتلا ہو[1] لیکن یہ ذوق
اس قدر ترقی کر گیا کہ جس سرزمین مین برائی نظر آتی تھی صحابہ کرام اسکو چھوڑ کر رسول اللہ صلعم کے
دامن مین پناہ لیتے تھے تا کہ ان کے گناہون کا کفارہ ہو، چنانچہ ایک بار حضرت لبابہؓ بن عبدالمنذر
سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، اور ان پر اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جب انکی توبہ مقبول ہوئی تو رسول اللہ
صلعم کی خدمت مین عرض کی یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ جس سرزمین مین مین نے گناہ
کیا ہے چھوڑ دون، اور آپ کے پاس آ رہون، اور اپنا کل مال اللہ و رسول کو صدقہ مین دیدون[2]

اسلامی اوج حکومت کے زمانۂ شباب مین بھی جب کہین صحابۂ کرام کو بدی کا احساس ہوتا
تو فوراً اس مقام کو چھوڑ کر مدینہ کا رخ کرتے تھے، سامین

ایک بار غزوۂ روم مین حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری نے دیکھا کہ لوگ سونے کے ٹکڑے
اشرفیون سے اور چاندی کے ٹکڑے درہمون سے بیچ رہے ہین، فرمایا "لوگو تم سود کھا رہے ہو،
رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ سونے کو سونے کے برابر خریدو اس مین نہ زیادتی ہو، نہ ادھار" امیر
حضرت معاویہؓ نے کہا "میرے نزدیک صرف ادھار کی صورت مین سود ہے"، بولے مین حدیث
بیان کرتا ہون اور تم اپنی رائے ظاہر کرتے ہو، اگر خدا نے توفیق دی، تو جس سرزمین مین مجھ پر
تمہاری حکومت ہے اس مین قیام نہ کرون گا" چنانچہ پلٹے تو سیدھے مدینہ چلے آئے[3]

ثواب آخرت کی تمنا نے دار الہجرت یعنی مدینہ کو صحابۂ کرام کی نگاہون مین اس قدر محبوب
بنا دیا تھا کہ حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تو بعض لوگون نے مشورہ دیا کہ شام کو نکل چلین، وہان امیر معاویہؓ
کی حمایت حاصل ہوگی، بولے "مین دار الہجرت اور مجاورت رسول کا فراق ہرگز گوارا نہ کرونگا"[4]

[1] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینہ [2] موطا امام مالک کتاب الایمان والنذور باب جامع الایمان [3] سنن ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلعم والتغلیظ علی من عارضہ [4] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۷، مسند عثمانؓ ابن عفانؓ،

جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ میں سخت بیمار ہو کر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو ان کو صرف یہ افسوس ہوا کہ وہ دار الہجرت سے دور ایسی سرزمین میں مر رہے ہیں جس سے انھوں نے ہجرت کر لی ہے[۱] حضرت عبد اللہ بن عمرؓ یہ دعا کرتے تھے، کہ خداوندا مکہ میں مجھے موت نہ آئے، مکہ میں ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے سالم کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری لاش حدود حرم سے باہر دفن کی جائے، کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ جہاں سے ہجرت کی، اور وہیں دفن ہوں[۲]، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ مکہ میں آتے تھے تو اپنے زمانۂ جاہلیت کے قدیم مکان میں جس سے وہ ہجرت کر چکے تھے اترنا نہیں پسند کرتے تھے،[۳]

---

[۱] مسلم کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالثلث لا یتجاوز [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ،

عقائد

توحید صحابۂ کرامؓ نے اگرچہ اپنی زندگی مین بہت سے نیک کام کیے تھے، لیکن ان سب مین کلمۂ توحید کو راس الاعمال سمجھتے تھے، حضرت عمرو بنؓ العاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین؟ کیا موت کے ڈر سے؟ بولے خدا کی قسم نہین، صرف واقعات مابعد الممات کا خوف ہے، انھون نے تسکین دی اور کہا "آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے، آپ نے رسول اللہ صلعم کا فیضِ صحبت پایا، اور آپ نے مصر و شام مین فتوحات کین"، بولے "تم نے ان سب سے بہتر چیز یعنی شہادت لا الٰہ الا اللہ کو تو چھوڑ ہی دیا"[1]

کفار حضرت بلالؓ کو کس قدر اذیت دیتے تھے، لیکن ان کی زبان سے صرف احد احد نکلتا تھا[2]، حضرت ابو فکیہؓ بھی اسی مصیبت مین مبتلا تھے، لیکن اس حالت مین بھی جب ان کے آقا امیہ نے ایک گبریلے کی طرف اشارہ کرکے حقارت آمیز لہجہ مین کہا کہ "تمھارا پروردگار یہی تو نہین"، تو بولے کہ "میرا اور تیرا دونون کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے"

حضرت ام شریکؓ ایمان لائین تو ان کے اعزہ و اقارب نے ان کو دھوپ مین کھڑا کردیا اور اس حالت مین روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے تھے اور پانی تک نہین پلاتے تھے، جب اس طرح تین دن گذر گئے تو ظالمون نے کہا کہ "جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھین کہ ان جملون کا مطلب ہی نہ سمجھ سکین، اب ان لوگون نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرو بن العاصؓ، [2] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴ فضل سلمان وابی ذرؓ والمقداد،

آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ توحید کا انکار مقصود ہی، بولیں "خدا کی قسم مین تو اسی عقیدہ پر قائم ہون[1]"

تنزہ عن الشرک | لیکن توحید کی تکمیل کے لیے صرف اسی قدر کافی نہ تھا بلکہ اہل عرب مین جو مشرکانہ خیالات پھیلے ہوے تھے ان کا انکار بھی توحید کا ایک جزو تھا، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لانے کے ساتھ ہی اس گورکھ دھندے سے بھی نکل گئے، مثلاً عرب کا خیال تھا کہ جو بتون کی برائیان بیان کرتے ہین ان کو برص یا جذام یا جنون ہو جاتا ہی لیکن حضرت ضمام ابن ثعلبہؓ جب رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت سے اسلام کے نشہ مین چور ہو کر واپس گئے اور اپنی قوم کے سامنے لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کیا، تو اس خیال کی بنا پر سب نے کہا کہ "ضمام برص جذام اور جنون سے ڈرو"، بولے "خدا کی قسم یہ دونون بت کچھ بھی نفع و نقصان نہین پہنچا سکتے[2]"

حضرت زنیرہؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہوگئین، تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ لات وعزیٰ نے ان کو اندھا کر دیا ہی، بولین کہ لات وعزیٰ کو پوجنے والون کی کیا خبر یہ مصیبت تو آسمان سے آئی ہے[3]"

زمانۂ جاہلیت مین جھاڑ پھونک کا عام رواج تھا لیکن چونکہ اسمین عموماً شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، اس لیے وہ ایک مشتبہ چیز تھی، لیکن ایک سفر مین اتفاق سے چند صحابہ عرب کے ایک قبیلے کے یہان اترے اور ان لوگون نے ان کے مذہبی تقدس کی بنا پر درخواست کی کہ ہمارے رئیس کو بچھو نے ڈنک مار دیا ہی، کیا آپ لوگ اسکو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہین؟ ان مین

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ ام شریکؓ، اصابہ مین یہ واقعہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہی، [2] مسند دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الوضوء والصلوٰۃ، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہؓ،

ایک بزرگ رئیس کے پاس آئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، تو وہ بھلا چنگا ہوگیا، ان لوگوں نے صحابہ کو اس کا معاوضہ دیا، جس کو ان لوگوں نے تقسیم کرنا چاہا، لیکن جن بزرگ نے سورۂ فاتحہ کا دم کیا تھا اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ اس کے متعلق چل کر رسول اللہ صلعم سے مشورہ کرلینا چاہیے، چنانچہ آپ کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا "تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہ جھاڑ پھونک ہے؟ معاوضہ تقسیم کرو، اور میرا بھی ایک حصہ لگاؤ"[1]

زمانۂ جاہلیت میں تعویذ گنڈے کا عام رواج تھا لیکن ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ بی بی نے گلے میں گنڈا ڈال رکھا ہے، توڑ کے پھینکدیا، اور کہا کہ آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہیں، رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہے کہ تعویذ گنڈا شرک ہے"[2]

عرب کے لوگ بچوں کے بچھونے کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا، اور کہا کہ "رسول اللہ ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے"[3]

بت شکنی

عرب میں شرک کا اصلی مظہر بت تھے، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لائے تو سب سے پہلے راہ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا، عرب میں دستور تھا، کہ سرداران قبائل خاص طور پر اپنے لیے بت بناتے تھے، اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے اس طریقہ کے مطابق قبیلہ بنو سلمہ کے سردار عمرو بن الجموح نے ایک لکڑی کا بت بنوا کر گھر میں رکھا تھا، نوجوانان بنو سلمہ یعنی حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت معاذ بن عمروؓ وغیرہ اسلام لائے، تو رات کو خفیہ طور پر آتے تھے، اور اس بت کو اٹھا کر ایک گڑھے میں جس کے اندر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، پھینک آتے تھے، عمرو بن الجموح صبح کو اٹھتا تو بت کو وہاں سے ڈھونڈھ کے اٹھا لاتا اور پاک صاف کر کے گھر میں رکھدیتا،

[1] ابوداؤد کتاب الطب، باب کیف الرقی [2] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب تعلیق التمائم [3] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن صفحہ ۸۰،

اور کہتا کہ "اے بُت جس نے تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کی ہے، اگر مین اسکو پاجاتا تو اسکی بڑی فضیحت کرتا" دوسرے دن یہ پرجوش نوجوان بُت کے ساتھ پھر یہی سلوک کرتے۔ اس طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا، تو عمرو بن الجموح نے بت کے گلے مین ایک تلوار لٹکادی اور کہا کہ "اگر تجھ مین کچھ بھلائی ہے تو خود اپنی حفاظت کر" رات کو یہ نوجوان حسب معمول پھر آئے اور بت کو ایک مردہ کتے کے ساتھ رسی مین باندھ کر گڑھے مین ڈالدیا، عمرو بن الجموح نے بت کو اس حالت مین پایا تو خود بخود مسلمان ہوگیا۔[1]

قبیلہ سعد کا ایک بُت تھا جس کا نام فراض تھا، حضرت ذباب بن حارث اسلام لائے تو اس کو چکنا چور کردیا، اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے:۔

تبعت رسول اللہ اذ جاء بالهدى　　　وخلفت فراضا بدار هوان

جب رسول اللہ صلعم ہدایت لائے تو مین نے آپکا اتباع کیا، اور فراض کو ذلیل ترین مقام مین چھوڑدیا

شددت علیہ شدة فكسرته　　　كان لم يكن والدهر ذو حدثان[2]

مین نے اس پر حملہ کیا، اور اس کو اس طرح چور چور کردیا، کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا۔

حضرت ہند بن عتبہؓ جب ایمان لائین تو گھر مین جو بُت نصب تھا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا، اور کہا کہ "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے مین مبتلا تھے"[3]

حضرت ابو طلحہؓ نے جب حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی، تو انھون نے کہا "ابو طلحہ کیا یہ خبر نہین کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ زمین سے اگا ہے، بولے "مجھے معلوم ہے"، بولین تو کیا تمھین ایک درخت کی عبادت سے شرم نہین آتی"، چنانچہ جب تک انھون نے بُت پرستی سے

---

[1] یہ تفصیل ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۲۸ مین ہے، اسد الغابہ تذکرہ معاذ بن جبلؓ مین اجمالاً صرف اس قدر مذکور ہے کان معاذ ممن یکسر اصنام بنی سلمہ، یعنی معاذ ان لوگون مین تھے جو بنی سلمہ کے بت کو توڑا کرتے تھے [2] اسد الغابہ تذکرہ ذبابؓ، [3] اصابہ تذکرہ ہند بن عتبہؓ،

توبہ کرکے کلمۂ توحید نہیں پڑھا، انھوں نے اُن سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا،[۱]

ایمان بالرسالۃ

رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اعتقاد صحابہ کرام کے لوحِ دل پر کالنقش فی الحجر ہوگیا تھا، اس لیے وہ کسی حالت میں اسکو مٹنے نہیں دیتے تھے، غزوۂ حدیبیہ میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصالحت نامہ لکھا تو کفار نے اصرار کیا کہ اس پر "رسول اللہ" کا لفظ نہ لکھا جائے، رسول اللہ صلعم نے یہ شرط منظور کرلی، اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس فقرے کو مٹادیں، صحابہ کرام اگرچہ کبھی آپکی نافرمانی نہیں کرتے تھے، تاہم اس موقع پر انھوں نے صاف کہہ دیا کہ "میں اس کو نہیں مٹا سکتا" بالآخر آپ نے خود دستِ مبارک سے اس کو مٹادیا،[۲]

ایمان کا درجۂ کمال یہ ہی کہ پیغمبر کے اقوال پر اس وثوق کے ساتھ ایمان لایا جائے کہ محال ممکن، مستقبل حال اور غائب حاضر بن جائے، صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کی ہر بات پر اسی شدت کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اسی درجۂ کمال نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا تھا،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "بکری کے ایک گلے پر بھیڑیئے نے حملہ کیا، اور ایک بکری اٹھالیچلا، چرواہے نے اسکو بلایا، تو بھیڑیئے نے جواب دیا کہ یوم السبع میں بکری کا نگران کون ہوگا جبکہ میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا" آپنے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوے جارہا تھا، بیل نے مڑکر کہا میں اس کے لیے نہیں بنایا گیا، میں صرف کھیتی باڑی کیلیے پیدا ہوا ہوں" بہت سے صحابہ نے اس کو استعجاب سے سنا اور کہا "سبحان اللہ" لیکن آپ نے فرمایا "ہم، ابوبکر اور عمر بن الخطاب اس پر ایمان لائے ہیں"[۳]

ایک بار حضرت عمران بن حصینؓ نے یہ حدیث بیان کی، کہ "اہل وعیال کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہی" اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ "اگر ایک آدمی خراسان میں مرجائے اور

---

[۱] اصابہ تذکرہ حضرت ام سلیمؓ، [۲] مسلم کتاب الجہاد باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ [۳] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ،

اہل وعیال بیان پر ماتم کریں تو کیا آپکے خیال میں اس پر خراسان میں عذاب ہو گا؟ بولے "رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا وہ سچ ہے اور تو جھوٹ بکتا ہے[۱]"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیندہ زمانے میں تمھاری مختلف جماعتیں قائم ہو جائینگی، کوئی جماعت شام میں رہیگی، کوئی یمن میں اقامت پذیر ہو گی، اور کوئی عراق میں سکونت اختیار کرے گی" اس پیشین گوئی پر حضرت ابن حوالہؓ اس وثوق کے ساتھ ایمان لائے کہ آپ سے درخواست کی کہ "مبادا میں بھی اس زمانہ تک زندہ رہوں، اس لیے آپ خود میری اقامت گاہ متعین فرما دیجیے[۲]"

ایک بار آپ نے کسی بدو سے گھوڑا خریدا، اور قیمت ادا کرنے کے لیے اسکو ساتھ لیچلے۔ لیکن آپ تیزی سے آگے بڑھ گئے، اور بدو پیچھے رہ گیا، لیکن جن لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ نے اسکو خرید لیا ہے، وہ بدو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے، خریداروں کو دیکھ کر بدو نے آپ کو پکار کر کہا۔ لینا ہو تو لیجیے، ورنہ میں گھوڑے کو فروخت کر ڈالتا ہوں" آپ نے فرمایا کہ "تم نے تو اسکو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے"، بولا "نہیں، اگر گواہ ہو تو لائیے، حضرت خزیمہؓ ابن ثابت اگرچہ بیع کے موقع پر موجود نہ تھے تاہم کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ تم نے آپ کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر ڈالا ہے" ارشاد ہوا "تم نے کیوں کر شہادت دی"؟ بولے "آپکی تصدیق کی بنا پر" اس موقع پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ نے انکی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا[۳]۔

صحابۂ کرام کے عہد میں بچہ بچہ یہ راسخ عقیدہ رکھتا تھا کہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے

---

[۱] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت [۲] ابوداؤد کتاب الجہاد فی سکنی الشام [۳] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد یجوز لہ الحکم۔

جو لفظ نکل جائیگا، اسکے خلاف نہ ہوگا۔ ایک بار آپنے ایک لڑکی کو بددعا دی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو" وہ روتی ہوئی حضرت ام سلیم رض کے پاس آئی، اور کہا کہ "آپ نے مجھ کو یہ بددعا دی ہے اب میرا سن ترقی نہ کریگا،" وہ فوراً حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "آپ نے میری یتیم کو بددعا دیدی" آپ ہنس پڑے اور فرمایا "مین بھی آدمی ہون اور آدمیون کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہون، پس جسکو مین ایسی بددعا دون جس کا وہ مستحق نہین تو یہ اسکے لیے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہوگی"[۱]

جب رسول اللہ صلعم سے کوئی معجزہ صادر ہوتا تھا تو صحابۂ کرام کی قوت ایمانیہ مین اور اضافہ ہوجاتا تھا، حضرت جابر رض کو اپنے باپ کی جانب سے بہت سے لوگون کا قرض ادا کرنا تھا اور کھجورون کے باغ کے سوا ادا کرنے کا کوئی سامان نہ تھا لیکن قرضخواہ باغ کے پھل لینے پر آمادہ نہ تھے، بالآخر رسول اللہ صلعم خود باغ مین آئے اور اسکی کھجورون کیلیے دعائے برکت فرمائی، نتیجہ یہ ہوا کہ جب کھجورین توڑی گئین تو سب کا قرض بھی ادا ہوگیا اور بہت کچھ کھجورین بچ بھی رہین، حضرت جابر رض نے آپ کو اسکی خبر کی تو آپنے حضرت عمر رض سے فرمایا سنتے ہو؟ بولے "ہم کو تو یقین ہی تھا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہین، خدا کے پیغمبر ہین"[۲]

غزوۂ خیبر مین ایک شخص نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ "دوزخی ہے" اس پر تمام صحابہ کو سخت تعجب ہوا اور ایک صحابی اسکی تصدیق کے لیے اس کے ساتھ ہولیے، سوء اتفاق سے وہ زخمی ہوکر زندگی سے تنگ آگیا، اور خودکشی کرلی، اس حالت کو دیکھکر وہ آپکی خدمت مین آئے، اور کہا کہ "مین گواہی دیتا ہون کہ آپ خدا کے رسول ہین"[۳]

یہ قوت ایمانیہ جس طرح رسول اللہ صلعم کی زندگی مین قایم تھی، اسی طرح آپکی وفات کے بعد بھی قائم رہی، رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ نے روکر کہا کہ "کاش ہم آپ سے پہلے ہی مرجاتے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد ہمارے دین مین کوئی خلل آئے، لیکن حضرت معن بن عدی

۱؎ مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب من لعنہ النبی صلعم وسبہ ودعا علیہ ۔ ۲؎ بخاری کتاب الہبۃ باب اذا وہب دینا علی رجل،
۳؎ بخاری کتاب المغازی ذکر غزوۂ خیبر،

نے کہا کہ "مین آپ سے پہلے مرنا پسند نہین کرتا تا کہ جس طرح مین نے آپکی زندگی مین آپکی تصدیق کی اسی طرح بعد وصال بھی آپکی تصدیق کرون[1]"،

ایمان بالغیب شریعت مین صرف ایمان بالغیب معتبر ہی اور صحابۂ کرامؓ کو غیب کی تمام چیزون پر اس شدت کے ساتھ یقین تھا کہ گویا ان کو یہ چیزین علانیہ نظر آتی تھین،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہی؟ بولے "یا رسول اللہؐ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہون" فرمایا "ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہی تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہی؟" بولے "دنیا سے میرا دل بھر گیا ہی اسلیے رات کو جاگتا ہون دنکو بھوکا پیاسا رہتا ہون، گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہی، گویا مین اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہون، اور گویا اہل دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آرہے ہین، آپ نے فرمایا "تم نے جان لیا، اب اس پر قایم رہو[2]"،

رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے یہ ایمان اور بھی تازہ رہتا تھا حضرت حنظلہؓ کا بیان ہی کہ جب ہم آپکی خدمت مین ہوتے تھے اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو گویا ہمارے سامنے ان کی تصویر پھر جاتی تھی[3]،

ایمان بالقدر صحابۂ کرامؓ مسئلۂ تقدیر پر شدت کے ساتھ یقین رکھتے تھے، طاؤس یمانی کا بیان ہی کہ مین نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی سب کے سب کہتے تھے کہ کل چیزین تقدیر سے وجود مین آئی ہین[4]، ابن دیلمی کہتے ہین کہ میرے دل مین مسئلہ تقدیر کے متعلق خدشہ پیدا ہوا انھون نے حضرت ابی بن کعبؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انھون نے کہا کہ خدا کی راہ مین کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کردگے تو خدا اسوقت تک قبول نہ کریگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاؤگے، اور اگر اس

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ معن بن عدیؓ [2] اسد الغابہ، تذکرہ حضرت حارث بن مالکؓ [3] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۱۳۰۳ [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۰،

عقیدہ کے خلاف تم کو موت آئی تو جہنم میں داخل ہو گے، اسکے بعد وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور زیدؓ بن ثابت کے پاس آئے تو سب نے یہی کہا حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے ابوحفصہؓ کو نصیحت کی کہ بیٹے تم کو اسوقت تک حقیقتِ ایمان کی لذت نہ ملے گی جب تک تمکو یہ یقین نہ ہو، کہ جو کچھ ہوا اس کا ہونا لازمی تھا، اور جو کچھ نہیں ہوا اس کا نہ ہونا ضروری تھا، اس بنا پر جب کوئی شخص مسئلہ تقدیر کا انکار کرتا تھا تو صحابہ کرام شدت کے ساتھ اس سے تحاشی کرتے تھے،

بصرہ میں جب معبد جہنی نے مسئلہ تقدیر کا انکار کیا تو یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمن نے اس مسئلہ میں صحابہ کرام کی طرف رجوع کرنا چاہا حسن اتفاق سے ایک سفر حج میں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے ملاقات ہو گئی، دونوں نے انکو دہنے بائیں سے گھیر لیا، اور کہا کہ کچھ مسلمان ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں" فرمایا" ان سے ملنا تو کہدینا کہ میں ان سے الگ ہوں، اور وہ مجھ سے الگ ہیں خدا کی قسم جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائیں گے، اگر وہ احد کے برابر بھی سونا خیرات کریں گے تو خدا اسکو قبول نہ کریگا[۲]" ان کا ایک دوست شام میں رہتا تھا، اور باہم اس قدر تعلقات تھے کہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، لیکن یکبار انھوں نے اسکو لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہی کہ تم نے مسئلہ تقدیر کے متعلق کچھ قیل و قال شروع کی ہو، اس لیے اب خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہو جائیں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے[۳]"

یہ صرف اعتقاد ہی اعتقاد نہ تھا، بلکہ بعض صحابہ سخت سے سخت مصیبت میں اسی پر عمل بھی کرتے تھے، طاعون عمواس کے زمانے میں حضرت عمرؓ نے سرغ تک پہنچکر واپس آنا

---

[۱] ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی القدر۔ [۲] مسلم کتاب الایمان باب ماجاء فی الایمان والاسلام ذکر القدر وغیرہ،
[۳] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۹۰

چاہا تو حضرت ابو عبیدہ جراحؓ نے فرمایا :۔

افرارا من قدر الله — کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہیں،

بولے "کاش تمھارے سوا کوئی دوسرا اختلاف کرتا، ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہیں، مگر تقدیر الٰہی ہی کی طرف"[۱]

بصرہ میں طاعون آیا تو کسی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ "ہم کو مقام وابق میں لیکر نکل چلیے" بولے :۔

الى الله آبق لا الى وابق[۲] — خدا کی طرف بھاگوں گا نہ کہ وابق کی طرف

---

[۱] مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرة والکہانة ونحوہا ۔ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ،

عبادات

(ابوابُ الطہارۃ)

پنجوقتہ نیا وضو کرنا ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا بڑی پاکی اور بڑے ثواب کا کام ہی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اول اول رسول اللہ صلعم پر پنجوقتہ نماز کے ساتھ پنجوقتہ وضو بھی فرض کر دیا تھا، بعد کو اگرچہ اسکی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن بعض صحابہ عملاً اس کے پابند رہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر نماز نئے وضو کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔[1]

ہمیشہ باوضو رہنا بعض صحابہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے حضرت عدی بن حاتمؓ کا قول ہی:۔

مَا اقیمت الصّلوٰۃ منذ اسلمت	جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت
الا وانا علی وضوءٍ۔[2]	باوضو رہتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ "کل تم مجھسے پہلے کیونکر جنت میں داخل ہو گئے"؟ بولے "یارسول اللہ! میرا اصول یہ ہی کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں، اور جسوقت وضو ٹوٹ جاتا ہی، اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں"۔[3]

پنجوقتہ مسواک کرنا رسول اللہ صلعم کمال طہارت و نظافت کی وجہ سے پنجوقتہ مسواک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو میں پنجوقتہ نماز کے ساتھ مسواک کرنیکا بھی حکم دیتا" لیکن صحابۂ کرامؓ کے جوش عمل کے سامنے کون سا کام شاق تھا، حضرت زید بن خالدؓ نے اس شدت

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب السواک، مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۴۵ [2] اصابہ تذکرہ حضرت عدی بن حاتم [3] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۵، تذکرۂ حضرت بلالؓ

کے ساتھ اس کا التزام کیا کہ ہمیشہ قلم کی طرح کان پر مسواک رکھے رہتے تھے[1]،

(ابواب الصلوٰۃ)

نماز پنجگانہ | صحابۂ کرام جس مستعدی و سرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے، اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں، بخاری میں ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو تمام صحابہ اس تیزی کے ساتھ دوڑتے تھے کہ شور ہو جاتا تھا[2] سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تھا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے :-

کانوا یتبایعون ولا یدعون	صحابہ بیع و شرا کرتے تھے، لیکن نماز مفروضہ کو
الصلوات المکتوبات فی الجماعۃ	جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا، تمام صحابہ دوکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت :-

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع	صحابہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت کے
عن ذکر اللہ ؛	کاروبار خدا کی یاد سے نہیں روکتے،

ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی[3]،

سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرام کی نماز قضا نہیں ہو سکتی تھی جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نماز فجر کے لیے جگایا تو بولے، "ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں" چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے متصل خون جاری تھا نماز پڑھی[4]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارت باب السواک [2] بخاری کتاب الاذان باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ [3] فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، [4] موطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح او رعاف،

اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی تو صحابۂ کرامؓ کو سخت بے چینی پیدا ہوتی، غزوۂ خندق میں حضرت عمرؓ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو کفار کو بُرا بھلا کہتے ہوئے آئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ سورج غروب ہو رہا ہے اور میں نے اب تک نماز عصر نہیں پڑھی"[۱]،

نماز جمعہ | صحابۂ کرامؓ نماز جمعہ کو نہایت اہم سمجھتے تھے، اور اس اہمیت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے تھے، اسلام کی تاریخ میں حضرت اسعد بن زرارہؓ پہلے شخص تھے جنھوں نے مدینہ میں جمعہ کو قائم کیا تھا، اُن کے انتقال کے بعد جب جمعہ کی اذان ہوتی تھی تو حضرت کعب بن مالکؓ ان پر رحمت کی دعا کرتے تھے، اُن کے بیٹے نے ایک روز اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ "وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ہم کو جمعہ کیلئے جمع کیا، اس وقت ہماری تعداد صرف چالیس تھی"[۲]،

ایک صحابیہ تھیں، جو اپنے کھیتوں میں چقندر بو دیا کرتی تھیں، جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکاتی تھیں، اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں[۳]،

تمام صحابہؓ غسل جمعہ کا نہایت اہتمام کرتے تھے حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ غسل جنابت کی طرح غسل جمعہ بھی فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بغیر غسل کیے ہوئے، اور بغیر خوشبو لگائے ہوئے کبھی شریک جمعہ نہیں ہوتے تھے[۴]،

ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت عثمانؓ آگئے، بولے "بھلا یہ کون سا وقت ہے"؟ فرمایا "بازار سے پلٹا تو اذان سنی، اور صرف وضو کر کے چلا آیا" فرمایا یہ بھی قابل اعتراض بات ہے، کہ صرف وضو کیا، حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلعم غسل کا حکم دیتے تھے[۵]،

۱؎ بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناهضة الحصون ولقاء العدو ۲؎ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعة فی القری ۳؎ بخاری کتاب الجمعة باب قول اللہ عزوجل "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ" ۴؎ موطا امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعة ... ۵؎ ابوداؤد ... من الطیب ... اللہ ان ... ۶؎ ایضاً باب الاغتسال یوم الجمعة

اگرچہ صحابۂ کرامؓ عموماً پابندیِ اوقات نماز کا لحاظ رکھتے تھے۔ لیکن جمعہ کے دن خاص طور پر اہتمام کیا جاتا تھا کہ مسجد کی مغربی دیوار پر ایک چادر تان دیجاتی تھی، اور جب دیوار کا سایہ اس کو پورے طور پر ڈھک لیتا تھا، تو حضرت عمرؓ فوراً نماز کیلیے گھر سے نکل کھڑے ہوتے تھے[۱]،

عہد نبوت میں اگرچہ جہاد افضل الاعمال سمجھا جاتا تھا، لیکن جمعہ کا شوق اس پر بھی غالب آتا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک سریہ میں جانے کا حکم[۲] لیکن اور لوگ تو روانہ ہوگئے، وہ ٹھہر گئے، جمعہ کا دن تھا، آپ نے جماعت میں دیکھا تو فرمایا کیوں رک گئے؟ بولے "میں نے چاہا کہ آپکے ساتھ جمعہ پڑھ لوں تو جاؤں[۲]"،

نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف | صحابۂ کرام تو جس شوق و مستعدی کے ساتھ نماز مفروضہ ادا فرماتے تھے، اسی طرح نوافل، اشراق، اور صلوٰۃ کسوف وغیرہ بھی پڑھتے تھے بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:-

لقد ادرکت کبار اصحاب النبی صلعم یبتدرون السواری عند المغرب[۳]	میں نے کبار صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف نماز کیلیے دوڑتے تھے،

اور شراحِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ نفل کی نماز ہوتی تھی جس کو مغرب کی نماز شروع ہونے سے پہلے صحابۂ کرام ادا فرماتے تھے، خود اس حدیث میں ہے:-

حتی یخرج النبی صلعم،	یعنی صحابہؓ نفل اس وقت تک پڑھتے تھے جب تک رسول اللہ صلعم امامت کے لیے نکل نہ آئیں،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر میں ہوتے تھے تو سواری کے

---

[۱] موطاء امام محمد باب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والدہان، [۲] ترمذی ابواب الجمعہ باب ماجاء فی السفر یوم الجمعۃ، [۳] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاسطوانۃ،

اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازیں پڑھ لیتے تھے، اور اس کو رسول اللہ صلعم کی سنت سمجھتے تھے[1]

نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے بہت کم پڑھی ہے لیکن بہت سے صحابہ نے اس کا التزام کر لیا تھا، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن میں خود پڑھتی ہوں، کیونکہ آپ بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن اس پر اسلیے عمل نہیں کرتے تھے کہ مبادا امت پر فرض نہ ہو جائے[2]، حضرت ابو ہریرہ رضؓ اور حضرت ابوالدرداؓ کو آپ نے نماز اشراق کی وصیت فرمائی تھی، اسلیے یہ دونوں بزرگ اسکو کبھی نہیں چھوڑتے تھے[3]،

چاند اور سورج میں جب گہن لگتا تھا تو تمام صحابہ صلوۃ الکسوف ادا فرماتے تھے، ایک بار مدینہ میں گہن لگا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ نے دو رکعت نماز پڑھی[4] ایک بار اور گہن لگا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے صفۂ زمزم میں لوگوں کو جمع کیا اور باجماعت نماز ادا فرمائی[5]،

تہجد و نماز شب | رات جس میں ہم نیند کا لطف اٹھاتے ہیں، اس میں صحابہ کرام رضؓ عبادت الہی تہجد گذاری میں مصروف رہتے تھے، ایک صحابی نے رات کو نماز میں نہایت بلند آہنگی سے قرأت کی، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "خدا اس پر رحم کرے مجھے بہت سی آیتیں یاد دلادیں جنکو میں بھول گیا تھا"، ایک بار آپ مسجد میں معتکف تھے، اور صحابہ کرام رضؓ بھی مصروف نماز تھے اور اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ قرأت کرتے تھے، کہ آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا "تم میں ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے تو اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے[6]"، حضرت ابو الدرداؓ رات کے اکثر حصے میں نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضؓ نے ان کی بی بی کی شکایت پر اس سے ان کو باز رکھا[7]،

صحابہ کرام رضؓ راتوں کو نہ صرف خود نمازیں پڑھتے تھے، بلکہ غیروں بالخصوص اپنے اہل و عیال

[1] مسلم کتاب الصلوۃ باب جواز الصلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت، [2] ایضاً باب استحباب صلوۃ الضحی [3] بخاری ابواب صلوۃ الکسوف باب خطبۃ الامام فی الکسوف [4] بخاری باب صلوۃ الکسوف جماعۃ، [5] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت بالقرأۃ [6] بخاری کتاب الصوم، قسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع،

کو بھی بیدار کرکے شریکِ نماز کرتے تھے، ایک روز آپ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ نماز میں قرات کر رہے ہیں، آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ نماز میں قرأت کرتے ہوئے نظر آئے، دونوں بزرگ آپکے پاس آئے تو آپنے فرمایا کہ "ابوبکرؓ! نماز میں تمھاری آواز پست تھی"، بولے کہ "میں جس سے (خدا سے) سرگوشی کر رہا تھا، اس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی"، حضرت عمرؓ سے ارشاد ہوا کہ "تمھاری آواز نہایت بلند تھی"، بولے کہ "یا رسول اللہ صلعم میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دور کارتا ہوں"[1]، موطائے امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو نماز پڑھتے تھے تو اخیر شب میں اپنے اہل و عیال کو بھی نماز کے لیے جگاتے تھے، اور یہ آیت پڑھتے تھے،

وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ[2]،

حضرت ابوہریرہؓ اور ان کی بی بی اور خادم نے نماز کیلئے رات کے تین حصے کر لیے تھے اور ان میں جب ایک نماز سے فارغ ہو چکتا تھا تو دوسرے کو نماز کے لیے جگا دیتا تھا[3]،

یہ ذوق نماز صرف چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ عموماً تمام صحابہ میں پایا جاتا تھا، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ مغرب سے عشا تک بیدار رہ کر نماز پڑھتے تھے[4]، چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے:-

كانوا قليلا من الليل	یہ لوگ (عبادت میں مشغول رہنے کے سبب)
ما يهجعون،	راتوں کو بہت ہی کم سوتے تھے۔

اس میں صحابۂ کرامؓ کو سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، اول اول سورۂ مزمل

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل، [2] موطا کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل

[3] بخاری کتاب الاطعمہ باب [4] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلعم من اللیل،

کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، تو صحابہ کرام تراویح کی طرح راتوں کو نماز پڑھتے تھے یہانتک کہ پاؤں پھول جاتے تھے[1]،

قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

تتجافی جنوبھم عن المضاجع	انکے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں وہ لوگ
یدعون ربھم خوفا وطمعا	خوف و رجا سے خدا کو پکارتے ہیں اور جو کچھ
ومما رزقنٰھم ینفقون،	ہم نے دیا ہے اسمیں سے صرف کرتے ہیں

رسول اللہ صلعم کے ساتھ تہجد اور نوافل میں شرکت

رسول اللہ صلعم رات کی نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، مائدہ، اور انعام پڑھتے تھے، اور جس قدر وقت قیام میں صرف ہوتا تھا، اتنا ہی وقت رکوع و سجود میں بھی صرف فرماتے تھے، اسلیے اس قدر طویل اور پرسکون نماز میں وہی شخص شریک ہو سکتا تھا جس کا دل شوق عبادت اور شوق اقتداے رسولؐ سے لبریز ہو، صحابہ کرامؓ اسی قسم کا شوق عبادت اور شوق اقتداے رسول رکھتے تھے، اس لیے آپ کے ساتھ شریک نماز ہوکر اس دولت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ ایکبار آپکے ساتھ تہجد میں شریک ہوئے، آپ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ اور دوسری میں آل عمران پڑھی اور وہ ذوق عبادت میں کھڑے رہے،

ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا[2]،

آپ نماز شب میں بقرہ، آل عمران اور نساء کی سورتیں پوری پوری پڑھتے اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے، اور اس سے پناہ مانگتے، اسی طرح اگر کوئی بشارت آمیز آیت آتی تو دعا کرتے اور اس کی خواہش فرماتے حضرت عائشہؓ بھی آپ کے ساتھ اس

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب نسخ قیام اللیل، وباب فی صلاۃ اللیل [2] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ

نماز میں شریک ہوتے تھے[1]،

یہ شوق صرف چند صحابہؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عموماً تمام صحابہ میں پایا جاتا تھا، ایک بار چند صحابہؓ نے آپ کو شب میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور شریک ہوگئے، صبح کو اور لوگوں سے ذکر کیا تو وہ بھی شریک ہوئے اور متصل دو تین شب برابر شریک ہوتے رہے، آپ نے یہ حالت دیکھی تو ایک شب گھر سے نہ نکلے لیکن صحابہ کرامؓ نے مختلف طریقوں سے اپنے شوق کا اظہار کیا، کھانسے کھنکارے، چلائے، اور دروازے پر کنکریاں ماریں، آپ اندر سے غصہ میں نکلے، اور فرمایا کہ تمھاری ان حرکتوں سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے[2]،

آپ شب میں چٹائی کو گھیر کر حجرے کی صورت پیدا کر لیتے تھے، اور اس میں نماز ادا فرماتے تھے، صحابہ کرامؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے، لیکن آپ نے ان کو اس سے روک دیا[3]،

یہ شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ عہد نبوت میں نہایت صغیر السن تھے لیکن اس شوق میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس سوئے، آدھی رات ہوئی تو آپ نے اٹھ کر پہلے آل عمران کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں، پھر وضو کر کے نماز شروع کی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی ان اعمال کی تقلید کی اور آپ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی[4]،

قیام رمضان صبح سے شام تک کی بھوک پیاس کے بعد ہم لوگ مشکل تراویح پڑھنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں، لیکن صحابہ کرامؓ اس کے بھوکے تھے اس لیے ان کو کبھی اس سے سیری نہیں ہوتی تھی،

---

[1] مسند ابن حنبل، جلد ۶ صفحہ ۹۲، [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترۃ وابو داؤد و دیا تطوع ابواب شہر رمضان باب فی فضل التطوع فی البیت، [3] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل، [4] ابواب صلوٰۃ الوتر،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے تراویح ادا فرمائی تو چند صحابہؓ شریک ہوئے، دوسرے روز اس تعداد میں اور اضافہ ہوا لیکن تیسرے روز اس مقصد سے جمع ہوئے تو آپ گھر سے نہ نکلے اور فرمایا کہ "مجھے خوف ہو کہ وہ تم پر کہیں وہ فرض نہ ہو جائے"۔

آپ نے ایک بار اخیر رمضان میں تراویح شروع کی اور پہلے دن ثلث شب تک پڑھی، دوسرے دن ناغہ فرما دیا، تیسرے دن آدھی رات تک پڑھی لیکن ابوذر غفاریؓ کو اس سے تسکین نہیں ہوئی اور آپ کی خدمت میں گذارش کی کہ کاش آپ اس کو رات بھر ادا فرماتے[۱]،

حضرت انیس جہنیؓ صحرا میں رہتے تھے، اس لیے مسلسل مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، لیکن رسول اللہ صلعم کے حکم سے رمضان کی تئیسوین شب کو صحرا سے آکر نماز عصر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے، صبح تک مصروف نماز رہتے اور نماز فجر ادا کر کے صحرا کو روانہ ہو جاتے[۲]،

صحابہ کرام کو تراویح کے ادا کرنے میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں لیکن ان کے شوق میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے جب تراویح کو باجماعت کر دیا، تو امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا تھا، اس لیے صحابہ کرام کھڑے کھڑے اسقدر تھک جاتے تھے کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی، اور سحر کے وقت فارغ ہو کر واپس آتے تھے[۳]،

پابندی اوقات نماز نماز اکثر مسلمان پڑھتے ہیں، لیکن ان میں کتنے ہیں جو اوقات نماز کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرتے ہیں، لیکن سخت سے سخت خطرہ اور مستعدی کی حالت میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز کا وقت فوت نہیں ہو سکتا تھا، ایک صحابی کو رسول اللہ صلعم نے ایک پُرخطر کام کیلیے ایک جگہ روانہ فرمایا جب وہ منزل مقصود کے قریب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، انھوں نے دل میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نماز میں . . . دیر ہو جائے، اس لیے منزل مقصود کی طرف بڑھتے بڑھتے اشاروں ہی میں نماز پڑھتے

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی قیام شہر رمضان [۲] ایضاً باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی لیلۃ القدر [۳] موطأ امام مالک کتاب الصلوۃ ما جاء فی قیام رمضان مع زرقانی شرح موطا،

ہوئے بڑھے[1]، غزوۂ احزاب سے واپسی کے بعد آپ نے صحابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا، اور حکم دیا کہ عصر کی نماز جاکر وہیں پڑھیں، لیکن راستے میں عصر کا وقت آگیا، تو بہت سے صحابہ نے فوراً نماز پڑھائی[2]،

ایک دن ظہر کے بعد کچھ لوگ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اٹھ کر عصر کی نماز پڑھنے لگے، تو ان لوگوں نے کہا "آپ نے بڑی عجلت کی"، بولے کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ "یہ منافقین کی نماز ہی، منافقین کی نماز ہی کہ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں، اور جب آفتاب زرد ہونے لگتا ہی تو چار رکعت پڑھ لیتے ہیں، اور خدا کو اسمیں بہت کم یاد کرتے ہیں[3]"

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مکہ میں حجاج کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن جب اس نے تاخیر کرنا شروع کی، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا، اور مکہ سے نکل گئے[4]،

پابندی جماعت صحابۂ کرامؓ نماز باجماعت کو نہ صرف ذریعۂ ازدیاد ثواب خیال کرتے تھے بلکہ اسکو اسلام و نفاق اور ایمان و کفر کے درمیان حدِ فاصل سمجھتے تھے حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن ان کا معمول یہ تھا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز ادا کر لیتے تھے، پھر اپنی مسجد میں جاکر نماز پڑھاتے تھے، لیکن ایک روز دیر میں واپس آئے اور نماز میں سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی، ایک کاروباری آدمی تھک کر جماعت سے علٰحدہ ہوگیا، اور الگ نماز پڑھ لی، تو ایک صحابی نے فوراً کہا کہ تم منافق ہوگئے[5]،

ایک صحابی کہتے ہیں کہ نماز باجماعت سے صرف شہور منافق ہی الگ رہتا تھا، ورنہ بعض لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر شریک جماعت ہوتے تھے[6]،

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے عام حکم دیدیا تھا کہ بارش اور اندھیری میں لوگ اپنے اپنے گھروں

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الطالب [2] بخاری باب صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکبًا وایماءً [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب وقت صلوۃ العصر [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [5] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ للامر یحدث [6] نسائی کتاب الامامۃ والجماعۃ باب المحافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی بہن،

ہی مین نماز پڑھ لیا کریں، لیکن صحابہ کرامؓ کو آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دن پانی برس رہا تھا اور سخت اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ اسی حالت مین چند صحابہ اس غرض سے نکلے کہ چل کے آپکے ساتھ نماز ادا کریں؎۱،

ایک صحابی کا گھر مدینہ کے انتہائی کنارے پر تھا لیکن ہر وقت کی نماز رسول اللہ صلعم کے ساتھ پڑھتے تھے' ایک صحابی کو انکی حالت پر رحم آگیا اور کہنے لگے کہ کاش تم ایک گدھا خرید لیتے جو زمین کی تمازت' ٹھوکر' اور سانپ بچھو سے تم کو محفوظ رکھتا' بولے "مین رسول اللہ صلعم کے گھر کے قریب رہنا نہیں چاہتا، کیونکہ مجھ کو اپنے ہر نقش قدم کے ثواب کی توقع ہے"،

مدینہ مین قبیلۂ بنو سلمہ کا محلہ مسجد سے بہت دور تھا، لیکن وہ لوگ نماز باجماعت کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنا محلہ چھوڑ کر مسجد نبویؐ کے آس پاس آباد ہو جانا چاہا، لیکن چونکہ اس سے ایک محلہ ویران ہوا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ "تم کو ہر اس قدم کا ثواب ملے گا جو مسجد کی جانب اٹھے گا"؎۲،

جماعت کے انتظار مین صحابۂ کرام سخت تکلیفین برداشت کرتے تھے، لیکن اس کی پابندی مین کوئی فرق نہین آتا تھا، ایک رات رسول اللہ صلعم کو کوئی کام پیش آگیا، اسلیے عشاء کی نماز مین بہت تاخیر ہو گئی' یہانتک کہ صحابۂ کرامؓ سو گئے، لیکن نماز کا روحانی خواب کیونکر بھلایا جاسکتا تھا، پھر جاگے، پھر سوئے، پھر اٹھے' پھر نیند آگئی، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج دنیا مین تمھارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہین کرتا،،

حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ صحابۂ کرامؓ عشاء کا انتظار اتنی دیر تک کرتے تھے کہ نیند کے مارے ان کی گردنین جھک جھک جاتی تھین؎۳،

؎۱ ابوداؤد کتاب الادب' باب ما یقول اذا اصبح ؎۲ سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا،
؎۳ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضو من النوم ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک شب نماز عشا کے لیئے رسول اللہ صلعم کا انتظار کر رہے تھے، ایک تہائی رات گذر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر امت پر شاق نہ گذرتا تو مین اسی وقت نماز عشا ادا کرتا"[1]

ایک دن نماز عشار کے وقت رسول اللہ صلعم کے انتظار مین اس قدر دیر ہوئی کہ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ آپ نماز ادا کر چکے اور اب گھر سے نہ نکلین گے، آپ تشریف لائے اور لوگون نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو فرمایا کہ "اس نماز کو اسی وقت پڑھو تم کو تمام امتون پر اسی کی وجہ سے فضیلت ہے، تمھارے پہلے کسی اُمت نے اس نماز کو ادا نہین کیا"[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نماز عشار کے لیے آدھی رات تک آپکا انتظار کیا، آپ گھر سے نکلے تو فرمایا کہ "اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ"، ہم لوگ بیٹھ گئے تو ارشاد ہوا کہ "اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے، لیکن تمھارے انتظار کی گھڑیان بھی نماز مین داخل تھین"[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے رفقاے سفر جب مدینہ آئے، تو بقیع بطحان مین قیام کیا، وہان سے اگرچہ تمام لوگ نماز عشار مین شریک نہین ہو سکتے تھے، تاہم باری باندھ لی تھی، اور اپنی اپنی باری پر لوگ آکر آپ کے ساتھ عشار پڑھتے تھے،[2]

نماز مین خشوع و خضوع صحابہ کرامؓ کی نمازون مین نہایت محویت، استغراق، خشوع، خضوع اور تضرع و زاری پائی جاتی تھی حضرت ابوبکرؓ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھتے کہ اُن پر شدت سے گریہ طاری ہوجاتا، اور کفار کی عورتون اور بچون پر اسکا اثر پڑتا حضرت عمرؓ نماز مین اس شدت سے روتے کہ پچھلی صف کے لوگ رونے کی آواز سنتے حضرت عبد اللہ بن شدادؓ کا

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی وقت العشار الآخرۃ، [2] بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب فضل العشا،

[3] بخاری کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس،

بیان ہے کہ "میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنتا تھا"[1]

حضرت تمیم داریؓ ایک رات تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت یعنی ام حسب الذین اجترحوا السئیات الخ کی قرأت میں صبح کردی، اسی کو بار بار پڑھتے تھے، رکوع کرتے تھے، سجدے میں جاتے تھے، اور روتے تھے[2]۔

سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں بھی صحابۂ کرامؓ کی یہ محویت قائم رہتی تھی، دو بہادر صحابی ایک پہاڑ کے درے میں رسول اللہ صلعم کی حراست پر مامور تھے، ان میں ایک بزرگ مصروف نماز ہوئے تو اسی حالت میں ایک انتقام کیش مشرک آیا اور ان کے جسم میں تین تیر لگائے، لیکن انھوں نے نماز کو برابر قائم رکھا۔ ان کے دوسرے رفیق سو گئے تھے، بیدار ہوئے اور اُن کے خون آلود زخم دیکھے تو کہا "مجھے پہلے ہی کیوں نہیں جگایا؟" بولے کہ میں نماز میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا جس کو ناتمام چھوڑنا مجھ کو پسند نہ آیا[3]۔

محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہ کی حضوری نماز میں خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتی، ایک دن حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی، اور چونکہ باغ بہت گھنا تھا، اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں، پھنس گئی اور نکلنے کی راہیں ڈھونڈھنے لگی، ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اُچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا، اور اس کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں دل میں کہا کہ "اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا، فوراً رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا "یا رسول اللہ صلعم میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں"۔

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب صلوۃ الجماعۃ وفضلہا باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت تمیم داریؓ [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم،

ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، فصل کا زمانہ تھا، دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی ہیں، اس قدر فریفتہ ہوئے کہ نماز کی رکعتیں یاد نہ رہیں، نماز سے فارغ ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "اس باغ کی وجہ سے میں فتنہ میں مبتلا ہو گیا، اس کو اموال صدقہ میں داخل کر لیجیے"، چنانچہ انھوں نے اس کو ۵۰ ہزار پر فروخت کیا، اور اس نسبت سے اس کا نام خمسین[۱] پڑ گیا۔

اسی خشوع و خضوع کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے حضرت انسؓ رکوع کے بعد قیام میں دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہیں[۲] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کیلیے کھڑے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ستون کھڑا ہے، ایک دن رکوع میں اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے بقرہ، آل عمران، نسا، اور مائدہ جیسی طویل سورتوں کی تلاوت کر ڈالی لیکن انھوں نے اس درمیان میں سر اٹھایا[۳]،

(ابواب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ مفروضہ صحابۂ کرام اگرچہ سخت مفلس اور نادار تھے، تاہم خدا کی راہ میں وہ اپنا مال سیکڑوں طریقے سے صرف کرتے تھے، جہاد کے سامان، اور نو مسلموں کی کفالت کے علاوہ صدقہ خیرات سے کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، زکوٰۃ سب سے مقدم اور ضروری چیز تھی، یعنی غلہ پر الگ، سامان تجارت پر الگ، گھوڑوں پر الگ، اونٹوں پر الگ، باغوں پر الگ غرض کوئی چیز ایسی نہ تھی جس میں خدا کا حق نہ ہوتا، تاہم اس سے وہ نہ گھبراتے تھے نہ تنگدل ہوتے تھے، بلکہ نہایت فیاضی کے ساتھ خدا کے اس حق کو ادا کرتے تھے، جب کھجوروں کی فصل تیار ہوتی تو تمام صحابہ زکوٰۃ کی کھجوریں لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت

---

۱ موطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ النظر فی الصلوٰۃ الی ما یشغلک عنہا ۲ بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صفۃ الصلوٰۃ باب المکث بین السجدتین ۳ اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ عبداللہ بن زبیرؓ،

میں حاضر ہوتے اور آپ کے گرد کھجوروں کا ڈھیر لگا دیتے[1]۔

حضرت عدی بن حاتمؓ اپنے قبیلہ طے کا صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو چونکہ اسلام مین یہ پہلا صدقہ تھا، اس لیے اس کو دیکھ کر رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے[2]۔ جو لوگ اپنے قبیلہ کی زکوٰۃ لیکر آتے، رسول اللہ صلعم اُن کے لیے دُعاے خیر فرماتے حضرت ابو اوفیؓ اپنی قوم کی زکوٰۃ لیکر آئے تو آپ نے دعا دی[3]،

اللھم صل علیٰ آل ابی اوفی — خداوندا آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما،

جو لوگ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجے جاتے صحابۂ کرام ہمیشہ ان کو رضامند رکھتے، ایکبار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین چند بدوؤن نے محصلین زکوٰۃ کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا "ان کو راضی رکھو" حضرت جریر بن عبد اللہؓ کا بیان ہو کہ جب سے مین نے یہ سُنا میرے پاس سے محصل زکوٰۃ ہمیشہ خوش گیا[4]۔

زیور عورتون کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہین لیکن صحابیاتؓ کو خدا کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی، ایک بار آپکی خدمت مین ایک صحابیہ اپنی لڑکی کے ساتھ حاضر ہوئین جس کے ہاتھ مین سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے کنگن دیکھ کر فرمایا "کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو" بولین "نہین"، فرمایا "کیا تمھین یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ خدا قیامت کے دن ان کے بدلے تمھارے ہاتھ مین آگ کے کنگن پہنائے"؟ اُنھون نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈالدیے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہین[5]"۔

صدقہ فطر ادا کرنا

صدقہ فطر واجب ہے اس لیے صحابۂ کرامؓ ہر چھوٹے بڑے غلام آزاد کی طرف سے نہایت التزام کے ساتھ صدقۂ فطر ادا فرماتے تھے، یہان تک کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنے غلام نافع کے بچون بلکہ کافر غلامون کی جانب سے بھی صدقۂ فطر دیتے تھے[6]، رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ نماز عید سے

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل، [2] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار و اسلم وغیرہا، [3] ابو داود، کتاب الزکوٰۃ باب المصدق لاہل الصدقۃ، [4] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ارضاء السعاۃ، [5] ابو داود کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو و زکوٰۃ الحلی، [6] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک،

پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے کہ دو ایک دن پیشتر ہی صدقۂ فطر دیتے تھے[1]، ان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام صحابہؓ ایسا کرتے تھے[2]، عہد رسالت میں ایک صاع جو یا کھجور یا منقے صدقۂ فطر میں دیا جاتا تھا، لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا تو اُنھوں نے ان چیزوں کے بجائے نصف صاع گیہوں کر دیا، حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے لوگوں نے دو مد شامی گیہوں کے دینے کا التزام کر لیا[3]

زکوٰۃ کی طرح صدقۂ فطر وصول کرنے کے لیے بھی اشخاص مقرر ہوئے تھے، جو اس کو وصول کر کے ایک جگہ جمع کرتے تھے[4]، بخاری کتاب الوکالہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے جو یہ مروی ہے:

وکلنی رسول اللہ صلعم بحفظ	رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان کا مجھ کو
زکوٰۃ رمضان،	وکیل بنایا،

اس میں زکوٰۃ رمضان سے صدقۂ فطر ہی مراد ہے، جو ادا کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا، اور اس کی حفاظت کے لیے رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مقرر کیا تھا[5]،

صدقہ وخیرات | اگرچہ صحابۂ کرامؓ سخت تنگدست تھے، تاہم ان کو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا، اس کو صدقہ و خیرات کر دیتے تھے، حضرت ابو مسعودؓ انصاری سے روایت ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام بازاروں میں جاتے اور حمالی کرتے، محنت مزدوری میں جو کچھ ملتا، اس کو صدقہ کر دیتے[6]،

حضرت اسماءؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کی قیمت گود میں لیے بیٹھی تھیں کہ اُنکے

---

[1] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب متی تودی صدقۃ الفطر [2] بخاری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک، [3] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر، [4] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک [5] بخاری مع فتح الباری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا، فاجازہ الموکل فھو جائز [6] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ،

ستوہر حضرت زبیرؓ آئے اور قیمت دیکھ کر کہا "مجھے دیدو" بولین "مین نے تو اس کو صدقہ کردیا"[۱]،

حضرت حکیم بن حزامؓ زمانۂ جاہلیت ہی مین نیک کامون کے کرنے مین مشہور تھے، اسلام لائے تو زمانۂ جاہلیت مین جو جو نیک کام کیے تھے، اسلام مین بھی اسی قسم کے نیک کام کیے، دارالندوہ جو قریش کا ایک قابلِ فخر یادگار تھا، ان ہی کے قبضہ مین تھا، انھون نے اس کو حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور اُس کی کل قیمت خیرات کردی[۲]،

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے، اور پانچہزار وظیفہ پاتے تھے لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی تو کل کی کل خیرات کردیتے تھے اور خود اپنے کسب سے روزی پیدا کرتے تھے[۳]،

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہزار غلام تھے، وہ کما لاتے تھے تو کل رقم صدقہ کردیتے تھے، گھر مین ایک حبہ بھی آنے نہین پاتا تھا[۴]،

حضرت ابوذر غفاریؓ سرے سے مال کا جمع کرنا ہی ناجائز سمجھتے[۵] تھے،

بعض حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو چیز صدقہ مین دیدے اسکو دوبارہ نہ خریدے اس لیے حضرت ابن عمرؓ اگر صدقہ کا مال دیکر پھر خریدتے تو اسکو اپنی ملک مین نہ رکھتے بلکہ صدقہ کردیتے[۶]،

رسول اللہ صلعم کی ترغیب وتحریض سے صحابۂ کرامؓ اور بھی زیادہ صدقہ وخیرات کی طرف مائل ہوجاتے تھے، ایک بار آپنے خطبۂ عید مین صدقہ کی ترغیب دی، عورتون کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوے تھے، اور عورتین اپنے کان کی بالیان اور ہاتھ کی انگوٹھیان پھینکتی جاتی تھین[۷]، ایک بار قبیلہ مضر کے بہت سے فاقہ زدہ لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے، آپ نے اُن کی حالت دیکھی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، اور نماز کے بعد ایک خطبہ دیا جس مین اُن پر

[۱] مسلم کتاب آداب باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق،
[۲] اسد الغابہ تذکرہ حکیم بن حزامؓ۔ [۳] استیعاب حضرت سلمان فارسی۔ [۴] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن عوامؓ،
[۵] بخاری کتاب الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز۔ [۶] ایضاً باب ہل یشتری صدقتہ [۷] ابوداود کتاب الصلوۃ باب الخطبہ فی یوم العید،

صدقہ کرنے کی ترغیب دی؛ ایک صحابی کے پاس درہم ودینار کی ایک تھیلی اس قدر وزنی تھی کہ اس کو بمشکل اُٹھا سکتے تھے، لیکن اُنھون نے اس کو آپ کے سامنے ڈال دیا، اس کے بعد اور تمام صحابہ نے کپڑے اور غلہ کا ڈھیر لگا دیا،[1]

ایک بار آپ نے دیکھا کہ انصار نے اپنے باغون کے گرد چار دیواریان قایم کردی ہین، حالانکہ پہلے ایسا نہین کرتے تھے، فرمایا کہ "نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا مین کچھ کہون گا" جب نماز ہوچکی تو تمام انصار آپ کے گرد جمع ہوگئے، آپ نے فرمایا کہ "تم پہلے قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیمون کی پرورش کرتے تھے، اور دوسری نیکیان کرتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو؟ انسان جو کچھ کھالیتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے، اور چڑیان جو کچھ کھالیتی ہین اس کا ثواب ملتا ہے" انصار پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ پلٹے تو سب نے اپنے اپنے باغ کی دیوارون مین ایک ایک دو دو شگاف کردیئے، کہ ان کا فائدہ سب کو پہنچے،[2]

ایک بار مسجد نبوی مین ایک سائل آیا، آپ نے صحابہ رض کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کپڑے زمین پر ڈالدین، سب نے اپنے اپنے کپڑے ڈال دیئے، اوران مین سے آپ نے سائل کو دو کپڑے دیدیئے، پھر آپ نے صدقہ کی ترغیب دی؛ اب خود سائل نے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا پھینک دیا،[3]

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "آج تم مین کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے"؛ حضرت ابوبکر رض مسجد مین آئے جہان اُن کو ایک سائل ملا، اُن کے بیٹے حضرت عبدالرحمان رض کے ہاتھ مین روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اُن سے لیکر سائل کو دیدیا،[4]

صحابہ کرام جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی چیز خالصۃً لوجہ اللہ صدقہ مین دیتے اس کو دیکھ کر

---

[1] نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ [2] اسد الغابہ تذکرہ خالد بن صخر رض [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ: باب الرجل یخرج من مالہ [4] ایضاً باب المسألۃ فی المساجد،

منافقین طعنہ دیتے، بدگمانی کرتے، لیکن اُن پر اس کا کچھ اثر نہ پڑتا، ایک بار حضرت عبد الرحمن رضؓ بن عوف نے آٹھ ہزار صدقہ میں دیئے تو منافقین نے کہا کہ "یہ ریاکار آدمی ہیں" لیکن ایک صحابی نے ڈول کھینچنے کی اُجرت میں ایک صاع پایا اور اس کو صدقہ میں دیا تو منافقین نے کہا "خدا اس حقیر خیرات سے بے نیاز ہے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی :۔

والذین یلمزون المطوعین
من المومنین فی الصدقات
والذین لا یجدون
الا جھدھم فیسخرون
منھم سخر اللہ منھم
ولھم عذاب الیم؁
(توبہ)

یہ (منافق) ہی تو ہیں کہ مسلمانوں میں جو لوگ دیا مقدور ہیں اور) خوشدلی سے خیرات کرتے ہیں ان پر (ریاکاری) کا عیب لگاتے ہیں، اور جو لوگ اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا (زیادہ) کا مقدور نہیں رکھتے (اور اس پر بھی جو میسر آجاتا ہے خدا کی راہ میں دینے کو موجود ہو جاتے ہیں) اُن پر (ناحق کی شیخی کا) عیب لگاتے ہیں، غرض ان (سب) پر ہنستے ہیں جو اللہ ان منافقوں پر ہنستا ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک (تیار) ہے،

مردوں کی جانب سے صدقہ کرنا

صحابۂ کرامؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی صدقہ کرتے تھے، اور ان کو اس کا ثواب پہنچاتے تھے حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے انتقال کیا تو انھوں نے اُن کی جانب سے بطور صدقہ جاریہ کے ایک کنواں کھدوایا۔[2] ایک صحابی کی والدہ نے انتقال کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ "یا رسول اللہ

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۴۔ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل سقی الماء،

میری ماں دفعۃً مرگئی اور کوئی وصیت نہین کی، لیکن اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو صدقہ کرتی، اب اگر مین اسکی جانب سے صدقہ کرون تو اس کو ثواب ملیگا؟ آپ نے فرمایا "ہان ملیگا"[1]

اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا عام خیال ہے کہ صدقہ وخیرات صرف فقرار ومساکین کے ساتھ مخصوص ہین لیکن درحقیقت اعزہ واقارب کی اعانت کرنا سب سے بڑا صدقہ ہے، اور سب سے پہلے اسلام نے اس دقیق نکتہ کو بتایا، اور صحابۂ کرام نے اس پر عمل کیا،

حضرت ابو طلحہ رضہ نے اپنا کنوان بیرحا خدا کی راہ مین وقف کرنا چاہا تو رسول اللہ صلعم کے حکم سے اپنے اعزہ واقارب پر تقسیم کردیا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے عورتون کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینب رضہ نے اُن سے کہا کہ "تم نادار آدمی ہو رسول اللہ کے پاس جاؤ، اگر آپ اجازت دین تو مین جو صدقہ کرنا چاہتی ہون تمھین پر کرون لیکن حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے کہا "تمھین جاؤ" وہ آئین تو آستان مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری بی بی بھی موجود تھین، دونون بی بیون نے حضرت بلال رضہ کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ "دو عورتین اپنے شوہرون اور چند یتیمون پر جو ان کی کفالت مین ہین صدقہ کرنا چاہتی ہین کیا یہ جائز ہے؟" آپ نے فرمایا "ان کو دوہرا ثواب ملیگا، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا"، ایک بار حضرت ام سلمہ رضہ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! مین ابو سلمہ کے لڑکون کے مصارف برداشت کرتی ہون کیا مجھ کو اس کا ثواب ملیگا، مین اُن کو چھوڑ نہین سکتی، کیونکہ وہ میرے لڑکے ہین،" فرمایا "ہان تم کو ثواب ملیگا"[2]

ایک صحابیہ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی، ماں کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت دریافت کیا، فرمایا "صدقہ کا ثواب تمھین مل چکا، اور اب وہ لونڈی

---

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب النفقۃ علی الاقربین و الزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین

تمھاری وراثت مین داخل ہوگئی[۱]،،

صدقہ دینے پر اصرار صرف یہی نہین کہ صحابہ کرامؓ صدقہ دیتے تھے، بلکہ صدقہ دینے پر اصرار کرتے تھے، ایک بار ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ "یا رسول اللہؐ مین نے اس کو ایک کان مین پایا ہے، قبول فرمایئے، یہ صدقہ ہے، اس کے سوا میرے پاس کچھ نہین" آپ نے اعراض فرمایا، پھر داہنے جانب سے آئے، اور یہی درخواست کی، آپ نے منھ پھیر لیا، پھر بائین جانب سے آئے، آپ نے پھر روگردانی کی، پھر پیچھے سے آئے، اب کی بار آپ نے اس کو لیکر ان کی طرف اس زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑا ہوتا، تو چوٹ آتی، اور فرمایا کہ تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ مین دیدیتے ہو پھر بھیک مانگنے لگتے ہو، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہجائے[۲]،،

آپ نے ایک بار صدقہ دینے کا حکم دیا، تو ایک صحابی نے کہا "میرے پاس ایک دینار ہے" فرمایا "اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو" بولے "ایک دینار اور بھی ہے" فرمایا "اپنے لڑکے پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنی بی بی پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنے خادم پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اب تم بہتر سمجھو[۳]"،،

صدقہ دینے مین مسابقت اسلام نے اگرچہ قمار بازی کو حرام کردیا تاہم صحابہ کرام بازی لگانے سے باز نہین آتے تھے، لیکن اس بازی مین جو شخص کامیاب ہوجاتا تھا، اس کے ہاتھ ناجائز مال نہین آتا تھا، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول آتے تھے،

ایک دن رسول اللہ صلعم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا، حُسنِ اتفاق سے اُس وقت حضرت عمرؓ کے پاس مال تھا، اُنھون نے دل مین کہا "آج مین ابوبکر سے بازی لیجاؤن گا، نصف مال

---

[۱] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا۔ [۲] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الرجل یخرج من مالہ۔ [۳] ایضاً باب فی صلۃ الرحم۔

لیکر حاضر خدمت ہوئے، آپ نے فرمایا "کچھ اہل و عیال کے لیے بھی رکھا ہی" بولے "اسی قدر" اسی اثنا میں حضرت ابو بکرؓ اپنا کل سرمایہ لیکر حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا "اہل و عیال کیلیے کیا چھوڑا" بولے "اللہ اور اللہ کا رسول" اب حضرت عمرؓ نے کہا "مین تم سے کبھی بازی نہ لیجا سکون گا"[1]

اخفاے صدقہ | صدقہ و خیرات اگرچہ ہر حال مین نیکی کا کام ہی، لیکن چھپا کر صدقہ دینا اور بھی افضل ہے، اس لیے قرآن مجید مین آیا ہی:-

ان تبدوا الصدقات فنعما هی وان	اگر علانیہ صدقہ دو تو یہ بھی بہتر ہی لیکن اگر چھپا کر
تخفوها وتوتوها الفقراء فهو خیر لكم	دو تو یہ اور بھی اچھا ہے،

اس لیے بعض صحابہ مخفی طور پر صدقہ دینا زیادہ پسند کرتے تھے، چنانچہ جب یہ آیت

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما	تم نیکی کو اس وقت تک نہین پاسکتے جب تک
تحبون،	اپنے محبوب ترین مال کو خیرات نہ کرو،

یا یہ آیت :-

من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا	وہ کون ہی جو خدا کو اچھا قرض دے،

نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "اگر ممکن ہوتا تو مین اپنے فلان باغ کو صدقہ مین دیتا، اور اس کو بالکل مخفی رکھتا اسکا اعلان نہ کرتا"[2]

اپنے بہترین مال کا انفاق | ہم ہین کہ صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ مین ادنیٰ درجہ کی چیز بھی نہین دیسکتے لیکن صحابہ کرامؓ ان مین ہمیشہ اپنا بہترین مال صرف کرتے تھے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا	تم لوگ جب تک اپنا بہترین مال خیرات کرو
مما تحبون	نیکی کو نہین پاسکتے،

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۸۵،

تو حضرت ابو طلحہؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یا رسول اللہؐ خدا کہتا ہی کہ جب تک تم لوگ اپنا بہترین مال خیرات نہ کروگے، نیکی کو نہ پاؤگے، میرا محبوب ترین مال بیرحا ہی جسکو مین خدا کی راہ مین صدقہ کرتا ہون اور خدا سے اس کے ثواب کی امید کرتا ہون[1]"

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی جو چیز پسند آتی اس کو خدا کی راہ مین دیدیتے، ایک بار سفر حج مین تھے، اونٹنی کی چال پسند آئی، تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اسکو قربانی کے جانورون مین داخل کرلو[2]

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے مصدقین زکوٰۃ کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ مین مال کا بہترین حصہ لین، لیکن صحابہ کرامؓ بخوشی اپنے مال کا بہترین حصہ دیتے تھے، ایک صحابی نے ایک محصل زکوٰۃ کو اپنی بہترین اونٹنی دی، لیکن اس نے لینے سے انکار کیا، تو کہا کہ "میری خواہش ہے کہ آپ میرا بہترین اونٹ لین" پھر اس سے کم درجہ کی اونٹنی دی، لیکن اس نے اب بھی انکار کیا، بالآخر اس سے بھی کم درجہ کی اونٹنی لینے پر راضی ہوا۔

ایک دن ایک صحابی پہاڑ کے درے مین بکریان چرا رہے تھے، دو مصدق زکوٰۃ آئے، اور کہا کہ "ہم کو رسول اللہ صلعم نے تمھاری بکریون کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے" بولے "مجھکو کیا دینا پڑیگا؟" انھون نے کہا "ایک بکری" انھون نے ایک نہایت فربہ گابھن بکری دی تو بولے کہ "ہم اس کو نہین لے سکتے، آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، وہ ایک صحابی کے پاس آئے اور انھون نے اپنے تمام اونٹ حاضر کردیئے، وہ سب کا جائزہ لیکر بولے کہ "تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا" بولے "نہ تو وہ سواری کے قابل ہی، نہ دودھ دیتا ہے، یہ

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب [2] طبقات ابن سعد و اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

جوان فربہ اونٹنی حاضر ہے"، بولے "جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے مین اس کو قبول نہین کر سکتا، رسول اللہ صلعم تم سے قریب ہی ہین، اگر تم چاہو تو خود آپ کی خدمت مین اس اونٹنی کو پیش کر سکتے ہو، اگر آپ نے قبول فرما لیا تو مین بھی قبول کر لون گا"، وہ اونٹنی لیکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ "یا نبی اللہ میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے آپ کا محصل آیا، اور آج سے پہلے رسول اللہ یا رسول اللہ کا کوئی محصل میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے نہین آیا تھا مین نے اپنے تمام اونٹ اس کے سامنے حاضر کر دیئے، تو اس نے کہا کہ "تم پر صرف ایک بچہ فرض ہے" لیکن وہ نہ تو دودھ دیتا تھا، نہ سواری کے قابل تھا، اس لیے مین نے اس کو جوان اور فربہ اونٹنی دی، لیکن اس نے انکار کر دیا، اب مین اس کو آپ کی خدمت مین پیش کرتا ہون" آپ نے ارشاد فرمایا "فرض تو تم پر وہی ہے، اس سے زیادہ دو تو صدقہ ہوگا، اور ہم اس کو قبول کر لین گے" انھون نے کہا "تو یہ حاضر ہے"، آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال مین برکت کی دعا فرمائی،[1]

(ابواب الصیام)

صوم رمضان رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدا مین عشاء کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا، اس پابندی کی وجہ سے اگرچہ بعض اوقات صحابہؓ کو سخت زحمتین برداشت کرنی پڑین لیکن بااین ہمہ اُنھون نے روزہ رکھنے مین کبھی سہل انگاری سے کام نہین لیا، ایک دن رمضان کے مہینے مین حضرت صرمہ بن قیسؓ انصاری نے بی بی سے کھانا مانگا، سو اتفاق سے گھر مین کچھ نہ تھا، وہ باہر گئین کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائین، لیکن اس اثنا مین اُن کی آنکھ لگ گئی اور کھانا نہ کھا سکے، صبح کو پھر روزہ رکھے ہوئے کام دھندے کے لیے نکل گئے، دو دن کا متصل فاقہ، اس پر کام کی محنت، دوپہر ہوئی تو بھوک کی شدت سے بیہوش ہو گئے[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمہ۔ [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب مبدء فرض الصیام،

اگر کسی غلطی سے صحابہ کرامؓ کا روزہ ٹوٹ جاتا تو اُن پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا، ایک صحابی نے رمضان میں دن کو اپنی بی بی سے مباشرت کرلی بعد کو اس قدر بد حواس ہوئے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بال نوچتے ہوئے، سینہ کوبی کرتے ہوئے آئے، اور کہا کہ "میں ہلاک ہوگیا"۱؎

سفر میں روزہ رکھنا

حالتِ سفر میں اگرچہ روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، تاہم صحابۂ کرامؓ اس حالت میں بھی سخت سے سخت تکلیف برداشت کرتے، لیکن افطار کرنا پسند نہ کرتے، ایک صحابی نے سفر میں روزہ رکھا تو دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنے کے لیے لوگوں نے اُن کے سر پر چادر تان دی، رسول اللہ صلعم نے اُن کے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھا تو فرمایا "سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں"۲؎

رسول اللہ صلعم ایک سفر میں تھے، دھوپ اس قدر تیز تھی کہ لوگ اس کی شدت سے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے، لیکن اس حالت میں بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے۳؎،

ایک بار صحابۂ کرامؓ ایک نہایت گرم دن میں سفر کررہے تھے، ان میں جو لوگ روزے سے تھے منزل پر پہنچکر ضعف سے گر پڑے اور بے روزہ داروں نے خیمے وغیرہ کھڑے کیے،۴؎

رسول اللہ صلعم نے مکہ کا سفر کیا تو تمام صحابہ روزہ سے تھے، منزل پر پہنچکر فرمایا کہ "تم لوگ دشمن کے قریب پہنچ گئے، اور افطار تمھارے لیے ازدیادِ قوت کا سبب ہوگا" اس پر بھی بہت سے صحابہ نے روزہ افطار نہیں کیا، دوسری منزل آئی تو آپ نے اور بھی تاکید کے ساتھ افطار کی ترغیب دی، اب تمام صحابہ نے روزہ توڑ دیا،

صوم عاشوراء

رمضان کے روزوں کے علاوہ صحابۂ کرامؓ اور بھی مختلف قسم کے روزے رکھتے تھے، اول اول عاشوراء کا روزہ فرض تھا، اس لیے عاشوراء کی صبح کو رسول اللہ صلعم منادی کرادیتے کہ

۱؎ موطا امام مالک کتاب الصیام باب من افطر فی رمضان۔ ۲؎ ابوداؤد کتاب الصیام باب اختیار الفطر ۳؎ بخاری کتاب الصوم باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر ۴؎ مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر ۵؎ ایضاً باب اجر المفطر فی السفر اذا تولی العمل،

جن لوگون نے روزہ رکھا ہے وہ اپنے روزے پورے کرلین، اور جو لوگ کھا پی چکے ہین، وہ بقیہ دن کا روزہ رکھین، اس اعلان کے بعد صحابۂ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ نہ صرف خود روزے رکھتے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچون سے بھی روزے رکھواتے اور جب وہ کھانے کے لیے روتے تو بہلانے کے لیے اُن کو رنگین اُون کی گڑیان دیدیتے، فرضیتِ صوم رمضان کے بعد اگرچہ یہ روزہ فرض نہین رہا، تاہم بعض صحابہ نے اس کو قائم رکھا، ایک بار حضرت معاویہؓ نے مدینہ مین خطبہ دیا، جس مین فرمایا، کہ" اس دن کا روزہ اگرچہ فرض نہین ہو تاہم مین روزے سے ہون، جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کرے"[۲]

صوم داوٗدی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ و صائم الدہر رہا کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے ان کو منع فرمایا، اور کہا کہ" ہر مہینہ مین صرف تین دن رکھا کرو"، لیکن اُن کے شوق کو اس سے کیا تسکین ہو سکتی تھی؟ بولے" مجھ مین اس سے زیادہ طاقت ہو" ارشاد ہوا تو صوم داوٗدی کا التزام کرلو، یعنی ایک دن کا ناغہ دیکر دوسرے دن کا روزہ رکھو"[۳]

صوم وصال رسول اللہ صلعم متصل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے، آپ کو دیکھ کر صحابۂ کرامؓ نے بھی متصل روزے رکھنے شروع کیے، لیکن آپنے صحابہ کو روکدیا، اور فرمایا" میری حالت تم سے مختلف ہے، مجھ کو خدا کھلاتا پلاتا ہے"[۴]، تاہم بعض صحابہ صوم وصال کے پابند تھے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ متصل ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھا کرتے تھے،[۵]

دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے رسول اللہ صلعم ان دونون دنون کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ" ان دونون دنون مین اللہ تعالےٰ کے سامنے بندون کے اعمال پیش کیے جاتے ہین" بعض صحابہ

---

[۱] مسلم کتاب الصوم باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیۃ یومہ [۲] ایضاً باب صوم یوم عاشوراء [۳] مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر [۴] ایضاً باب النہی عن الوصال فی الصوم [۵] اسد الغابہ تذکرہ بن زبیر

نے بھی اس کا التزام کر لیا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت اسامہؓ وادی قریٰ کو گئے، اور ان دونون کے روزے رکھے، غلام نے کہا "آپ تو بڈھے ہین، ان دنون مین کیون روزہ رکھتے ہین"؟ بولے "رسول اللہ صلعم ان دنون کے روزے رکھا کرتے تھے"[۱]،

ایام بیض کے روزے رسول اللہ صلعم ایام بیض ہر مہینے کی تیرھوین چودھوین اور پندرھوین کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "یہ روزے صوم دہر کے مثل ہین" صحابۂ کرامؓ کو بھی یہی حکم تھا[۲]،

صائم الدہر رہنا ایک صحابی ایک سال آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر واپس چلے گئے، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوے تو صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ آپ نے اُن کو نہین پہچانا، اس بنا پر انھون نے خود اپنا تعارف کرایا، اور کہا کہ "مین وہی شخص ہون جو پہلے سال آیا تھا"، فرمایا تمھارا کیا حال ہو گیا؟ تمھاری صورت تو اچھی خاصی تھی" بولے "جب سے آپ سے جدا ہوا ہون رات کے سوا دن کو کبھی کھانا نہین کھایا"، لیکن آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا[۳]، باایہمہ بہت سے صحابہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے، حضرت ابو امامہؓ نے متعدد غزوات مین رسول اللہ صلعم سے بار بار دعاے شہادت کی درخواست کی، لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی، اخیر مین عرض کی کہ "اچھا یہ نہین تو کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمایئے کہ خدا مجھے اُس سے نفع دے" آپ نے روزے کا حکم دیا اور انھون نے متصل روزے رکھنے کا التزام کر لیا، خادم اور بی بی نے بھی اس عمل صالح مین شرکت کی، اور روزہ اُن کے گھر کی امتیازی علامت ہو گئی، اگر کسی دن ان کے گھر مین دُھوان اٹھتا یا آگ جلائی جاتی تو لوگ سمجھتے، کہ آج ان کے گھر مین کوئی مہمان آیا ہے[۴]، ورنہ اس گھر مین دن کا کھانا کیونکر پک سکتا تھا،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصوم باب فی صوم الاثنین والخمیس [۲] ایضاً باب فی صوم الثلاث من کل شہر [۳] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم اشہر الحرام [۴] مسند جلد ۵ صفحہ ۲۵۵،

حضرت زید بن سہل رضؓ عہد رسالت میں غزوات کی شرکت کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو اس کی تلافی کرنا شروع کی اور ۴۰ برس تک متصل روزے رکھے، اور عید کے سوا کہ اُس دن روزہ رکھنا حرام ہے کبھی بے روزہ نہ رہے[1]۔

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضؓ بھی ہمیشہ روزے سے رہتے تھے[2]۔

نفل کے روزے رکھنا

حضرت ابو الدرداء رضؓ کو نفل کے روزہ کا اس قدر شوق تھا کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے تو کہتے کہ "میں آج روزے سے ہوں" حضرت ابو طلحہ رضؓ، حضرت ابو ہریرہ رضؓ، حضرت حذیفہ رضؓ، اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ کا بھی یہی حال تھا[3]۔

بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھیں، جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی اُنھوں نے روکا تو ان کو سخت ناگوار ہوا، اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جاکر شکایت کی؛ لیکن آپ نے حکم دیا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی[4]۔

مُردوں کی جانب سے روزہ رکھنا

صحابۂ کرام رضؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مُردوں کی جانب سے بھی روزے رکھتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس پر پورے مہینے کے روزے فرض تھے؛ کیا میں ان کو پورا کر دوں؟ آپ نے فرمایا "ہاں"[5]۔

بچوں سے روزہ رکھوانا

صحابۂ کرام رضؓ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے صوم عاشورا کے لیے منادی کروائی تو صحابۂ

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت زید بن سہل رضؓ۔ [2] مسلم کتاب الصوم باب التخییر فی الصوم و الفطر فی السفر [3] بخاری کتاب الصوم باب اذا نوی بالنہار صوماً۔ [4] ابو داؤد کتاب الصیام باب المراۃ تصوم بغیر اذن زوجہا۔ [5] بخاری کتاب الصوم باب من مات و علیہ صوم۔

کرامؓ نے خود روزہ رکھا اور بچون سے بھی روزے رکھوا لیے، ایک بار حضرت عمرؓ نے رمضان مین ایک بدمست کو یہ کہہ کر سزا دی کہ "ہمارے بچے روزے رکھتے ہین اور تمھارا یہ حال ہی، افسوس"[1]

اعتکاف ایک بار رسول اللہ صلعم نے رمضان کے آخری عشرہ مین اعتکاف کیا، تو تمام صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ معتکف ہوئے[2]

ازواج مطہرات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اپنا خیمہ الگ نصب کروا لیا، اُنکی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہراتؓ نے خیمے نصب کرا لیے، آپ نے دیکھا تو اپنے ساتھ ازواجِ مطہرات کے خیمے بھی گروا دیئے[3]، کہ اس سے آپ کے سکون و جمعیت خاطر مین فرق آتا تھا،

حضرت عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت مین اعتکاف کی نذر مانی تھی، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلعم سے اس کے پورا کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دی تو انھون نے اُس نذر کو پورا کیا[4]،

(ابواب الحج)

حج فرائض اسلام مین اگرچہ حج تمام عمر مین صرف ایکبار فرض ہی، لیکن بعض صحابہ تقریباً ہر سال فریضۂ حج ادا فرماتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے جہاد کی اجازت چاہی تو فرمایا "بہترین جہاد حج مبرور ہے"، اس کے بعد سے وہ کبھی حج کو چھوڑنا نہین چاہتی تھین[5] حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ مین فرمایا کہ "جب تم جہاد سے فارغ ہو تو حج کے لیے کجاوے کسو کیونکہ حج بھی ایک جہاد ہے[6]"

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب صوم الصبیان [2] مسلم کتاب الصوم باب فضل لیلۃ القدر [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الاعتکاف [4] ایضاً باب المعتکف یعود المریض [5] بخاری کتاب الحج باب حج النساء
[6] بخاری مع فتح الباری کتاب الحج باب الحج علی الرحل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت سے سخت خطرے کی حالت میں بھی حج کو قضا نہیں فرماتے تھے، حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور خود مکہ محاصرہ میں آگیا تو انھون نے اس حالت مین بھی سفر حج کرنا چاہا، صاحبزادے نے روکا تو بولے کہ "ہمارے سامنے رسول اللہ صلعم کا نمونہ موجود ہے، آپ حج کے لیے چلے توکفار نے روکدیا، اگر مجھے بھی روکا جائیگا تو مین بھی وہی کرون گا. جو رسول اللہ صلعم نے کیا[1]۔

صحابۂ کرام جس ذوق وشوق سے حج کرتے تھے اس کا موثر منظر حجۃ الوداع مین دنیا کو نظر آیا تھا، رسول اللہ صلعم نے اعلان حج کیا تو مدینہ مین بکثرت صحابہ جمع ہوئے حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھین، اور اسی سفر مین بہ مقام ذوالحلیفہ ان کو وضع حمل بھی ہوگیا، تاہم وہ بھی شریک سفر ہوئین، آپ مقام بیدا مین پہنچے تو صحابہ کا اس قدر ازدحام ہوا کہ داہنے بائین آگے پیچھے آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے[2]،

تمام خلفاء اپنے زمانۂ خلافت مین بالالتزام حج کرتے تھے، اور خود امیر الحاج ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت دس برس ہے اور اس مدت مین انھون نے متصل دس سال حج کیے، اخیر سال جب لوگون نے اُن کا محاصرہ کرلیا تو خود نہ جاسکے لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحاج بناکر بھیجا[3]۔

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو باطل کردیا تھا، تاہم بعض صحابہ فریضۂ حج کے ادا کرنے مین طرح طرح کا التزام مالایلزم کرتے تھے، ایک صحابیہ نے خانۂ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی اور رسول اللہ صلعم سے دریافت کروایا، تو آپ نے کہا " پاپیادہ بھی چلین اور سوار بھی ہولین "؛ آپ نے ایک بوڑھے صحابی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹون کے سہارے پاپیادہ چل رہے ہین،

---

[1] بخاری کتاب الحج باب طواف القارن [2] مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلعم، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عثمانؓ،

فرمایا کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ پا پیادہ حج کرنے کی منت مانی ہے، آپ نے سوار ہونے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ "خدا اُس کی جان کو عذاب مین ڈالنے سے بے نیاز ہے[1]"

اگر کسی معذوری سے حج کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوجاتا تھا تو صحابۂ کرام کو سخت صدمہ ہوتا تھا، حجۃ الوداع مین حضرت عائشہ رضؓ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہوگئی، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہین، فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولین کہ "کاش مین اس سال حج نہ کرتی" فرمایا "سبحان اللہ، یہ تو فطری چیز ہے، تمام مناسک ادا کرو، صرف خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرو[2]"

باپ ماں کی طرف سے حج کرنا صحابۂ کرام نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتے تھے، حجۃ الوداع کے زمانہ مین ایک صحابیہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور کہا کہ "میرے باپ پر حج فرض ہوگیا ہے، لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہین سکتے کیا مین اُن کی جانب سے حج ادا کردون"؟ آپ نے اُن کو اس کی اجازت دیدی[3]،

ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہوچکا تھا، وہ آپ کی خدمت مین آئین اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہین کیا مین اُن کی جانب سے اس فرض کو ادا کردون"؟ آپنے اُن کو بھی اجازت دیدی[4]،

عمرہ بعض صحابہ عمرہ کو فرض سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال تھا کہ حج کی طرح عمرہ بھی ہر شخص پر فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی فرضیت پر یہ استدلال کرتے تھے کہ قرآن مجید مین حج اور عمرہ دونون کا حکم ایک ساتھ آیا ہے،

اتموا الحج والعمرۃ للّٰہ[5] — خدا کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو،

بہرحال عمرہ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن صحابۂ کرامؓ اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور

---

[1] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ، [2] ابوداود کتاب المناسک باب فی افراد الحج [3] بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ [4] مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت، [5] بخاری ابواب العمرۃ باب وجوب العمرۃ وفضلہا،

جب وہ فوت ہو جاتا تھا، تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، حجۃ الوداع کے زمانے میں رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ رو رہی ہیں، وجہ پوچھی تو بولیں کہ "میں ضرورتِ نسوانی سے معذور ہوں، لوگ دو دو فرض (حج اور عمرہ) کا ثواب لیکر جاتے ہیں اور میں صرف ایک کا" فرمایا۔ کوئی حرج نہیں، خدا تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائیگا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو ساتھ کر دیا، اور مقام تنعیم میں جاکر انھوں نے عمرہ کا احرام باندھا، اور آدھی رات کو فارغ ہو کر آئیں۔[۱]

قربانی کرنا صحابہ کرامؓ نہایت پابندی اور نہایت شوق کے ساتھ قربانی کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوکباشؓ تجارت کی غرض سے کچھ بکریوں کے بچے لائے لیکن کسی نے نہیں پوچھا، وہ حضرت ابوہریرہؓ سے ملے اور اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے :-

ونعمت الاضحیۃ الجذع، بکری کا بچہ قربانی کے لیے کس قدر موزوں ہے،

یہ سننا تھا کہ صحابہ نے ہاتھوں ہاتھ گلے کو خرید لیا،[۲]

ایک بار حضرت اسود بن ہلالؓ مدینہ میں بہت سے اونٹ لیکر آئے، مسجد میں گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ تقریر کر رہے ہیں اور لوگوں کو حج کرنے اور ہدی لیجانے کی ترغیب دے رہے ہیں، وہ مسجد سے نکلے تو ہر شخص نے ایک ایک اونٹ خرید لیا، اور وہ مالا مال ہو گئے۔[۳]

(ابواب الجہاد)

شوق جہاد اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے زیادہ سخت ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے حضرت عثمانؓ کے عہد تک برابر جہاد ہی میں مشغول رہے۔[۴]

---

[۱] بخاری ابواب العمرۃ کتاب الحج، [۲] ترمذی کتاب الاضاحی باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ اسود بن ہلالؓ [۴] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے شرکت جہاد کے لیے عام منادی کرائی، ایک صحابی نہایت بوڑھے تھے اور خدمت کے لیے اُن کے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، تاہم اس قدر شوق جہاد رکھتے تھے کہ شریک جہاد ہوئے اور خدمت کے لیے تین دینار کی اجرت پر ایک شخص کو ساتھ لیتے گئے[۱]،

بی بی اور جائداد سب کو عزیز ہوتے ہین، لیکن شوقِ جہاد مین بعض صحابہ نے ان کو بھی الگ کر دیا تھا حضرت سعد بن ہشام فرماتے ہین کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی اور مدینہ آیا کہ وہان کی جائداد کو بیچ کر ہتھیار خریدون اور جہاد کرون لیکن چند صحابہ ملے اور انھون نے کہا کہ ہم مین بھی چھ شخصون نے یہی ارادہ کیا تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا[۲]،

شوق شہادت عہد نبوت مین شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی، اس لیے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا حضرت ام ورقہ بنت نوفل ایک صحابیہ تھین، جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو اُنھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین عرض کی کہ" مجھ کو شریک جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمایئے مین مریضون کی تیمارداری کرون گی، شاید مجھے وہ درجۂ شہادت حاصل ہوجائے۔ لیکن آپ نے فرمایا گھر ہی مین رہو، خدا تمھین وہین شہادت دیگا" یہ معجزانہ پیشنگوئی کیونکر غلط ہوسکتی تھی؟ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام مدبر[۳] کیے تھے جنھون نے ان کو شہید کر دیا کہ جلد آزاد ہوجائین[۴]،

رسول اللہ صلعم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن آپ نے اس کو بعض صحابہ کے سپرد کر دیا، جن کے اونٹ وہ چرایا کرتا تھا لیکن جب ایک غزوہ مین مال غنیمت ہاتھ آیا، اور آپ نے اُس کا بھی حصہ لگایا، تو اس نے کہا " مین اس لیے یہان نہین لایا مین اس لیے حلقۂ اسلام مین داخل ہوا ہون کہ میرے حلق مین تیر لگے اور مین شہید ہو کر جنت مین

---

[۱] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرجل یغزو باجیر لیخدم، [۲] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل،
[۳] مدبر ان غلامون کو کہتے ہین جن سے آقا یہ کہدے کہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوجائین گے۔ [۴] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء،

داخل ہون" تھوڑی دیر کے بعد معرکۂ کارزار گرم ہوا تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہوا، صحابہ کرام لاش کو آپ کے سامنے لائے، تو آپ نے فرمایا کہ "اس نے خدا کی تصدیق کی تو خدا نے بھی اسکی تصدیق کی"، یہ کہکر خود اپنا جبہ کفن کے لیے عنایت فرمایا۔[1]

غزوۂ احد مین ایک صحابی نے آپ سے پوچھا "اگر مین شہید ہو جاؤن تو میرا ٹھکانا کہان ہوگا؟" ارشاد ہوا کہ "جنت مین"۔ کھجورین ہاتھ مین تھین ان کو پھینکا اور لڑکر شہید ہوئے،

غزوۂ بدر مین جب مشرکین مکہ قریب آ گئے تو آپ نے صحابہ کرامؓ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "اٹھو اور وہ جنت لو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے" حضرت عمیر بن الحمام الانصاریؓ نے کہا "یا رسول اللہ، آسمان و زمین کے برابر" ارشاد ہوا "ہان"۔ بولے "واہ واہ"، فرمایا "واہ واہ کیون کہتے ہو؟" بولے "صرف اس امید مین کہ شاید مین بھی اس مین داخل ہو سکون" ارشاد ہوا کہ "تم داخل ہو گے" اس سوال و جواب کے بعد انھون نے جھولی سے کھجورین نکالین اور کھانے لگے، پھر شوق شہادت نے جوش مارا، اور بولے کہ "اتنا وقفہ بھی جسمین یہ کھجورین کھا سکون میرے لیے بہت ہے"، یہ کہہ کر کھجورون کو پھینکا میدان مین گئے، لڑے اور شہید ہوئے،

حضرت انسؓ کے چچا غزوۂ بدر مین شریک نہ ہو سکتے تھے، اس لیے ہمیشہ یہ کانٹا ان کے دل مین کھٹکا کرتا تھا، غزوۂ احد پیش آیا تو اس مین اس جانبازی کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے کہ ان کی بہن کا بیان ہے کہ تیر، نیزے اور تلوار کے اسی زخم سے زیادہ جسم پر تھے، مین نے صرف انگلیون سے ان کو پہچانا،

ایک بار ایک صحابی نے معرکۂ جنگ مین یہ روایت کی کہ "جنت کے دروازے تلوار کے سایہ کے نیچے ہین" ایک صحابی اٹھے اور کہا "تم نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے"، بولے

---

[1] نسائی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہداء، ج۱۔

"ہان" وہ وہان سے مُڑ کر اپنے رہوار کے پاس آئے، اور سلام کر کے اُن سے رخصت ہوئے، تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا، اور دشمن کی صف مین گھس کر لڑے اور شہید ہوئے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن ثابتؓ کو طاعون ہوا، رسول اللہ صلعم عیادت کے لیے تشریف لائے تو آثارِ موت طاری ہو چکے تھے، عورتین رونے پیٹنے لگین، اُن کی صاحبزادی روتی تھین اور کہتی تھین کہ "مجھے توقع یہ تھی کہ آپ شہید ہون گے، آپ نے جہاد کا سامان مکمل بھی کر لیا تھا، آپ نے فرمایا "ان کو نیت کا ثواب مل چکا"۔[2]

حضرت عمرو بن الجموحؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے، غزوۂ بدر مین رسول اللہ صلعم نے لنگڑا پن کی وجہ سے ان کو مدینہ ہی مین چھوڑ دیا تھا، لیکن غزوۂ اُحد مین اُنھون نے بیٹون سے کہا کہ "مجھے میدان جہاد مین جانے دو" سب نے کہا "آپ کو تو رسول اللہ صلعم نے معاف کر دیا ہے" بولے "افسوس تم نے مجھے بدر مین جنت سے محروم رکھا اور اب اُحد مین بھی محروم رکھنا چاہتے ہو" یہ کہہ کر روانہ ہوے، جب لڑائی کا وقت آیا تو بولے "یا رسول اللہ! اگر مین شہید ہو جاؤن تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت مین پہنچ جاؤن گا" ارشاد ہوا "ہان" یہ سُن کر آگے بڑھے لڑے اور شہید ہوے۔[3]

خلوص فی الجہاد صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب مین خلوص سب سے زیادہ نمایان چیز ہے، حضرت ولید بن ولیدؓ غزوۂ بدر مین گرفتار ہوئے اور فدیہ دیکر رہائی پائی، فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہوے اور ذو الحلیفہ تک پہنچکر واپس گئے اور اسلام لائے، اس پر ان کے بھائی خالد نے کہا کہ "اگر اسلام ہی لانا تھا تو فدیہ دینے سے پہلے ہی اسلام لاتے کہ فدیہ سے بچ جاتے" بولے "مین اس لیے فدیہ دینے کے بعد اسلام لایا کہ قریش یہ نہ کہین کہ فدیہ سے بچنے کیلیے اسلام قبول کیا ہے"۔[4]

جہاد مین اس خلوص کا اظہار اور بھی شدت سے ہوتا تھا، حضرت عمرو بن اقیشؓ غزوۂ اُحد کے

---

[1] مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید۔ [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فضل من مات فی الطاعون۔ [3] اسد الغابہ تذکرہ سلیمؓ مولی عمرو بن الجموح۔ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید۔

کے زمانہ تک کافر تھے، احد کا معرکہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ہدایت دی اور گھر میں آکر کہا کہ "میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟ فلان کہاں ہیں؟ فلان کہاں ہے"؟ لوگوں نے احد کا نام لیا تو زرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوے اور احد کا راستہ لیا صحابۂ کرام نے دیکھا تو کہا کہ "ہم سے الگ رہو"۔ بولے کہ میں تو ایمان لاچکا" یہ کہہ کر کفار پر حملہ شروع کردیا، اور زخمی ہو کر گھر واپس آئے، حضرت سعدؓ بن معاذ نے ان کی بہن سے پچھوایا کہ جہاد کی شرکت حمیت قومی کے لیے تھی یا خدا کی راہ میں بولے "صرف خدا اور رسولؐ کی حمایت کیلیئے"۔[1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی شرکت کے لیے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقعؓ تمام مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کون اس شخص کو سواری دیتا ہے جو اپنی غنیمت کا حصہ اس کے صلے میں دینے کیلیے تیار ہے؟ ایک بڈھے انصاری نے جواب دیا کہ "میں دیتا ہون"؛ وہ راضی ہوگئے، اور ان کے ساتھ چل کھڑے ہوئے، مال غنیمت تقسیم ہوا تو ان کے حصہ میں چند نوجوان اونٹیاں آئیں، اور اُنھوں نے اونٹنیوں کو لاکر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بولے "ذرا ادھر اودھر پھرا کے تو دکھاؤ"، اُنھوں نے ان کو آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹایا، دیکھ بھال کے بولے "نہایت عمدہ ہیں"، اُنھوں نے کہا "شرط کے موافق تو آپ ہی کی ہیں"۔ بولے "اپنی اونٹنیاں لیجاؤ، ہمارا مقصود تمھارا یہ حصہ نہ تھا، بلکہ اور کچھ تھا"[2] یعنی ثواب جہاد میں شرکت

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل مکانہ فی سبیل اللہ تعالیٰ، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد، باب الرجل یکری دابتہ علی النصف او السہم،

عمل بالقرآن

آج ہر مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، عقائد، احکام، اخلاق، معاش اور معاد کے متعلق تمام آیتین اس کی نگاہ سے گذرتی ہین، لیکن چونکہ دل سے اثر پذیری کا مادہ مفقود ہو چکا ہے، اس لیے کانون پر جون بھی نہین رینگتی، لیکن صحابہ کرامؓ کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی، ان پر قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا اثر پڑتا تھا، اور اس شدت کے ساتھ پڑتا تھا کہ اُس کے خوف سے ہمیشہ کانپتے رہتے تھے،

ایک سفر مین حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے بار بار ایک سوال کیا، جواب نہ ملا تو آگے نکل گئے، اور دل مین خوف پیدا ہوا کہ کہین ان کے بارے مین کوئی آیت نہ نازل ہو جائے، تھوڑی دیر کے بعد دربار نبوت سے پکار ہوئی، وہ گھبرا گئے کہ آیت نازل ہو گئی، حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے یہ آیت سنائی :-

انا فتحنا لك فتحا مبينا[1] — ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی،

رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ سخت اضطراب مین مبتلا تھے، حضرت عمرؓ کو آپ کے وصال کا یقین ہی نہین آتا تھا، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا، اور اس مین یہ آیت

وما محمد الا رسول قد خلت — محمد صلعم صرف پیغمبر ہین اور ان کے پیشتر بہت

من قبله الرسل، الخ — پیغمبر گذر چکے ہین،

---

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۃ الحدیبیہ،

پڑھی تو صحابہؓ پر یہ اثر ہوا کہ گویا یہ آیت اس سے پیشتر نازل ہی نہیں ہوئی تھی، تمام صحابہ نے اس کو ازبر کرلیا اور سب کے سب اسکو پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "جب مین نے ابوبکر سے اس آیت کو سنا تو زمین میرے پاؤن کے نیچے سے نکل گئی، اور مین زمین پر گر پڑا[۱]"،

حضرت سعدؓ غزوۂ بدر مین ایک تلوار لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "آج دشمن کے خون سے خدا نے میرے کلیجہ کو ٹھنڈا کیا ہے، اس لیے یہ تلوار مجھے عطا فرمایئے" ارشاد ہوا کہ "یہ نہ تمھاری ہے نہ میری" وہ دل مین یہ کہتے ہوے چلے گئے کہ "یہ اس کو دیجائیگی جس نے مجھ جیسا مردانہ کام نہین کیا ہے" تھوڑی دیر کے بعد آپکا قاصد آیا، وہ گھبرائے کہ میری اس گفتگو کے بارے مین کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی، آپکی خدمت مین آئے تو آپنے یہ آیت سنائی،

یسئلونک عن الانفال	لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے
قل الانفال للہ و	ہین، کہ دو مال غنیمت تو خدا اور
الرسول،	رسولؐ کا ہے

اور فرمایا کہ "خدا نے یہ تلوار مجھ کو دی ہے، مگر مین تم کو دیتا ہون[۲]"،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ عہد نبوت مین ہم لوگ اس خوف کے مارے عورتون سے ہنسی خوشی کی باتین نہین کرتے تھے کہ مبادا اس بارے مین کوئی آیت نازل نہ ہوجائے، لیکن آپ کے وصال کے بعد یہ مہر خموشی ٹوٹ گئی[۳]،

ایکدن رسول اللہ صلعم خانۂ کعبہ کی دیوار کے سایے مین بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوذر غفاریؓ آگئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ھم الاخسرون یعنی وہ لوگ گھاٹے مین ہین، وہ گھبرا گئے کہ میرے بارے مین کوئی آیت تو نازل نہین ہوئی[۴]،

---

[۱] بخاری جلد ۲ باب مرض النبی صلعم و وفاتہ [۲] ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی النفل۔ [۳] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم و بخاری کتاب النکاح، [۴] نسائی کتاب الزکوۃ باب التغلیظ فی حبس الزکوۃ،

ایک بار آپ نے نمازِ صبح کے بعد فرمایا کہ "فلان قبیلے کا کوئی شخص موجود ہی؟" کسی نے جواب نہین دیا، دوسری بار اسی فقرہ کا اعادہ کیا، تو ایک شخص اُٹھا، آپ نے فرمایا کہ پہلی بار کیون نہین اُٹھے؟" بولا مجھے خوف پیدا ہوا کہ اس قبیلے کے متعلق کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی،[1] بالخصوص جن آیتون مین کسی فعل پر عذاب کی دھمکی دیجاتی تھی صحابۂ کرامؓ ان سے ادبھی خوف زدہ ہوتے تھے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی :-

والذین یکنزون الذهب والفضة	جو لوگ چاندی اور سونا جمع کرتے ہین اور
ولا ینفقونها فی سبیل الله	اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے انکو
فبشرهم بعذاب الیم۔	سخت عذاب کی بشارت دو،

تو تمام صحابہ پر گویا ایک مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا حضرت عمرؓ نے صحابہ کی بدحواسی کا یہ عالم دیکھ کر کہا مین تمھاری مشکل کو حل کرتا ہون، چنانچہ آپکی خدمت مین آئے اور کہا کہ آپکے اصحاب پر یہ آیت نہایت گران گذری ہی، آپ نے فرمایا "خدا نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہی کہ تمھارے بقیہ مال کو اُس کے ذریعہ سے پاک کرے اور میراث اس لیے مقرر کی ہی کہ بعد کی نسل کے ہاتھ آ سکے" اس پر حضرت عمرؓ نے نعرہ مارا،[2]

عہدِ رسالت مین حضرت مالکؓ بن ثعلبہ ایک دولتمند صحابی تھے، ایک دن رسول اللہ صلعم اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے :-

والذین یکنزون الذهب	جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہین اُن پر
والفضة الخ	یہ عذاب ہوگا،

اتفاق سے حضرت مالکؓ کا گذر ہوا تو آیت سُن کر ان پر غشی طاری ہوگئی، ہوش مین آئے تو

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ وہب ابو عثمان بن وہب، [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی حقوق المال، روایت مین پوری آیت نہین ہے،

خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "یا رسول اللہ میرے باپ ماں آپ پر قربان، کیا یہ آیت اُن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں؟" ارشاد ہوا "ہاں"، بولے "شام ہونے تک مالک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار نہ ہوگا" چنانچہ شام تک اُنھوں نے اپنی کل دولت خیرات کر دی[1]،

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت نہایت سخت ہے،

من یعمل سوءً یجزبہ	جو شخص ذرا بھی برائی کریگا اسکو اس کا بدلا دیا جائیگا

ارشاد ہوا کہ "عائشہ تم کو یہ خبر نہیں کہ مسلمان کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اُس کے اعمال بد کا بدلا ہوتا ہے[2]"،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

ان تبدوا ما فی انفسکم	اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو۔ یا چھپاؤ خدا
او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ	تم سے اُن کا حساب لے گا،

تو تمام صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور گھٹنوں کے بل بیٹھکر عرض کی کہ "یا رسول اللہ نماز روزہ جہاد اور صدقہ کی تو ہم طاقت رکھتے ہیں، لیکن اس آیت کے متحمل نہیں ہو سکتے" چنانچہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی :-

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا[3]	خدا ہر شخص کو بقدر استطاعت تکلیف دیتا ہے

جب یہ آیت نازل ہوئی،

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم	جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ
بظلم اولٰئک لھم الامن وھم	مخلوط نہیں کیا، ان ہی کے لیے امن ہے اور

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ مالک بن ثعلبہ نمبر [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب امراض المکفرۃ للذنوب، [3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ، ہم نے روایت کی پوری آیتوں کو نقل نہیں کیا ہے،

مُھتَدُون، وہی ہدایت یافتہ ہین،

توتمام صحابہ پریشان ہوگئے، اورعرض کی کہ یارسول اللہ ہم مین کون ہی جو اپنی جان پرظلم نہین کرتا، فرمایا "ظلم[1] سے شرک مراد ہے"

اس اثر پذیری کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ احکام قرآنیہ پر عمل کرنے کے لیے شدت کے ساتھ تیار ہوجاتے تھے، جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا — تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیزون کو

مما تحبون — نہ صرف کروگے نیکی کو ہرگز نہین پا سکتے'

توحضرت ابوطلحہؓ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "خدا ہمارا مال مانگتا ہی، آپ گواہ رہیے کہ اریحا مین میری جو زمین ہی مین اُس کے نام پر وقف کرتا ہون،، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اُس کو اپنے رشتہ دارون پر[2] تقسیم کردو"،

حضرت ابوحذیفہ بنؓ عتبہ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق ان کو حقیقی بیٹون کے حقوق حاصل ہوگئے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ادعوهم لآبائهم الخ تو ان کی بی بی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "ہم سالم کو اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمارے ساتھ گھر مین رہتے تھے، اور اُن سے کوئی پردہ نہ تھا، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اب آپ کا کیا حکم ہے"، فرمایا کہ "ان کو دودھ پلادو"، چنانچہ[3] دودھ پلانے سے وہ اُن کے رضاعی بیٹے کے مثل ہوگئے،

سحر کے متعلق جب یہ آیت نازل ہوئی، :-

کلوا واشربوا حتیٰ — اور کھاؤ پیو یہان تک کہ (رات کی) کالی

---

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۂ انعام [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم [3] ابوداؤد کتاب النکاح، باب فی من حرم بہ

یتبین لکم الخیط الابیض	دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف
من الخیط الاسود،	دکھائی دینے لگے،

تو حضرت عدی بن حاتم ایک سیاہ اور سفید دھاگا سرہانے رکھ کر سوئے اور دیکھا کہ دونوں ممتاز ہوتے ہین یا نہین ؟ کچھ پتہ نہ چلا، تو رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا، عجب سادہ لوح ہو، اس سے رات دن یعنی رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے[۱]۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :۔

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اپنے مال باہم ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ
الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم	کہ تم میں رضامندی کے ساتھ تجارت ہو،

تو یہ حالت ہوگئی کہ دولت مند لوگ اپنے اعزہ کو شریک طعام کرنا چاہتے تھے، مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "غربا ہم سے زیادہ مستحق ہین" چنانچہ سورۂ نور کی ایک دوسری آیت نے اس کو منسوخ کر دیا[۲]،

زمانۂ جاہلیت مین عرب کی عورتین ڈوپٹہ اوڑھتی تھین تو سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے اس کے مخالف مسلمان عورتون کو یہ ہدایت کی[۳] :۔

ولیضربن بخمرھن علی	عورتون کو چاہیے کہ اپنے ڈوپٹون کو سینے پر
جیوبھن ۔	ڈالے رہین،

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتون نے اپنے تہ بندون اور چادرون کو پھاڑ کر ڈوپٹے بنائے، اور ان سے اپنے سرون کو اسطرح چھپا لیا کہ حضرت عائشہ رض کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سرون پر کوّے بیٹھے ہوئے ہین[۴]،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصیام باب وقت السحور روایت مین کلوا واشربوا نہین ہے بلکہ ہم نے اضافہ کر دیا ہے [۲] ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب نسخ الضیف یاکل من مال غیرہ [۳] تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۂ نور ج ۳، ص ۲۸۱ [۴] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی قولہ تعالیٰ یدنین علیھن من جلابیبھن

(باقی حاشیہ ص ۹۶ پر)

رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ناپ جوکھ مین سخت خیانت کرتے تھے، اس پر سورہ ویل للمطففین نازل ہوئی، اور اب لوگ دیانت سے کام لینے لگے[۱]،

اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار صحابہ کی فیاضی پر تھا، چنانچہ انصار حسب مقدور کھجور کے خوشے لاکر مسجد مین لٹکا دیتے تھے، یہ لوگ آتے تھے تو چھڑی سے ان کو ہلاتے تھے، جو کھجورین ٹپک پڑتی تھین ان کو کھا لیتے تھے، لیکن ان مین بعض لوگ ایسے بھی تھے، جو سڑے گلے روکھے پھیکے خوشے لاکر لٹکا دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات	مسلمانو! اپنی بہترین کمائی اور بہترین پیداوار
ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من	سے صدقہ دو، بُرے مال کو خیرات نہ کرو حالانکہ
الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون	(وہی چیز کوئی تم کو دے، تو تم اس کو کبھی نہ لو
ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ	مگر چشم پوشی کے ساتھ،

اس کے بعد اس حالت مین انقلاب پیدا ہوگیا، اور تمام لوگ بہترین کھجورین لانے لگے[۲]،

جب یہ آیت نازل ہوئی:-

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم	مسلمانو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند
فوق صوت النبی،	نہ کرو،

تو حضرت عمرؓ آپکے سامنے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ اُن کی بات سننے مین نہین آتی تھی[۳]،

حضرت ثابت بن قیسؓ پر اس آیت کا اور بھی زیادہ سخت اثر ہوا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ بالکل خانہ نشین ہوگئے، ایک روز آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ "وہ کہین بیمار تو نہین

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) وفی قولہ تعالیٰ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن [۱] سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب التوفی فی الکیل والوزن

[۲] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ بقرہ [۳] ترمذی ابواب القرآن تفسیر سورۂ حجرات وبخاری کتاب التفسیر،

ہیں، بولے "میں ان کا پڑوسی ہوں، مجھے کوئی شکایت معلوم نہیں ہوئی،، واپس آکر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو بولے کہ "یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپکے سامنے نہایت بلند آہنگی سے گفتگو کرتا تھا، پس میں دوزخی ہوگیا"، آپکو خبر ہوئی تو فرمایا نہیں وہ جنتی ہیں"[1]

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے لیکن جب انھوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تو انھوں نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة	تم میں دولتمند لوگ قرابتداروں مسکینوں
ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین	اور مہاجروں کو دینے سے دریغ نہ کریں، اور
والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا	عفو ودرگذر کریں، کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے
ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ	کہ خدا تمھاری مغفرت کرے، اور خدا مغفرت
لکم واللہ غفور رحیم،	کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے،

اور اب حضرت ابوبکرؓ پھر اُن کے مصارف کے کفیل ہو گئے، اور کہا "ہاں مجھے یہی پسند ہے کہ خدا میری مغفرت کرے"[2]

اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے، لیکن صحابہ کرام کو قرآن مجید ہی کے اثر نے جہاد پر آمادہ کیا تھا، اور اسی اثر کی بدولت وہ سخت سے سخت جنگی خطرات میں ثابت قدم رہتے تھے،

ایک بار قسطنطنیہ میں رومیوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا، رومی بالکل قسطنطنیہ کی دیوار کے متصل صف زن تھے، ایک مسلمان نے جرأت کرکے حملہ شروع کیا تو لوگ پکارے ہاں ہاں! اپنے

---

[1] مسلم کتاب الایمان باب مخافۃ المؤمن ان یحبط عملہ، بخاری کتاب التفسیر، [2] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا،

جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہو"۔ حضرت ابوایوبؓ انصاری جو ساتھ تھے، بولے "یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اسلام نے قوت حاصل کرلی تو ہم لوگ اپنی معاش کے کام دھندے میں مصروف ہوگئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا	اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں
بایدیکم الی التھلکۃ	اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو،

اس لیے اصلی ہلاکت یہ ہے کہ ہم معاش کے کاروبار میں مصروف ہوجائیں، اور جہاد کو چھوڑ دیں؛ راوی کا بیان ہے کہ "جب سے یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ مصروف جہاد رہے، یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں شہید ہوکر مدفون ہوئے[۱]،

ایک بار جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابل میں ایک لشکر گران جمع کیا، اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کو اس خطرہ کی اطلاع کی تو انھوں نے اُن کو لکھا کہ "مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے، تو اس کے بعد خدا اس کو دور کردیتا ہے ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی، خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا و	مسلمانو! مصیبتوں پر صبر کرو اور صبر میں کفار
صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم	کا مقابلہ کرو، اور استقلال کے ساتھ جہاد کرو،
تفلحون[۲]	اور خدا سے ڈرو، یقین ہے کہ تم کامیاب ہو،

جنگ یمامہ میں جب حضرت سالمؓ کو علم عطا کیا جانے لگا تو دوسروں نے کہا کہ "ہم کو آپ کے ثابت قدم رہنے کا یقین نہیں، اس لیے جھنڈا دوسرے کے ہاتھ میں دینا چاہتے ہیں" بولے "تو میں اس حالت میں قرآن مجید کا بدترین حامل ہونگا، چنانچہ اُنھوں نے علم کو داہنے ہاتھ

۱؎ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ، ۲؎ موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد

مین لیا، لیکن جب وہ کٹ گیا تو بائین ہاتھ مین لیا، وہ بھی کٹ گیا تو علم کو آغوش مین لے لیا، اور یہ آیت پڑھنے لگے :-

وما محمد الا رسول وکاین من	محمد صرف ایک پیغمبر ہین اور بہت سے پیغمبر گذرے
بنیٍ قتل معہ ربیون	ہین جن کے ساتھ ہو کر بہت سے علما
کثیر[1]	نے جہاد کیا،

ترغیب جہاد کے متعلق جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو جو لوگ کسی معذوری سے اس مین شریک نہین ہو سکتے تھے، ان کو اس پر سخت افسوس ہوتا تھا، ایک بار حضرت زید بن ثابت رضؓ آپ کے پہلو مین بیٹھے ہوے تھے، آپ پر آثار وحی طاری ہوے، افاقہ ہوا تو آپ نے ان کو اس آیت کے لکھ لینے کا حکم دیا :-

لایستوی القاعدون من المومنین	خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے اور گھر مین
والمجاھدون فی سبیل اللہ، الخ	بیٹھ رہنے والے مسلمان برابر نہین ہو سکتے،

حضرت ابن ام مکتومؓ آنکھون سے معذور تھے، اس لیے شریک جہاد نہین ہو سکتے تھے لیکن جب انھون نے مجاہدین کی فضیلت سُنی تو بولے کہ "یارسول اللہ جو لوگ جہاد کی قدرت نہین رکھتے، اُن کا کیا مآل ہوگا؟" اب آپ پر دوبارہ آثار وحی طاری ہوے، افاقہ ہوا تو دوبارہ وحی آسمانی نے غیر اولی الضرر (بجز معذور لوگون کے) کا اضافہ کر کے معذور لوگون کو مستثنی کر دیا[2]

ایک طرف تو قرآن مجید کا یہ اثر تھا کہ جس طرف چاہتا تھا، صحابہ کرامؓ کو جھونک دیتا تھا، دوسری طرف جس چیز سے چاہتا تھا، روک بھی دیتا تھا، ایک بار عیینہ بن حصن

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ سالم مولی ابی حذیفہؓ اسد الغابہ مین پوری آیتین نقل نہین کی ہین، بیچ کی آیتین چھوڑ دی ہین، اور ہم نے اسی کا اتباع کیا ہی، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرخصۃ فی القعود من العذر،

اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "آپ ہم کو خوب عطیہ نہین دیتے، ہمارے درمیان انصاف نہین کرتے" اس پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوے اوران کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت حُر بن قیسؓ نے کہا یا امیرالمومنین خدا نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا :-

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض — درگذر کا شیوہ اختیار کرے اور نیکی کا حکم دے،

عن الجاھلین، — جاہلون سے کنارہ کش رہ،

اور یہ بھی ایک جاہل ہے" یہ آیت سن کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے، کیونکہ وہ عموماً

کان وقافا عند کتاب[1] اللہ، — خدا کی کتاب کے سامنے اسی طرح رک جاتے تھے،

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ خذ العفو وامر بالعرف،

اتباعِ سنّت

قرآن مجید کے بعد صحابہ کرام کا محورِ عمل حضرت رسول اللہ صلعم کی ذات تھی، اس لیے وہ تمام اعمال مین آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت فرماتے تو داہنے ہاتھ سے بائین ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے، پھر شرمگاہ کو دھوتے، اور ان تمام مراتب کے بعد وضو کرکے تمام جسم پر پانی ڈال کر کہتے کہ رسول اللہ صلعم اسی طرح غسل فرماتے تھے[۱]،

عہد نبوت مین معمول تھا کہ لوگ صدقۂ فطر مین ایک صاع گیہون، یا پنیر یا جو یا کھجور یا منقے دیتے تھے، لیکن اخیر زمانہ مین حضرت امیر معاویہؓ شام سے حج یا عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے تو ایک خطبہ مین فرمایا کہ "میرے خیال مین دو مد شامی گیہون کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے" اس کے بعد تمام لوگون نے اس طریقہ کو عملاً اختیار کر لیا، لیکن حضرت ابو سعید خدریؓ نے عہد نبوت کی سنت کو بدلنا پسند نہین کیا، اور برابر ایک صاع صدقۂ فطر نکالتے رہے[۲]،

حالت سفر مین اگرچہ آپ نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے، تاہم آپ نے زیادہ تر افطار کی ترغیب دی ہے، اس لیے اکثر صحابہ شدت سے اس پر عمل کرتے تھے، ایک بار حضرت ابو بصرہ غفاری رمضان مین مصر سے کشتی مین سوار ہوئے، ابھی مصر کے در و دیوار آنکھ سے اوجھل بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا طلب کیا، دسترخوان سامنے آیا تو بعض ہمراہیون نے کہا کہ "آپ مصر کے در و دیوار کو بھی نہین دیکھتے"! بولے "تم سنت نبوی سے اعراض کرتے ہو[۳]"،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ [۲] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر، [۳] ابوداؤد کتاب الصیام باب متی یفطر المسافر اذا خرج۔

ایک بار حضرت دحیہؓ ابن خلیفہ رمضان مین دمشق کے ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن کی طرف روانہ ہوئے، دونون گاؤن مین صرف تین میل کا فاصلہ تھا، لیکن اُنھون نے روزہ توڑ ڈالا اور اُن کے بہت سے ہمراہیون نے بھی روزے توڑ ڈالے، لیکن اور لوگون نے اسکو پسند نہ کیا، وہ پلٹے تو فرمایا کہ آج مین نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کی نسبت میرا خیال تھا کہ کبھی نہ دیکھون گا، ایک قوم نے سنت نبوی سے اعراض کیا (یعنی روزہ دار لوگ) خداوندا مجھے اب دنیا سے اُٹھا لے[1]،

رسول اللہ صلعم کی سنت کے اتباع مین تمام صحابہ سے حضرت عبداللہ بن عمر خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ صلعم جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی معمول کر لیا[2]، وہ کعبہ کے صرف دونون یمانی رکنون کو چھوتے تھے، سبتی جوتے پہنتے تھے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے[3]، اور لوگ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ کو احرام باندھتے تھے، ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ صرف آپ ہی کیون ایسا کرتے ہین ؟ آپ کے اور اصحاب نہین کرتے، بولے کہ "مین نے رسول اللہ صلعم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، اس لیے مین بھی اسکو پسند کرتا ہون[4]" حجۃ الوداع مین آپ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر تک مقام بطحا مین سو کر مکہ مین داخل ہوے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہمیشہ اس مقام پر کسی قدر سوتے تھے، پھر مکہ مین داخل ہوتے تھے[5]، اسی طرح آپ اس سفر مین جہان جہان اُترے تھے یا نماز پڑھی تھی وہ بھی وہان ضرور اُترتے اور نماز پڑھتے تھے،

ایک بار وہ سفر مین تھے، دیکھا کہ کچھ لوگ نفل پڑھ رہے ہین، رفیق سفر سے بولے کہ "اگر مجھے نفل

---

[1] ابوداؤد کتاب الصیام باب مسیرۃ ما یفطر فیہ [2] ایضاً کتاب الجہاد باب فی الصلوۃ عند القدوم من السفر، [3] ایضاً کتاب اللباس باب فی المصبوغ، [4] ایضاً کتاب المناسک باب وقت الاحرام [5] ابوداؤد کتاب المناسک باب التحصیب،

پڑھنا ہوتا تو مین نماز ہی پوری پڑھتا، مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر کیا ہے آپ نے دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے اُنھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، انھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ	تمھارے لیے رسول اللہ صلعم ہی کی ذات پاک
اسوۃ حسنۃ،[۱]	مین تقلید کے لیے بہترین مثال ہو"

ایک بار حضرت سعید بن لیسارؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر مین تھے، ایک موقع پر اونٹ سے اتر کر پیچھے ٹھہر گئے، فرمایا "تم پیچھے کیون رہ گئے" بولے "وتر پڑھتا تھا"، فرمایا "کیا تمھارے لیے رسول اللہ صلعم کی ذات مین اسوہ حسنہ نہین ہے؟ آپ اونٹ ہی پر وتر ادا فرماتے تھے"[۲]

وہ صدقہ فطر اسی پیمانہ کے مطابق ادا فرماتے تھے، جس کو رسول اللہ صلعم نے مقرر فرمایا تھا[۳]

سنن عادیہ و اتفاقیہ کا اتباع اگرچہ ضروری نہین لیکن بعض صحابہ اس کا اتباع بھی کرتے تھے، حضرت ابو الدرداؓ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے، ام الدرداء نے کہا کہ "اس عادت کو ترک کر دیجیے، ورنہ لوگ آپ کو احمق بنا مین گے"، بولے "مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے"[۴]

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب مین بسم اللہ کہہ کر پاؤن رکھا، پشت پر بیٹھے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھی، سُبْحٰنَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مقرنین، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لمنقلبون، پھر تین بار الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر کہا۔

---

[۱] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ السفر باب التطوع فی السفر [۲] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوتر علی الراحلۃ، [۳] بخاری کتاب الایمان والنذور باب صاع المدینۃ ومد النبی صلعم و برکتہ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۹۸

اس کے بعد یہ دعا پڑھی، سُبحانَکَ اِنّی ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لایغفر الذنوب اِلّا انت پھر ہنس پڑے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے "ایک بار رسول اللہ صلعم ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے، اور اخیر میں ہنس پڑے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے[1]"،

ایک صحابی آپکی خدمت میں بیعت کیلیے حاضر ہوئے دیکھا کہ آپکی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا ہے، آپ کی تقلید میں اُنھوں نے بھی عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا اور اس میں سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی[2]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا رکب [2] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۵،

محرماتِ شرعیہ سے اجتناب

اکل حرام سے اجتناب

صحابۂ کرامؓ اگرچہ تنگدست اور فاقہ مست تھے لیکن حلال طیب کے سوا اکلِ حرام سے ان کے کام و دہن کبھی آلودہ نہیں ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے غلام نے زمانہ جاہلیت مین فریب آمیز طریقہ پر کہانت کی اور اس کے معاوضہ مین کچھ مال پایا، اور حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا، اُنھون نے اُس کو وجہِ معاش مین صرف کردیا، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ ناجائز مال تھا تو منہ مین ہاتھ ڈالا، اور پیٹ مین جو کچھ تھا قے کر ڈالا[۱]

ایک بار وہ حالت سفر مین بدوؤن کے ایک خیمہ مین اُترے، اتفاق سے ان بدوؤن مین کسی کی بی بی حاملہ تھی، اور اس سفر مین ایک اور بدّو ساتھ تھا جس نے اس سے کہا کہ "کیا تم اولاد نرینہ چاہتی ہو؟ اگر تم مجھے ایک بکری دو تو تمھارے اولاد نرینہ پیدا ہوگی، اس نے بکری دیدی اور اس نے کاہنون کی طرح کچھ مسجّع فقرے پڑھے، پھر بکری ذبح کی، اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی گوشت کھایا، بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ کسب حرام تھا تو فوراً اُٹھے، اس فعل سے برأت ظاہر کی، اور جو کچھ کھایا تھا قے کردیا[۲]

اکلِ حرام کی سب سے بدترین قسم یہ ہے کہ مذہب فروشی کی جائے، یہودیون کے مذہب کو اسی نے برباد کردیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید مین خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اشتروا بہ ثمنا قلیلا، یعنی یہودیون نے اس کے عوض مین تھوڑے سے

---

[۱] بخاری باب ایام الجاہلیۃ۔ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۵۱،

دام (یعنی دنیوی فائدے) حاصل کئے،

لیکن صحابۂ کرامؓ کے نزدیک مذہب سب سے زیادہ گران قیمت چیز تھی، اس لیے اُن کے نزدیک دُنیا کی کوئی چیز اس کی قیمت نہیں ہوسکتی تھی، مسلمانوں کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا، ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ اس کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا "اس وقت تو لیتے رہو، لیکن جب وہ تمھارے دین کی قیمت بنجائے تو چھوڑ دو"[۱]،

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بہت کچھ مال وجائداد دیکر یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا، اور اس غرض سے ان کی خدمت میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا لیکن انھوں نے کہا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، اور پھر کبھی نہ آؤ، میرا دین تمھارے دینا ودرہم کے معاوضہ میں بک نہیں سکتا، میری صرف یہ خواہش ہے کہ دنیا سے جاؤں تو میرا ہاتھ پاک وصاف ہو"[۲]

یہ صرف مخصوص صحابہ کا حال نہ تھا، بلکہ تمام صحابہ میں یہ فضیلت مشترک طور پر پائی جاتی تھی، چنانچہ بہت سے صحابہ کی تولیت میں بہت سے یتیم بچے تھے، جن کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ مخلوط تھیں، لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی[۳]:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی	جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ
ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارًا	اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں،

اُن صحابہ نے ان چیزوں کو اپنے کھانے پینے کی چیزوں سے الگ کردیا، یہانتک کہ ان یتیموں کی یہ چیزیں بعض اوقات فاضل بچ کر خراب ہوجاتی تھیں، لیکن صحابۂ کرام ان کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے[۴]

زکوٰۃ وصدقہ سے اجتناب اہل استطاعت پر صدقہ وزکوٰۃ کا مال حرام ہے، اس لیے صحابۂ کرام اس سے

---

[۱] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی الکانزین للاموال والتغلیظ علیہم، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

[۳] روایت میں یہ آیت بھی ہے، ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن، [۴] ابوداؤد کتاب الوصایا باب مخالطۃ الیتیم فی الطعام،

شدت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کو ایک شخص نے دودھ پلایا جو اُن کو نہایت لذیذ معلوم ہوا، دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ بولا کہ میں ایک گھاٹ پر گیا، لوگ صدقے کے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے، سب نے پانی پلا کر میرے لیے دودھ دوہا، جس کو میں نے اپنے مشکیزے میں بھر لیا، اور یہ وہی دودھ ہے، حضرت عمرؓ نے فوراً منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کردی[۱]۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے حضرت اسلم عدویؓ سے کہا کہ "مجھے سواری کا ایک اونٹ بتاؤ میں اس کو امیرالمومنین سے مانگوں گا۔" بولے "ہاں صدقہ کا اونٹ ہے" انھوں نے کہا "کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ ایک موٹا تازہ آدمی گرمی کے دنوں میں اپنی شرمگاہ کو دھو کر دھوون تمھیں پینے کو دے"، وہ برہم ہوئے اور کہا "استغفراللہ آپ ایسا کہتے ہیں"، بولے تو صدقہ بھی آدمیوں کا میل ہے، جس کو وہ دھو کر اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں[۲]"۔

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ کے غلام نے کہا کہ "مجھے مکاتب بنا لیجیے"، بولے "تمھارے پاس کچھ مال ہے" اس نے کہا "نہیں، لوگوں سے مانگ کر بدل کتابت ادا کردوں گا"، بولے "تم مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو[۳]"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام اپنی ماں پر صدقہ کر دیا تھا، ایک دن وہ بازار سے گذرے تو ایک شیر دار بکری نظر آئی جو فروخت ہو رہی تھی، چونکہ وہ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لیے اس غلام سے کہا کہ "اپنی اُجرت کی رقم سے بکری کو خرید لو"، لیکن افطار کے وقت اس بکری کا دودھ سامنے آیا تو بولے کہ "دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی کمائی کی ہے اور

---

[۱] موطا کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی الصدقات والتشدید فیہا، [۲] موطا امام مالک کتاب الجامع باب ما یکرہ من الصدقہ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ۔

غلام کو مین نے اپنی ماں پر صدقہ کر دیا ہے، اس کو لیجاؤ مجھ کو اس کی ضرورت نہین[1]"

حدیث شریف مین آیا ہے کہ میزبان اگر تین دن سے زیادہ مہمان کی ضیافت کرے تو وہ داخل صدقہ ہوگی، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مین آتے تھے تو تین دن تک ان کا کھانا حضرت خالد بن اسیدؓ کے یہان سے جو اُن کے رشتہ دار تھے آتا تھا لیکن تین دن کے بعد کہدیتے تھے کہ "اب اپنا صدقہ بند کرو"، اور اپنے غلام نافع کو حکم دیتے تھے کہ اب تم اپنے پاس سے اکل و شرب کا انتظام کرو[2]"

قتل مسلم سے اجتناب | مسلمانون کا قتل حرام ہے، قرآن مجید مین ہے :-

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا، — اور جو کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس مین وہ ہمیشہ رہیگا،

اس بنا پر صحابۂ کرام مسلمانون کی خونریزی سے سخت احتراز کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے حضرت خالدؓ کو قبیلۂ بنو جذیمہ کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا، اُنھون نے اُن کو دعوت اسلام دی تو انھون نے کہا، صبانا، صبانا یعنی ہم صابی ہوئے، چونکہ کفار مسلمانون کو صابی کہتے تھے اس لیے انھون نے اسی لفظ سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسپر تسکین نہین ہوئی اور اُنھون نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کیا، یہان تک کہ ایک دن عام حکم دیدیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدیون کو قتل کر ڈالے لیکن تمام صحابہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، اور جب آنحضرت صلعم سے آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی ان کی تائید کی، اور دو بار فرمایا کہ "خداوندا! مین خالد کے اس فعل سے بری ہوتا ہون[3]"۔

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوۃ سے جہاد کرنا چاہا، تو حضرت عمرؓ نے اول اول اختلاف کیا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص ۱۳۶ [3] بخاری کتاب المغازی بعث خالد الی بنی جذیمہ و فتح الباری،

اور کہا کہ کلمہ گویون سے کیونکر جہاد کیا جاسکتا ہے[۱]، اُن پر ایک عجمی غلام نے حملہ کیا تو اُنھون نے حضرت عباسؓ سے شکایت کی کہ "تم ہی لوگون نے ان غلامون سے مدینہ کو بھر دیا"، بولے "اگر حکم ہو تو سب کو قتل کردین" فرمایا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ وہ تمھاری زبان بولتے ہین تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین تمھارا حج ادا کرتے ہین[۲]"۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور خوارج کے زمانہ مین جنگ ہوئی تو ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ "آپ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہین؟ حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہین"، بولے "جو حی علی الصلوٰۃ کہے گا مین اُسکی دعوت قبول کرون گا، جو شخص حی علی الفلاح کہے گا مین اس کی دعوت قبول کرون گا، لیکن جو شخص یہ کہے گا کہ آؤ اپنے بھائی مسلمانون کو قتل کرو، ان کا مال لوٹو، تو مین انکار کردون گا[۳]"۔

سود خواری سے اجتناب

اسلام نے سود خواری کی ممانعت ایسے سخت قیود کی پابندی کے ساتھ کی ہے کہ اگر ذرا سی غفلت یا بے پروائی کیجائے تو معمولی معاملات داد وستد و بیع وشراء بھی سود کی صورت مین داخل ہوجائین، صحابۂ کرامؓ ان تمام قیود کا لحاظ رکھتے تھے اور ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ بچتے تھے، ایک بار حضرت مالک بن اوسؓ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے بیع صرف کرنی چاہی (یعنی اشرفی کے بدلہ مین درہم لینا چاہا) اور سو اشرفیان اُن کے سامنے رکھدین اُنھون نے ان کو اٹھالیا اور کہا کہ "جنگل سے خزانچی ... کے تو درہم دلادین"، حضرت عمرؓ سُن رہے تھے، بولے "بغیر لیے ہوئے ہرگز نہ جانا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سونے کے بدلے مین چاندی اگر دست بدست نہ لیجائے تو سود ہے[۴]"۔

---

[۱] بخاری کتاب الزکوۃ [۲] بخاری کتاب لمناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ [۴] بخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر

ایک بار حضرت معمرؓ بن عبد اللہ نے اپنے غلام کو ایک صاع گیہون دیا کہ اس کو بیچ کر بازار سے جو لائے، اُس نے بازار مین جاکر جو لیا تو ایک صاع سے کچھ زیادہ پایا، حضرت معمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بولے اس کو فوراً جاکر واپس کرو، کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "غلہ کو مثلاً بمثل خریدنا چاہیئے،" لوگون نے کہا کہ بازار مین صرف جو کا رواج ہی، گیہون نہین مل سکتا،، بولے کہ "مجھے خوف ہی کہ یہ سود کے مشابہ نہو جائے[1]"

صحابۂ کرام سود خواری سے نہ صرف خود بچتے تھے، بلکہ اور لوگون کو بھی اس سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے، ایک شخص حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے تو اُنھون نے ان کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا، اور کہا کہ "آپ ایک کاروباری ملک مین رہتے ہین! اس لیے اگر آپ پر کسی کا قرض آتا ہو، اور وہ آپ کے یہان بھس کی ایک گٹھری بھی ہدیۃً بھیجے تو اُس کو قبول نہ کیجیے گا، کیونکہ یہ سود ہے[2]"

شراب خواری سے اجتناب

شراب عرب کی گھٹی مین پڑی ہوئی تھی لیکن متعدد صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ اپنی فطرتِ سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی مین اس سے محترز رہے، لیکن جو صحابہ اس کے عادی تھے، اُنھون نے بھی شراب کی حرمت کے ساتھ ہی اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کردیا کہ گویا انھون نے جام وساغر کو منہ ہی نہین لگایا تھا، شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا، لیکن حرمتِ خمر کے متعلق سب سے آخری آیت :-

انما یرید الشیطان ان یوقع	شیطان تو بس یہی چاہتا ہو کہ شراب اور
بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر	جوے کی وجہ سے تمھارے درمیان دشمنی اور
والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن	بغض ڈالدے، اور تم کو یادِ الٰہی سے اور

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۰۰، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ،

الصَّلٰوۃ فھل انتم منتھون،   نماز سے باز رکھے تو تم باز نہین آؤ گے؟

نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بے ساختہ پکار اُٹھے :-

انتھینا[۱]   ہم باز آئے،

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ مین ابوعبیدہ، ابوطلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی، ابوطلحہ نے فوراً کہا کہ انس اُٹھو اور شراب کو گرا دو[۲]" دوسری روایت مین ہے کہ "مین ابوطلحہ کے مکان مین لوگون کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین رسول اللہ صلعم نے حرمت شراب کی منادی کروادی، ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ "نکل کے دیکھو یہ کیسی آواز ہے"، مین گھر سے نکلا اور پلٹ کے کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ "شراب حرام ہو گئی" ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ "تو شراب گرا دو" اور لوگون نے اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیون مین بہنے لگی[۳]

بدکاری سے اجتناب | زمانۂ جاہلیت مین اہل عرب سخت بدکاری مین مبتلا تھے، لیکن اسلام نے ان مین عفت و عصمت کا ایسا احساس پیدا کر دیا کہ سخت سے سخت نازک موقعون پر بھی اُن کا دامن اس معصیت سے آلودہ نہین ہونے پاتا تھا۔

ہجرت کے بعد مکہ مین جو گرفتار بلا مسلمان رہ گئے تھے، مکہ سے مدینہ تک ان کا پہنچانا مرثد بن ابی مرثد الغنویؓ کے متعلق تھا، وہ ایک رات اسی غرض سے مکہ آئے، وہان ان کی آشنا ایک طوائف تھی جس کا نام عناق تھا، وہ نکلی تو ان کی پرچھائین دیکھ کر پہچان لیا، اور نہایت تپاک سے ملی، اور کہا کہ "آج میرے گھر مین شب باشی کرو"، لیکن انھون نے معذرت کی کہ

---

[۱] ابوداؤد کتاب الاشربہ باب فی تحریم الخمر، روایت مین پوری آیت نہین ہے، ہم نے اس کو بڑھا دیا ہے،
[۲] بخاری کتاب الاشربہ باب نزول تحریم الخمر، وہی من البسر والتمر، [۳] بخاری کتاب التفسیر سورۂ مائدہ باب لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا۔

زنا اب حرام ہوگیا، اب اُس نے شور و غل کیا، یہ بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار میں جا چھپے، کفار نے وہاں تک تعاقب کیا لیکن خدا نے ان کو بچا لیا[1]،

ایک صحابیہ جن کی اخلاقی حالت زمانۂ جاہلیت میں اچھی نہ تھی، ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں "ہٹو اب جاہلیت کا وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا[2]"،

اسلام کی اسی پاکبازانہ تعلیم اور صحابۂ کرام کی اسی پاکبازانہ زندگی کا یہ اثر تھا کہ اس زمانہ میں لونڈیاں تک بدکاری سے انکار کرنے لگیں، چنانچہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جو رأس المنافقین تھا اپنی لونڈیوں کو اسی ناجائز طریقہ سے روپیہ پیدا کرنے پر آمادہ کرتا تھا، لیکن اس کی دو لونڈیوں نے اس ننگ و عار کو گوارا نہیں کیا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ ہمارا آقا ہم کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء[3]۔ — اپنی لونڈیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو،

اس جرم کا ارتکاب تو صحابۂ کرام سے بہت بعید تھا، وہ لوگ کسی عورت پر نگاہ ڈالنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک حسین صحابیہ شریک نماز ہوتی تھیں، اس لیے بعض صحابہ آگے کی صف میں جا کر کھڑے ہوتے تھے کہ ان پر آنکھ نہ پڑنے پائے[4]،

اگر کسی صحابی نے ناجائز طریقہ سے بھی اس کی جرأت کی تو تمام صحابہ نے اس کو سخت قابل اعتراض خیال کیا، ایک بار حضرت محمد بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور نکاح سے پہلے چوری چھپے اسکو دیکھنا چاہا، یہاں تک کہ اس کے نخلستان میں اسکو دیکھ بھی لیا لیکن لوگوں نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہوکر ایسا کرتے ہیں؟ بولے آپ ہی نے اسکی

---

[1] نسائی کتاب النکاح باب تزویج الزانیہ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۹، [3] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا و مسلم کتاب التفسیر تفسیر ہذہ الآیۃ [4] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب الخشوع فی الصلوٰۃ،

اجازت دی ہے"

ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا، اور رسول اللہ صلعم سے مشورہ طلب کیا، آپ نے فرمایا کہ "پہلے عورت کو جاکر دیکھ لو" وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے تو عورت نے پردہ سے کہا۔ اگر رسول اللہ صلعم کا حکم ہے تو خیر ورنہ تمھیں خدا کی قسم ایسا نہ کرنا[1]"

کسی عورت پر قصداً نگاہ ڈالنا تو بڑی بات ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تو یہاں تک فرماتے تھے "مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے لیکن یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی عورت کی خوشبو آئے[2]"

راگ باجے سے اجتناب صحابہ کرامؓ کے کانوں کو صرف تلاوت قرآن کی آواز خوش آیند معلوم ہوتی تھی، اس لیے وہ عود و بربط، اور چنگ و رباب کی آواز پر کان نہیں دھرتے تھے، ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آواز طبل سنی تو کان بند کرلیے اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے[3]"

ایک بار اونٹ پر سوار جارہے تھے، چرواہے کی بانسری کی آواز کان میں آئی، تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیں، اور پہلا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیا، اور بار بار اپنے غلام نافع سے پوچھتے جاتے تھے کہ آواز آتی ہے یا نہیں"؟ جب انھوں نے کہا کہ "نہیں" تو کانوں سے انگلیاں نکالیں اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے اس قسم کے موقع پر ایسا ہی کیا تھا[4]"

ایک بار بازار میں گذرے تو دیکھا کہ ایک چھوکری گارہی ہے، فرمایا "اگر شیطان کسی کے بہکانے سے باز رہتا تو اس کو نہ بہکاتا[5]"

۱؎ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجہا ۲؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

۳؎ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الغناء والدف ۴؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۵؎ ادب المفرد باب الغناء واللہو

ایک بار عید کے دن چند لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس جنگ بعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں، حضرت ابو بکرؓ آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم کا گھر اور مزامیر شیطان" آپ نے فرمایا "ابو بکرؓ یہ ہماری عید کا دن ہے"[۱]

ایک بار ایک گھر میں تقریب تھی اور ایک شخص گا رہا تھا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ وہ گردن ہلا ہلا کے گا رہا ہے، تو کہا "اُف یہ شیطان ہے، اس کو نکالو، اس کو نکالو"[۲]

راگ باجا تو پھر بھی بڑی چیز ہے حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ "ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے"، اور اگر سُن لیتیں تو کہتیں کہ "تیزی کے ساتھ لے چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں"[۳]

مشتبہات سے اجتناب | حلال و حرام دونوں بدیہی ہیں لیکن بہت سی چیزیں ہیں جن کی حلت و حرمت دونوں مشتبہ ہے، زہد و تورع، تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کا اصلی محل یہی چیزیں ہیں، اس بنا پر حدیث شریف میں ان چیزوں سے بچنے کی تاکید آئی ہے،

الحلال بین والحرام بین وما	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اور ان کے
بینہما امور مشتبہة فمن	درمیان مشتبہ چیزیں ہیں، پس جو شخص مشتبہ گناہوں
ترك ما شبه علیه من الاثم	کو چھوڑیگا، وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے
کان لما استبان له اترك و	زیادہ چھوڑنے والا ہوگا، اور جو شخص مشتبہ گناہوں
من اجترء علی ما یشك فیه	کا مرتکب ہوگا، بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے
من الاثم اوشك ان یواقع	گناہوں کا مرتکب ہو جائے گناہ خدا کی
ما استبان والمعاصی حمی الله	چراگاہ ہیں اور جو شخص چراگاہ کے گرد چرائے گا

[۱] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام [۲] ادب المفرد باب اللہو فی ختان [۳] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۵۲،

من یرتع حول الحمی یوشک ان یواقع (کتاب البیع بخاری) ممکن ہو کہ اس کے اندر داخل ہو جائے،

اس لیے صحابہ کرامؓ ہمیشہ ان مشتبہ چیزوں سے احتراز فرماتے تھے،

حالت احرام میں شکار کرنا جائز نہیں، ایک بار صحابہ سفر حج میں تھے سب نے احرام باندھ لیا تھا، صرف ابو قتادہ انصاریؓ غیر محرم تھے، ایک جنگلی گدھا نظر آیا، اُنھوں نے گھوڑے کو اُسکے پیچھے ڈال دیا، صحابہ سے کوڑا اور نیزہ مانگا، یہ ایک مشتبہ فعل تھا، اس لیے سب نے انکار کر دیا، بالآخر انکو خود نیزہ اُٹھانا پڑا، گدھے کا شکار ہو چکا تو بعض صحابہ نے گوشت کھانے سے بھی انکار کر دیا[۱]

ایک بار حضرت ابو طلحہؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کے نیچے سے ایک چادر نکال لے، حضرت سہل بن حنیفؓ پاس بیٹھے ہوے تھے، بولے کیوں؟ فرمایا "اس میں تصویر بنی ہوئی ہے اور تصویروں کے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے، وہ تم کو معلوم ہے"، بولے "لیکن آپ نے کپڑے میں بنی ہوئی تصویر کی ممانعت تو نہیں فرمائی"، بولے "ہاں لیکن میرے دل کا اطمینان اسی طرح ہو گا"[۲]

ایک بار حضرت مسورؓ بن مخرمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی عیادت کو آئے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ استبرق کی چادر اوڑھے ہوے تھے، حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اس پر ٹوکا تو بولے "رسول اللہ صلعم نے صرف غرور و تکبر کی بنا پر اس کی ممانعت کی تھی، اور الحمد للہ کہ ہم مغرور نہیں ہیں"، انھوں نے کہا "تو پھر چولھے میں یہ تصویریں کیسی بنی ہوئی ہیں؟" بولے "دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو جلا ڈالا ہے"، لیکن یہ چیزیں مشتبہات میں داخل تھیں، اس لیے جب وہ چلے گئے تو فرمایا، کہ "میرے بدن سے یہ چادر اتار لو، اور ان تصویروں کا سر کاٹ ڈالو، کسی نے کہا کہ "اگر ان کو صحیح و سلامت بازار میں فروخت کر ڈالتے تو فائدہ ہوتا"، بولے "نہیں"[۳]

نو مسلم لوگ صحابہ کے پاس گوشت لے کے آتے تھے صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ

[۱] ابو داؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم [۲] ترمذی کتاب اللباس باب ما جاء فی الصورۃ [۳] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۲۰

یہ ابھی دورِ جاہلیت سے نکلے ہیں، ہمکو معلوم نہیں کہ خدا کا نام لیکر ذبح کیا ہی یا نہیں؟ کیا ہم اس گوشت کو کھا سکتے ہیں؟" فرمایا "بسم اللہ کہہ کر کھا سکتے ہو"۔[1]

حضرت اسماءؓ کی ماں کافرہ تھیں، اور حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت ہی مین ان کو طلاق دیدی تھی، ایک بار وہ حضرت اسماءؓ کے پاس متعدد چیزیں ہدیۃً لیکر آئیں، چونکہ ایک کافرہ عورت کا ہدیہ مشتبہ تھا اس لیے حضرت اسماءؓ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، اور حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم سے دریافت کرایا، تو آپ نے اس ہدیہ کو قبول کرنے کی اجازت دی۔[2]

عمالِ سلطنت کی آمدنی بعض حیثیتوں سے مشتبہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ زہد پیشہ لوگ سلاطین وامرا کے دربار سے ہمیشہ اپنا دامن بچاتے رہتے ہیں، صحابہ کرامؓ کے زمانہ تک اگرچہ عمال و امرا کی مذہبی اور اخلاقی حالت اس زمانہ سے بہت بہتر تھی تاہم جو صحابہ نہایت محتاط تھے وہ اس قسم کی آمدنی سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ نے دنیا سے الگ ہو کر بادیہ نشینی اختیار کرلی تھی، اس لیے انھون نے تمام عمر اسی زہد و تورع کے ساتھ بسر کی، مرنے لگے تو بی بی نے ذکر کیا کہ "میرے پاس تو تمھارے کفن کیلیے بھی کپڑا نہیں ہی"، بولے "رو مت، میں ایکدن چند لوگون کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل مین مرے گا، اور اس کے جنازے مین مسلمانون کا ایک گروہ شریک ہوگا، اور لوگ جو اس جماعت مین شریک تھے وہ تو مسلمانون کے درمیان مر چکے صرف مین رہ گیا تھا اور اب جنگل مین مر رہا ہون، تم راہ دیکھو اور انتظار کرو"، بی بی نے کہا "اب تو حاجیون کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا"، بولے "خیر راستہ دیکھو" حسنِ اتفاق سے دفعۃً ایک قافلہ آگیا، اس نے ان کی بی بی سے پوچھا "کیا حال ہے"؟ بولین "ایک مسلمان کو کفناؤ اور ثواب لو"، انھون نے حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام سنا تو تیزی کے

---

[1] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب ما جاء فی اکل لحم لا یدری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ،

ساتھ دوڑے اور کہا "ہمارے ماں باپ ان پر قربان" پاس آئے تو حضرت ابوذرؓ نے کہا "تمھیں وہ لوگ ہو جن کی رسول اللہ صلعم نے مجھ کو خبر دی تھی۔ اگر میرے کپڑے کافی ہوتے تو ان ہی میں سے میرا کفن ہوتا، لیکن اگر تم میں کوئی شخص امیر، عریف یا برید ہو تو وہ مجھے کفن نہ دے"، لیکن ان میں ہر شخص ان خدمات کو انجام دے چکا تھا، صرف ایک انصاری نوجوان تھا، جس نے کہا "میرے پاس دو کپڑے ہیں جن کو میری ماں نے بُنا ہے" بولے "بس تمھیں میرے رفیق ہو، تمھیں مجھے کفن پہناؤ" //

سلہ مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۵۱۶۶

جامع الابواب

تلاوت قرآن صحابۂ کرامؓ ہمیشہ تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے تھے، اور تلاوت کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعدد ٹکڑے کر لیے تھے اور بلاناغہ اس کی تلاوت فرماتے تھے، ایک نووارد صحابی نے صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ "ایک ٹکڑے میں کتنی سورتیں شامل تھیں"، بولے "تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ اور اخیر کی تمام چھوٹی چھوٹی سورتیں ایک ٹکڑے میں داخل تھیں"[1]۔

رسول اللہ صلعم صحابۂ کرام کے اس شوق و شغف کو دیکھتے تو خوش ہوتے، اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ایک بار صحابۂ کرام جن میں عجمی اور بدوی سبھی شامل تھے، تلاوت کر رہے تھے، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو فرمایا "پڑھتے جاؤ، سب کا طرز اچھا ہے، اس کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کرے گی لیکن اس کا مقصد ثوابِ آخرت نہ ہوگا بلکہ دنیا ہوگی"۔

اسی طرح ایک روز صحابۂ کرامؓ تلاوت کر رہے تھے، آپ نے دیکھا تو فرمایا "خدا کا شکر ہے، خدا کی کتاب ایک ہے، اور تم میں سرخ، سیاہ، سپید ہر قسم کے لوگ ہیں"[2]۔

رمضان میں یہ شوق اور بھی ترقی کر جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے اس شوق کو دیکھا تو فرمایا کہ "پورے ایک مہینے میں قرآن ختم کیا کرو"، بولے کہ "مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے"، حکم ہوا کہ "بیس دن میں"، گذارش کی کہ "میں اس سے بھی زیادہ طاقت پاتا ہوں"، فرمایا "پندرہ دن میں"، بولے کہ "مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے"، ارشاد ہوا کہ "دس دن

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب تحزیب القرآن، [2] ایضاً ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب مایجزی الامی والاعجمی من القراۃ،

میں" عرض کی کہ "مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے" فرمایا "سات دن میں" اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہیں[1]،

سخت سی سخت مصیبت میں بھی صحابۂ کرام کے اس شوق میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، بلکہ اس حالت میں قرآن مجید ہی اُن کے لیے مایۂ تسکین ہوتا تھا، جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی، وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے، چنانچہ اُن کے خون کے قطرے قرآن مجید کی اس آیت پر گرے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[2]،

قرآن مجید کی تلاوت ہم بھی کرتے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سر کا بوجھ اتار رہے ہیں، لیکن بعض صحابہ اس خوش لحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا، ایک رات حضرت عائشہؓ گھر میں دیر کو آئیں، رسول اللہ صلعم نے وجہ پوچھی تو بولیں "آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص قرآن پڑھ رہے تھے، میں نے ایسی قرأت کبھی نہیں سُنی تھی" آپ بھی اُن کے ساتھ ہو لیے اور کہا "یہ سالم مولیٰ ابن ابی حذیفہ ہیں، خدا کا شکر ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ موجود ہیں"

حضرت عبداللہ بن قیسؓ نہایت خوش الحان تھے، ایک روز وہ قرآن پڑھ رہے تھے آپ نے سنا تو پوچھا کون ہیں؟ لوگوں نے نام بتایا تو فرمایا "ان کو نغمۂ داؤدی عطا کیا گیا ہے[3]"،

حضرت ابو عثمانؓ نہدی کا بیان ہے کہ "میں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن میں نے چنگ و بربط کی آواز کو بھی ابو موسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی سے بہتر نہیں پایا، وہ ہم کو نماز فجر پڑھاتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورۂ بقرہ پڑھ ڈالتے[4]"،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب کم یقرأ القرآن [2] استیعاب تذکرۂ عثمان بن عفانؓ،

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن، [4] استیعاب تذکرۂ عبدالرحمن بن مل،

وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے کہ "ہم کو خدا کا شوق دلاؤ"، وہ قرأت شروع کرتے اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے، ایک بار اسی حالت میں کسی نے کہا کہ "نماز کا وقت آگیا"، بولے کیا یہ نماز نہیں ہے؟ وہ قرآن پڑھتے تو ازواج مطہرات نہایت شوق سے سنتیں، ایک دن اُن کو معلوم ہوا تو بولے کہ "اگر مجھے خبر ہوتی تو تم لوگوں کو اور بھی شوق دلاتا"[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ خوش الحانی ان کے تمام قبیلہ کا وصف امتیازی تھی، رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ "رات کو جب قبیلہ اشعری کے لوگ آتے ہیں تو میں انکی قرآن خوانی ہی سے اُن کے جائے قیام کو پہچان لیتا ہوں[2]"،

حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ بھی نہایت خوش الحان تھے، خود ان کا بیان ہے کہ "ایک دن میرے پاس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم قرآن نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہو، میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ قرآن غم کیلیے نازل ہوا ہے، اس لیے جب پڑھو تو رو دو، اگر نہیں روتے تو رونی صورت بناؤ اور اسکو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو[3]"

صحابۂ کرامؓ تلاوت کی حالت میں قرآن مجید کے ادب و احترام کا نہایت لحاظ رکھتے تھے، حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ "میں ہاتھ میں قرآن مجید لیے ہوے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تلاوت فرما رہے تھے، میں نے بدن کھجلایا، تو حضرت سعدؓ نے فرمایا شاید تم نے اپنے شرمگاہ کا مس کیا"، میں نے کہا "ہاں" بولے جاؤ وضو کرکے آؤ[4]"،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تلاوت فرماتے تھے تو جب تک فارغ نہ ہو جائیں کسی سے بات چیت

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ [2] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین [3] ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن [4] موطائے امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب الوضوء من مس الفرج،

نہیں کرتے تھے[1]۔

حفظ قرآن قرآن مجید کی متفرق سورتیں اگرچہ تقریباً تمام صحابہؓ کو یاد تھیں لیکن ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ایوبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو زیدؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابوالدرداءؓ نے خود رسول اللہ صلعم کی زندگی ہی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خود بھی اس پر نہایت فخر تھا، ایک بار انھوں نے ایک خطبے میں فخریہ لہجے میں فرمایا کہ "میں نے خود رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے کچھ اوپر ستر آیتیں یاد کی ہیں، تمام اصحاب رسول اللہ جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہوں"[2]، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ اس زمانے میں اور صحابہ حافظ قرآن نہ تھے، بلکہ اور حفاظ کی تعداد اُن سے بہت زیادہ تھی، چنانچہ غزوۂ بیر معونہ میں جو ستر صحابہ شہید ہوئے سب کے سب قرا کہے جاتے تھے[3]۔

حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابی اقرأنا ہم میں قرآن کے سب سے زیادہ قاری ابی ہیں[4]، اسی بنا پر جب نماز تراویح باجماعت قائم کی تو حضرت ابی ابن کعبؓ کو امام بنایا[5]، اور اسی فضیلت کی بنا پر حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابو زیدؓ پر ان کے قبیلۂ خزرج کو بڑا ناز تھا، ایک بار قبیلۂ اوس و خزرج میں مفاخرت ہوئی تو اوس نے کہا کہ "ہم میں حنظلہؓ بن عامر ہیں، جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، ہم میں عاصم بن ثابتؓ ہیں جن کے جسم کو بھڑوں نے کفار کی دست برد سے محفوظ رکھا تھا، ہم میں سعد بن معاذؓ ہیں جن کی موت پر عرش الٰہی ہل گیا تھا، ہم میں خزیمہ بن ثابتؓ ہیں جنکی

---

[1] بخاری کتاب الفقیہ باب قول نساء کم حرث لکم [2] بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع فتح الباری [3] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۳ [4] بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [5] بخاری باب فضل من قام رمضان۔

شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا، خزرج بولے "ہم میں چار شخص ہیں جنھوں نے خود عہد نبوت میں قرآن یاد کر لیا تھا، پھر ان بزرگوں کے نام لیے[1]،

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے صحابہ تھے جن کو قرآن مجید از بر یاد تھا، ان میں حضرت مجمع بن جاریہ[2]، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے نام ہم کو معلوم ہیں[3]، لیکن جن کے نام معلوم نہیں ان کی تعداد اُن سے بھی زیادہ ہے جنگ یمامہ میں بکثرت حفاظ شریک ہوئے تھے، چنانچہ ان ہی لوگوں کے شہید ہونے پر حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال پیدا ہوا، اور انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو اس پر آمادہ کیا[4]،

ان لوگوں کی نسبت حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:-

ان کثیرا ممن قتل فی وقعۃ	جو لوگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان میں
الیمامۃ کان قد حفظ القرآن	اکثروں نے قرآن کو حفظ کر لیا تھا،

تسبیح وتہلیل تسبیح وتہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہے اس لئے صحابۂ کرام اکثر تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے جب جہاد میں روانہ ہوتے تو تمام پہاڑیاں ان کے غلغلۂ تسبیح و تہلیل سے گونج اٹھتی تھیں، اس وقت اگرچہ عقیق و کہربا کی تسبیح موجود نہ تھی تاہم سنگریزے اور کھجور کی گٹھلیوں کی کمی نہ تھی، جن صحابہ نے خاص طور پر تسبیح وتہلیل کا التزام کر لیا تھا، ان ہی سے تسبیح کا کام لیتے تھے، ایک بار آپ نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی ہیں فرمایا "میں اس سے آسان تدبیر بتا دیتا ہوں"، اس کے بعد ایک دعا بتا دی[5]،

حضرت ابو ہریرہؓ ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے، اس غرض سے ایک تھیلی

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو زیدؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مجمع بن جاریہؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قیس بن سکن، [4] بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، [5] ابوداؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب التسبیح بالحصیٰ،

بنا رکھی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے، جب تھیلی خالی ہو جاتی تو وہ لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر دیتی۔[1]

ذکر الٰہی | ذکر الٰہی صحابۂ کرامؓ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابۂ کرامؓ کے اس وصف کو نمایاں کیا ہے، والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات ایک دن حضرت امیر معاویہؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگوں کا حلقۂ ذکر قائم ہے۔ بولے "کیوں بیٹھے ہو؟" لوگوں نے جواب دیا کہ "ذکر الٰہی کرتے ہیں" پھر فرمایا کہ "صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟" جواب ملا "ہاں صرف اس لیے" فرمایا "ایک بار اسی طرح رسول اللہ صلعم نے صحابہ کا حلقۂ ذکر دیکھا تو اسی طرح سوال کیا، اور جواب ملنے پر فرمایا کہ "میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے"[2]

صحابۂ کرامؓ جب نماز سے فارغ ہوتے تو نہایت بلند آہنگی سے ذکر الٰہی کرتے، حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ جب میں یہ غلغلہ سنتا تو سمجھ جاتا کہ صحابہ نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں۔[3]

خوفِ قیامت | صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں قیامت کا خوف اس قدر سما گیا تھا کہ اسکے ڈر سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے، ایک بار دفعۃً اندھیرا ہو گیا، ایک صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ کیا عہد نبوت میں بھی ایسا ہوتا تھا؟ بولے معاذ اللہ اگر ہوا بھی تیز ہو جاتی تھی تو ہم سب قیامت کے ڈر سے مسجد کی طرف بھاگ دوڑتے تھے۔[4]

یہ خوف قیامت ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ پر وقائعِ اُخروی کے ذکر سے رقت طاری ہو جاتی تھی، بیہوش ہو ہو جاتے تھے، گر گر پڑتے تھے، ایک بار دو صحابیوں میں وراثت کے

---

[1] ابو داؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ [2] ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ ما لہم من الفضل و مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر [3] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ [4] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ عند الظلمۃ،

متعلق نزاع پیدا ہوئی، گواہ کسی کے پاس نہ تھا، دونوں صاحب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا "میں ایک آدمی ہوں، ممکن ہے کہ تم میں کوئی نہایت چرب زبان اور طرار ہو اور میں اس کے موافق فیصلہ کر دوں، لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں ہے تو اُس کو یقین کرنا چاہیے کہ میں نے اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق لٹکا دیا ہے،" دونوں بزرگ آخرت کے خوف سے رونے لگے، اور ہر ایک نے اپنا حق دوسرے کو دینا چاہا،[۱]

جب یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا الناس اتقوا ربکم ان	لوگو اپنے خدا سے ڈرو کیونکہ قیامت کا
زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم	زلزلہ ایک بڑی مصیبت ہوگی،

تو آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ وہ دن ہے جب خدا آدم سے کہے گا کہ "آگ کی فوج بھیجو" وہ کہیں گے، خداوندا آگ کی فوج کون ہے؟ خدا کہے گا، ہزار میں نوسو ننانوے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور جنت میں صرف ایک" تمام صحابہ یہ سُنکر بے اختیار رو پڑے،[۲]

ایک بار شفیا الاصبحی مدینہ میں آئے، دیکھا کہ ایک بزرگ کے سامنے بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا "ابوہریرہؓ" پاس آئے اور جب لوگ ہٹ گئے تو کہا کہ "رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث بیان فرمائیے" فرمایا "بیان کرتا ہوں" یہ کہکر چیخے اور بیہوش ہوگئے، افاقہ ہوا تو کہا "ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو اس گھر میں آپ نے مجھی سے بیان فرمائی تھی" پھر چلائے اور غشی طاری ہوگئی، ہوش آیا تو منہ پونچھا اور پھر یہی الفاظ فرمائے، پھر چلائے اور زمین پر گرنے لگے، شفیا نے فوراً تھام لیا، ہوش آیا تو فرمایا کہ "قیامت کے دن خداوند دن کے

---

[۱] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی قضاء القاضی اذا خطا [۲] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۂ حج،

فیصلہ کیلئے اُترے گا، تو پہلے تین شخص طلب کیے جائیں گے۔ ایک قاری، ایک دولتمند، ایک مجاہد
خدا قاری سے پوچھے گا، کیا ہم نے تجھ قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ اس پر تو نے کیا عمل کیا؟ وہ
کہے گا کہ "میں نے رات دن اس کی تلاوت کی" خدا کہے گا "جھوٹ بکتے ہو، تم نے یہ سب
اس لیے کیا ہے کہ لوگ تم کو قاری کا خطاب دیں" دولتمند سے سوال ہوگا تو وہ کہے گا کہ "میں نے
صلہ رحمی کی، اور صدقہ دیا" خدا کہے گا "یہ جھوٹ ہے، تم نے یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا کہ
لوگ تم کو فیاض کہیں" مجاہد سے پوچھا جائیگا تو وہ کہے گا کہ تو نے مجھ کو جہاد کا حکم دیا میں لڑا اور شہید ہوا،
خدا فرمائیگا "یہ تو غلط ہے تمھارا صرف یہ مقصد تھا کہ لوگ تمکو بہادر کہیں" یہ بیان کرکے رسول اللہ
صلعم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی پر جہنم کی آگ بھڑکے گی" شفی نے
مدینہ سے آکر حضرت امیر معاویہؓ سے یہ حدیث بیان کی تو وہ روتے روتے قریب بہلاکت ہو لئے۔[1]

صحابہ کرام کو ہر قسم کی دنیوی تکلیفیں قبول تھیں، دنیوی مال و متاع کا قربان کردینا منظور تھا،
لیکن عذاب اخروی گوارا نہ تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی عیادت کی، دیکھا کہ
سوکھ کے قاق ہوگئے ہیں، فرمایا "کیا تم صحت کی دعا نہیں کرتے تھے" بولے "میں یہ دعا کرتا تھا
کہ اے خدا اگر تو مجھے عذاب اخروی دینا چاہتا ہے تو دنیا ہی میں دیدے"[2]

جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں،
آپ نے رسول اللہ صلعم کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی ہوگئے، پھر ابوبکرؓ
کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی گئے، پھر ان کے اصحاب کی حسن رفاقت
کا حق ادا کیا، اور اگر آپ ان کو داغ جدائی دے کر گئے تو وہ آپ سے راضی رہیں گے"، بولے
"رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کی حسن رفاقت اور ان کی رضامندی تو ایک احسان الٰہی تھا، یہ

---

[1] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ [2] ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید

یہ گھبراہٹ صرف تمھارے اور تمھارے اصحاب کے لیے ہے، خدا کی قسم اگر زمین کی سطح پر سونا بکھیر دیا جائے تو میں اس کو دیکر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دونگا۔[۱] شدتِ خوفِ قیامت سے ان کو یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذابِ دوزخ سے تو بچ جائیں، ایک بار انھوں نے ایک صحابی سے کہا تمھیں یہ پسند ہو کہ ہم جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لائے ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک کام کیے ان سب کا ثواب تو ہم کو مل جائے لیکن آپ کے بعد ہم نے جو نیک کام کیے، تو اس کے بدلے میں صرف دوزخ سے بچ جائیں، اور عذاب و ثواب برابر سرابر ہو جائیں"؟ بولے خدا کی قسم نہیں، ہم نے آپکے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی بہت سے نیک کام کیے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے، ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا" اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر سرابر ہو جائے"[۲]

خوفِ عذابِ قبر قبر سفر آخرت کی پہلی منزل ہے، اس لیے صحابۂ کرامؓ اس منزل کو نہایت کٹھن سمجھتے تھے، اور اس کے دشوار گذار اور پُرخطر راستوں سے ہمیشہ لرزتے رہتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلعم نے قبر کی آزمایش اور امتحان پر خطبہ دیا، تو صحابۂ کرام چیخ اٹھے،[۳] حضرت عمرو بن العاصؓ کا انتقال ہونے لگا، تو وصیت کی کہ" مجھ کو دفن کرنا تو تھوڑی سی خاک ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اونٹ ذبح کردیئے جائیں، اور ان کا گوشت تقسیم ہو جائے تاکہ تمھارے ساتھ انس قائم رہے اور اتنی دیر میں خدا کے قاصدوں (منکر نکیر) کا جواب سوچ لوں"[۴]

---

[۱] بخاری کتاب المناقب فضائل عمرؓ، [۲] بخاری باب ایام الجاہلیۃ، [۳] نسائی کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر، [۴] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ وکذا الحج والہجرۃ۔

گریہ وبکا اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے دلوں کو موم کی طرح نرم وگداز کردیا تھا، اس لیے جب رسول اللہ صلعم کے خطبات ومواعظ سنتے، قرآن مجید پڑھتے، یا خشیت الٰہی کا موقع آتا تو ان پر رقت طاری ہوجاتی، اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے،

ایک بار آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت"، تمام صحابہؓ نے بے اختیار منہ ڈھانک ڈھانک کر رونے لگے،[۱]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "اگر کسی کے دل میں رائی برابر بھی غرور ہوگا تو وہ مرنے کے بعد دوزخ میں داخل ہوگا" حضرت عبداللہ بن قیس انصاریؓ یہ سن کر رو پڑے، آپ نے فرمایا "کیوں روتے ہو؟" بولے "آپ کا ارشاد سن کر" فرمایا "تمھیں خوشخبری ہو کہ تم جنتی ہو"[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قرآن مجید کی یہ آیت

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ،	کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر پر ان کے دل گداز ہوں،

پڑھتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے، اور دیر تک روتے رہتے تھے،[۳]

ایک بار انھوں نے حضرت عمیرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا،

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید،	اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے،

تو اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہوگئے،[۴]

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن قیس انصاری [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، [۴] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

حضرت سہیل بن عمروؓ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا[1]،

تمام صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب تھے، وہ قرآن مجید پڑھتے تھے، تو ان پر اس قدر اثر پڑتا تھا کہ بے اختیار رونے لگتے تھے[2]،

ایک بار حضرت عکرمہؓ نے حضرت اسماءؓ سے پوچھا کہ "صحابہؓ پر خوفِ الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی"؟ بولیں "نہیں وہ صرف روتے تھے[3]"،

الحب فی اللہ اسلام ایک رشتۂ اتحاد تھا، جو صحابۂ کرام کو دور دور سے کھینچ کر لاتا تھا، اور ایک دائمی محبت کے سلسلہ میں منسلک کر دیتا تھا، مہاجرین و انصار دونوں کا خاندان الگ تھا، سلسلۂ نسب الگ تھا، طرزِ معاشرت الگ تھا، لیکن یہ صرف اسلام کا تعلق تھا، جس نے دونوں کو اس قدر متحد کر دیا کہ دونوں بھائی بھائی ہو گئے، اور مال میں، جائداد میں، وراثت میں ایک دوسرے کے شریک ہو گئے، اسی کا نام حب فی اللہ ہے اور صحابۂ کرام کا ہر فرد اسی محبت کے نشہ میں چور تھا، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے دو بھائی تھے، اور میں ایک سے صرف خدا اور رسول کے لیے محبت اور دوسرے سے صرف خدا اور خدا کے رسول کے لیے بغض رکھتا تھا[4]"،

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ "ایک صحابی نے پیچھے سے میرا شانہ پکڑ کر کہا کہ "میں تم سے محبت رکھتا ہوں" انھوں نے کہا کہ "جس ذات (خدا) کے لیے تم مجھ سے محبت رکھتے ہو میں بھی اسی ذات کے لیے تم سے محبت رکھتا ہوں[5]"،

یہ حب فی اللہ ہی کا نتیجہ تھا، کہ جو لوگ کوئی نیک کام کرتے تھے، صحابۂ کرامؓ کو ان سے محبت ہو جاتی تھی، ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے سامنے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہوا تو بولے

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت سہیل بن عمروؓ، [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت اسماء، [4] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت خالد الاحدب حانی [5] ادب مفرد باب اذا احب الرجل اخاہ فلیعلمہ،

ہم نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جب سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو اور ان میں سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا، اسی دن سے میں برابر اُن کو محبوب رکھتا ہوں۔

ایک بار قبیلۂ بنو تمیم کا صدقہ آیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "یہ میری قوم کا صدقہ ہے، اور یہ لوگ دجال کے مقابلہ میں سب سے قوی تر ہیں"، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ "عرب کے قبائل میں کوئی قبیلہ مجھے اس قبیلہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن جب سے میں نے رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت یہ کلمات سُنے وہ مجھے محبوب ہو گیا"۔

البغض فی اللہ صحابۂ کرام ہمہ تن محبت تھے، اس لیے ان کے نزدیک بغض سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہ تھی، تاہم خدا کے عشق میں اُنھوں نے دوسروں کی محبت کو بھلا دیا تھا، وہ اگر محبت کرتے تھے تو خدا ہی کے لیے اور بغض رکھتے تھے تو خدا ہی کے لئے،

بیٹا ہر شخص کو محبوب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ خدا سے محبت نہیں رکھتا تو اس سے کوئی عاشق خدا محبت نہیں رکھ سکتا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اسلام نہیں لاتے تھے، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ ان کو وراثت نہ دوں گا،

بی بی سب کو محبوب ہے لیکن خدا اور رسولؐ کی محبت نے صحابہ کیلئے ایسی محبوب چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا، ایک صحابی کی بی بی (ام ولد) رسول اللہ صلعم کو بُرا بھلا کہا کرتی تھی، وہ اس کو بار بار سختی کے ساتھ منع کرتے تھے، لیکن وہ اس حرکت سے باز نہیں آتی تھی، اس کے ساتھ انکے تعلقات جس قسم کے تھے ان کو خود اُنھوں نے اس طرح بیان کیا ہے:-

لی منہا ابنان مثل اللؤلؤ تین	اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے،
وکانت بی رفیقۃ	اور وہ میری ہمدم تھی،

ؔ مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۹، ؔ ایضاً صفحہ ۳۹۰، ؔ ابوداؤد کتاب الفرائض باب نسخ میراث العقد بمیراث الرحم،

لیکن ایک بار رات کو وہ رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہہ رہی تھی، انھون نے سن لیا، اور دفعۃً تمام تعلقات کو بھول گئے، کلہاڑی اٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کردیا[۱]،

حضرت ابن مکتوم ایک یہودیہ کے مہمان ہوئے، وہ اگرچہ ان کی خاطر مدارات کرتی تھی لیکن خدا اور خدا کے رسول کو برا بھلا کہتی تھی، اس لیے انھون نے اس کو قتل کرڈالا[۲]،

اعزہ و احباب سے کس کو محبت نہین ہوتی، لیکن صحابۂ کرام نے خدا کیلیے ان سب کی محبت کو خیرباد کہدیا تھا، اسیران بدر گرفتار ہوکر آئے، اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا، تو حضرت ابو بکرؓ نے فدیہ لیکر رہا کرنے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ "ہم کو ان سب کی گردن مارنے کا اختیار عطا فرمایئے، علیؓ عقیل کی اور مین اپنے ایک عزیز کی گردن اڑادون، کیونکہ یہ لوگ ایمۃ الکفر ہین[۳]"

مقامات مقدسہ کی زیارت | خانۂ کعبہ کی طرح صحابۂ کرامؓ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی شرف اندوز ہوتے تھے،

ایک بار ایک خاتون بیمار ہوئین اور نذر مانی کہ اگر خدا شفا دیگا تو بیت المقدس مین جاکر نماز پڑھون گی، صحت یاب ہوئین تو سامان سفر کیا، رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہ رضہ کی خدمت مین حاضر ہوئین، انھون نے کہا مسجد نبوی ہی مین نماز پڑھ لو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری مسجد کی ایک نماز خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا دوسری مساجد کی ہزارون نمازون سے بہتر ہے[۴]"

حضرت ابو جمعۃ انصاریؓ بیت المقدس مین نماز ادا کرنے کے لیے آئے، نماز ادا کرکے چلنے لگے تو لوگ پہنچانے آئے، بولے "تجھ پر تمھارا حق ہے، اس کے بدلے مین ایک حدیث

---

[۱] ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن مکتومؓ [۳] مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم، [۴] مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ و مکہ۔

بیان کرتا ہون[1]"

کہ طور تجلی گاہِ نورِ الٰہی تھا، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ وہان گئے اور اس پر نماز پڑھی، پلٹے تو حضرت ابو بصرہؓ سے ملاقات ہوگئی، اُنھون نے کہا کہ "اگر مین پہلے ملا ہوتا تو تم وہان نہ جانے پاتے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا شدِّ رحال نہین کیا جا سکتا[2]"،

رسول اللہ صلعم ہر سنیچر کو معمولاً قبا مین تشریف لیجایا کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی یہی التزام کر لیا تھا[3]، ایک دن حضرت عبد اللہ بن قیس بن مخرمہؓ مسجد قبا کے پاس سے خچر پر سوار ہو کر نکلے، دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پا پیادہ جا رہے ہین، خچر سے اُتر کر کہا کہ "چچا جان! اس پر سوار ہو لیجیے"، بولے "اگر سواری درکار ہوتی تو مل سکتی تھی لیکن رسول اللہ صلعم اس مسجد مین پا پیادہ آکر نماز پڑھا کرتے تھے، اس لیے مین بھی پا پیادہ آنا پسند کرتا ہون[4]"،

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پا پیادہ جانے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہ پائی تھین کہ انتقال ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کرین[5]،

فرایض مذہبی کے ادا کرنے مین جسمانی تکلیفین اُٹھانا | ہم کو ہر قسم کی آسانیان حاصل ہین، تاہم مذہبی فرایض و اعمال ادا نہین کرتے، لیکن صحابہ کرام ہر قسم کی تکلیفین برداشت کرتے تھے اور فرایض اسلام کو بخوشی ادا کرتے تھے، حضرت علیؓ کو اکثر مذی کے قطرے آجایا کرتے تھے، اس لیے وہ عموماً نہاتے رہتے تھے، جب بار بار کے نہانے سے اُن کی پیٹھ پھٹ گئی تو اُنھون نے

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت ابو جمعہ انصاریؓ [2] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۹۲، مسند ابو بصرہ غفاریؓ [3] مسلم کتاب الحج باب فضل مسجد قبا، [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۹، [5] موطا امام محمد کتاب الایمان و النذور باب الرجل یحلف بالمشی الی بیت اللہ

رسول اللہ صلعم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "اس کے لیے وضو کافی ہے"[۱]

رسول اللہ صلعم ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو دھوپ کی شدت سے زمین اس قدر گرم رہتی تھی کہ بعض صحابہ مٹھی میں کنکریاں اٹھا کر اس کو ٹھنڈا کرتے تھے، پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ[۲] کرتے تھے، حضرت زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں کہ :۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی	رسول اللہ صلعم ٹھیک دوپہر کے وقت ظہر
الظہر بالہاجرۃ ولم یکن یصلی صلوٰۃ اشد	پڑھتے تھے، اور آپ کی کوئی نماز صحابہ
علی اصحاب رسول اللہ صلعم منہا[۳]	پر ظہر سے زیادہ شاق اور سخت نہ تھی،

ایک بار سورج گہن لگا، تو رسول اللہ صلعم نے نماز کسوف پڑھائی اور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں اس قدر دیر لگائی کہ بہت سے صحابہ بے ہوش ہو گئے، اور ان پر پانی کی مشکیں ڈھالی گئیں[۴]،

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو مٹا دیا، تاہم ذوق عبادت میں حضرت حمنہ بنت جحش رضؓ برابر مصروف نماز رہتی تھیں، اور جب تھک جاتی تھیں تو مسجد کے دونوں ستونوں میں ایک رسی باندھ رکھی تھی، اس سے لٹک جاتی تھیں، تاکہ نیند نہ آنے پائے، رسول اللہ صلعم نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا "ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیئے جو ان کی طاقت میں ہو، اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہیئے" چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھنکوا دی[۵]۔

شوق حصول ثواب صحابۂ کرام کے تمام اعمال کا محور صرف ثواب آخرت تھا، اسی کے لیے وہ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے، اور اسی پر انھوں نے اپنے تمام عیش و آرام کو قربان کر دیا تھا،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی المذی، [۲] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب فی وقت صلوٰۃ الظہر، [۳] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب فی وقت العصر [۴] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الکسوف، [۵] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب التطوع ورکعات السنۃ باب النعاس فی الصلوٰۃ،

ایک صحابی کا گھر مسجد سے بہت دور تھا، لیکن ان کی کوئی جماعت قضا نہین ہوتی تھی ایک صحابی نے ان سے کہا کہ کاش آپ ایک گدھا خرید لیتے جس پر دن کی دھوپ اور رات کی اندھیری مین سوار ہو کر شریک نماز ہوتے" انھون نے جواب دیا کہ "مین سرے سے یہی نہین پسند کرتا کہ میرا گھر مسجد کے پہلو مین ہو"، رسول اللہ صلعم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے وجہ پوچھی، بولے کہ "میرا مقصد یہ ہو کہ میری طویل آمد و رفت داخل حسنات ہو" آپ نے یہ سن کر فرمایا "خدا نے تم کو یہ سب دیدیا"[1]

آپ نے فرمایا تھا کہ مسجد کی طرف جو قدم اُٹھتا ہے، اس پر ثواب ملتا ہے" اس لیئے صحابۂ کرام نماز کو آتے تھے تو قدم قریب قریب رکھتے تھے کہ نقش قدم کی تعداد بڑھ جائے اور اس پر ثواب ملے[2]۔

حضرت مالک بن عبد اللہؓ نے حضرت حبیب بن مسلمہؓ کو دیکھا کہ گھوڑا ساتھ ہے اور خود پا پیادہ جا رہے ہین، بولے "جب خدا نے سواری دی ہو تو سوار کیون نہین ہو لیتے؟" بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ خدا کی راہ مین جس شخص کے پاؤن غبار آلود ہو جائین، خدا اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے[3]"، یعنی پیدل اس لیے چلتا ہون کہ پاؤن مین مٹی لگ جائے تاکہ اس بشارت سے مجھ کو بھی حصہ ملے"

ایک روز حضرت جابرؓ سخت دھوپ مین پا پیادہ اپنے خچر کو ہانکتے ہوئے جا رہے تھے، راستہ مین فوج سے ملاقات ہوگئی، تو اس کے سپہ سالار نے کہا "خدا نے آپ کو سواری دی ہے، پھر سوار کیون نہین ہو لیتے؟" بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس شخص کے پاؤن خدا کی راہ مین غبار آلود ہو جائین، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ یہ سن کر

[1] ابوداؤد باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ [2] نسائی کتاب الامام باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ حیث ینادی بہن [3] مسند دارمی فی فضل الغبار فی سبیل اللہ

تمام فوج گھوڑے سے اتر گئی،[۱]

پابندی نذر و قسم

ہم لوگ ہر وقت قسمیں کھایا کرتے ہیں اور ہم کو محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے، لیکن صحابۂ کرام بہت کم قسم کھاتے تھے، اور جس بات پر قسم کھا لیتے تھے اس کو پورا کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور قسم کھالی کہ اب اُن سے کبھی بات چیت نہ کریں گی، لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دوسرے صحابہ کی سفارش پہنچائی تو رو کر کہنے لگیں،

انی نذرت والنذر شدید — مین نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے،

بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کر دیا، اور کفارۂ قسم میں ۴۰ غلام آزاد کیے،[۲]

حضرت عمرؓ خلافت کے کاروبار میں مشغول رہتے تھے، اس لئے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ اگر وہ کوئی قسم کھالیں اور مصروفیت کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکیں تو وہ انکی طرف سے کفارے میں دس فقیر کو پانچ صاع گیہوں دیدے[۳] یعنی ہر فقیر کو نصف صاع،

حضرت کردمؓ نے کوہ بوانہ پر پچاس بکریوں کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی رسول اللہ صلعم سے اس کے ایفاء کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ "وہاں کوئی بُت تو نصب نہیں ہے" بولے "نہیں" اب آپ نے نذر پورا کرنے کی اجازت دیدی، اُنھوں نے بکریاں جمع کیں اور اُن کو ذبح کرنے لگے، سو اتفاق سے ایک بکری بھاگ گئی، وہ اُس کی جستجو میں نکلے تو یہ کہتے جاتے تھے کہ "خداوندا میری نذر پوری کر" چنانچہ جب اس بکری کو پکڑ کر ذبح کر لیا، تو ان کو تسکین ہوئی،[۴]

۱؎ مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۳۴۴، الادب المفرد جلد ۱، ۲؎ بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ ۳؎ موطائے امام محمد کتاب الایمان باب النذور والایمان باب الیمین فی کفارۃ یمین، ۴؎ طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت میمونہ بنت کردمؓ

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو ناجائز قرار دیا تھا، تاہم بعض صحابہ ناواقفیت کی وجہ سے نہایت تکلیف دہ نذرین مانتے تھے، اور اُن کو پورا کرتے تھے، ایک بوڑھے صحابی نے پا پیادہ حج کرنے کی نذر مانی اور اُس کو پورا کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُن کو منع فرمایا، ایک اور صحابیہ نے بھی اسی قسم کی نذر مانی لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کی اجازت نہین دی[1]، ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہین، دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ انھون نے یہ نذر مانی ہی کہ نہ بیٹھین گے نہ سایے مین کھڑے ہون گے، نہ کسی سے بولین گے اور روزہ رکھین گے، آپ نے فرمایا کہ "ان سے کہہ دو کہ یہ سب چھوڑ دین اور صرف روزے کو پورا کرین[2]"،

---

[1] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ، [2] بخاری کتاب النذور باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ،

تحنیل الرسول

برکت اندوزی

صحابۂ کرام مختلف طریقون سے رسول اللہ صلعم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے رہتے، مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ کی خدمت مین حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ مین کھجور ڈال کے اُس کے منہ مین ڈالتے، اور اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہین کہ مین بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت مین لے گئین، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعاے برکت کی، اُس کے بعد آپ نے وضو کیا تو مین نے آپ کے وضو کا پانی پیا، حضرت ابوموسی اشعریؓ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ کی خدمت مین لائے، آپ نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ مین کھجور ڈال کے اس کے منہ مین ڈالی، اور اس کو برکت کی دعا دی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ ان کو لیکر آئین اور آپ کی گود مین رکھدیا، آپ نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو اُن کے منہ مین ڈالدیا، پھر برکت کی دعا دی، آپ بعض بچون کے منہ مین کلی کر دیتے، بعض کے منہ مین لعاب دہن ڈالدیتے، اور بعض کی آنکھون پر ہاتھ پھیرتے۔[1]

حضرت زہرہ بن معبدؓ ایک صحابی تھے، بچپن ہی مین ان کی والدہ اُن کو آپ کی خدمت مین لائین، اور کہا کہ "اس سے بیعت لیجیے" آپ نے فرمایا "ابھی بچہ ہے" یہ کہہ کر اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور دعا دی، چنانچہ جب اُن کو لے کر اُن کے دادا غلہ خریدنے کے لیے بازار جاتے

---

[1] بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ و صحیح مسلم کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ و تحنیکہ،

تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے[۱]، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

وتوفر دواعي الصحابة	یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
على احضار اولادهم الى	رسول اللہ صلعم سے برکت حاصل کرنے
النبي صلى الله عليه وسلم	کے لیے صحابۂ کرام کو آپ کی خدمت میں اپنی
لالتماس بركته،	اولاد کے حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا،

نماز فجر کے بعد صحابۂ کرام کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ ان میں برکت کیلئے ہاتھ ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا[۲]،

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ کی خدمت میں پیش کرتے، آپ برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اس کو دیدیتے[۳]، آپ کے وضو کا بچا کھچا پانی صحابہ کے لیے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے، ایک بار حضرت بلالؓ نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ نے اس کو جھپٹ لیا[۴]،

ایک دن آپ نے وضو کیا، پانی بچ گیا تو تمام صحابہ نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا[۵]، ایک بار آپ سر منڈوا رہے تھے، صحابۂ کرامؓ نے آپ کو گھیر لیا، حجام سر مونڈتا جاتا تھا اور صحابہ اوپر ہی اوپر سب بالوں کو اچک لینا چاہتے تھے[۶]،

---

[۱] بخاری کتاب الشرکۃ فی الطعام [۲] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکہم بہ، [۳] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب اذا اتی باول الثمرۃ، وترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا رای الباکورۃ من الثمر [۴] نسائی کتاب الطہارۃ باب الانتفاع بفضل الوضوء، [۵] بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس [۶] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی علیہ السلام وتبرکہم بہ،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو محذورہ رضؓ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انھوں نے عمر بھر سر کے آگے کے بال کٹوائے، نہ مانگ نکالی بلکہ اس کو بطور متبرک یادگار کے قائم رکھا۔[1]

آپ جب صحابہ کرامؓ کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنیکی درخواست کرتے، ایک بار آپ ایک صحابی کے گھر تشریف لائے انھوں نے دعوت کی جب چلنے لگے تو گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ "میرے لیے دعا فرمائیے" آپنے دعائے برکت دعائے مغفرت فرمائی۔[2]

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، انھوں نے آہستہ سے جواب دیا، اُن کے صاحبزادے نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کو اذن نہیں دیتے" بولے "چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ ہم پر بار بار سلام کریں،" آپ نے دوبارہ سلام کیا پھر اسی قسم کا جواب ملا، تیسری بار سلام کر کے آپ واپس چلے، تو حضرت سعدؓ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ "میں آپ کا سلام سنتا تھا، لیکن جواب اس لیے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں"[3] الخ

محافظتِ یادگارِ رسول

صحابہ کرام کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جنکو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اُن سے برکت حاصل کرتے تھے، حضرت علی بن حسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امام حسین رضؓ علیہ السلام کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہؓ ملے، اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں، خدا کی قسم اگر تم نے مجھے یہ تلوار دیدی تو

---

[1] ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان [2] ایضاً کتاب الاشربہ فی النفخ فی الشراب [3] ایضاً کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان

جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اسکی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا[۱]،

حضرت عائشہؓ کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماءؓ نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا، چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تو وہ شفاء حاصل کرنے کے لیے دھوکر اس کا پانی پلاتی تھیں[۲]،

بہت سے صحابہ ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے، اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے، جب آپ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے تو انکی والدہ آپ کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملا دیتی تھیں، چنانچہ جب حضرت انسؓ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو اُن کے حنوط میں شامل کیجائے، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ کے بال کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں، لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اس کو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے، لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ کے سر سے جھڑ جاتے تھے، پھر حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب منیٰ میں اپنے بال سونڈوائے تو حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کے بال لے لئے، اور اُن کو حضرت انسؓ کی والدہ کے حوالے کیا، جن کو اُنھوں نے اپنی خوشبو میں شامل کرلیا، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کرلیتی تھیں[۳]،

غزوۂ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا، وہ اس کی اس قدر قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں، تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کردیا جائے[۴] ج ۶ ص

---

[۱] ابو داؤد کتاب التکاح جب باب مایکرہ ان یجمع بینہن من النساء [۲] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۴۸ [۳] بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قوماً فقال عندہم [۴] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۸۰،

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آپ کی ایک قمیص، ایک تہبند، ایک چادر اور چند موے مبارک تھے، انھون نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن مین لگائے جائین اور موے مبارک منہ اور ناک مین بھر دیئے جائین[1]۔

رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا تھا حضرت عائشہؓ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن انھون نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمل دکھا کر کہا کہ "خدا کی قسم آپ نے انھی کپڑون مین انتقال فرمایا تھا[2]"۔

ایک صحابی کو آپ نے سیاہ ریشم کا ایک عمامہ عطا فرمایا تھا، انھون نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا مین خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ "اس کو رسول اللہ صلعم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا[3]"۔

آپ کے چند بال حضرت ام سلمہؓ نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے، اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن مین پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس مین بالون کو دھو کر واپس کر دیتی تھین، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لیے پی جاتا تھا یا اس سے غسل کر لیتا تھا[4]۔

خلفا ان یادگارون کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگون نے کہا کہ جب تک خط پر مُہر نہ ہو اہل عجم اس کو نہین پڑھتے، اس لیے آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کرائی جس کے نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر مین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے ایک کنوین مین گر پڑی، انھون نے تمام کنوین کا پانی نکلوا ڈالا لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا[5]۔

---

[1] نزہۃ الابرار تذکرۂ حضرت معاویہؓ۔ [2] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر۔ [3] ایضاً باب ماجاء فی الخز۔ [4] بخاری کتاب اللباس باب ما یذکر فی الشیب مع فتح الباری۔ [5] ابوداؤد اول کتاب الخاتم۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدے کے صلے میں رسول اللہ صلعم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، یہ چادر امیر معاویہؓ نے اُن کے صاحبزادے سے خریدلی، اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھکر نکلتے تھے،[۱]

آپ جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس محفوظ تھا، ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو اُنھون نے اس کو چاندی کے تار سے جُڑوادیا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، لیکن بعد کو حضرت انسؓ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا، لیکن حضرت طلحہؓ نے منع کیا کہ رسول اللہ صلعم نے جو کام کیا ہے اس مین تغیر نہین کرنا چاہیے،[۲]

آپ کے دو اور پیالے حضرت سہلؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس محفوظ تھے،[۳]

ایک دن آپ حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے گھر مین ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ نے اس کا دہانہ اپنے مُنہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا،[۴]

آپ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کے یہان کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انھون نے آپ کے لیے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوا لیا تھا، جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے، یہ یادگارین ایک مدت تک اُن کے پاس محفوظ رہین، اخیر مین مروان نے اُن سے لے لیا،[۵]

ان یادگارون کے علاوہ صحابۂ کرام آپ کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے، اور لوگون کو اس کی زیارت کرواتے تھے، حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مسجد مین وہ جگہ دکھائی جہان آپ معتکف ہوتے تھے،[۶]

---

[۱] اصابہ تذکرہ حضرت کعبؓ بن زہیر [۲] بخاری کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبیؐ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ [۴] اسد الغابہ تذکرہ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ [۵] ابوداؤد کتاب الصیام باب این یکون الاعتکاف،

ادب رسول صحابۂ کرام جس طرح رسول اللہ صلعم کا ادب و احترام کرتے تھے، اس کا اظہار سیکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے، ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ

جمعت علی ثیابی حین امسیت فاتیت رسول اللہ صلعم[1]	شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے پہن لیے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی،

بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ سے حضرت ابوہریرہؓ کا سامنا ہو گیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپکے سامنے آئیں، اس لیے آپکو دیکھا تو کترا گئے، اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ "ابوہریرہ کہاں تھے"؟ بولے "میں پاک نہ تھا، اس لیے آپ کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا"[2]

آپ کے سامنے بیٹھتے تو فرط ادب سے تصویر بنجاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علی رؤسھم الطیر یعنی صحابہ آپ کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے[3]

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی کے گھر میں بچہ پیدا ہوا، تو انھوں نے محمد نام رکھا، لیکن اُن کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے، تم اس کے متعلق خود رسول اللہ صلعم سے مشورہ کر لو، وہ بچے کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ "میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو"[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ الحامل [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یصافح [3] ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی [4] مسلم کتاب الآداب باب النہی عن التکنی بابی القاسم وبیان ما یستحب من الاسماء،

اگر راستے مین کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب سے آپ کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے، ایکبار حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کا خچر ہانک رہے تھے، آپ نے فرمایا "سوار کیون نہین ہو لیتے؟" لیکن انھون نے اس کو بڑی بات سمجھا، کہ آپکے خچر پر سوار ہون، تاہم امتثالاً للامر تھوڑی دور تک سوار ہو گئے[1]،

فرط ادب سے کسی بات مین آپ تقدم یا سابقت گوارا نہ کرتے، آپ غزوۂ تبوک کے سفر مین قضائے حاجت کے لیے صحابہ سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہؓ نے آپ کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی امامت مین نماز شروع کر دی آپ پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی، اس لیے آپ دوسری رکعت مین شریک ہوئے نماز ہو چکی تو تمام صحابہ نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب (بطور استغفار کے) سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم نے اچھا کیا"[2]

ایک بار آپ کسی نزاع چکانے کے لیے قبیلۂ بنو عمرو بن عوف مین گئے، نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین آیا کہ نماز پڑھا دیجئے، وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ آکر شریک جماعت ہو گئے، لوگون نے تالیان بجانا شروع کین، حضرت ابوبکرؓ اگرچہ نماز مین کسی طرف توجہ نہین ہوتے تھے، تاہم جب لوگون نے متصل تالیان بجائین تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ہین آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو، انھون نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ نے انکی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے، اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ "جب مین نے حکم دیا تو تم کیون اپنی جگہ سے ہٹ آئے"؟ بولے کہ "ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے آگے نماز پڑھائے"[3]۔

---

[1] نسائی کتاب الاستعاذہ صفحہ ۸۰۳ [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین، [3] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوٰۃ،

ایک بار آپ پیدل جارہے تھے، کہ اسی حالت مین ایک صحابی گدھے پر سوار آئے، آپ کو پیدل دیکھا تو خود فرطِ ادب سے پیچھے ہٹ گئے، اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا "تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمھاری اجازت ہو تو مین آگے بیٹھ سکتا ہون[1]،

اگر کبھی آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ فرطِ ادب سے کھانے مین ہاتھ نہ ڈالتے[2]،

ادب کے مارے آپ سے آگے چلنا پسند نہین کرتے، ایک سفر مین حضرت ابن عمرؓ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ صلعم سے آگے نکل نکل جاتا تھا حضرت عمرؓ نے اُن کو ڈانٹا کہ کوئی آپ سے آگے نہ بڑھنے پائے[3]،،

کسی چیز مین آپکے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ جو قبیلۂ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی مین مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا "اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا باپ تیر انداز تھا، اور مین فلان قبیلہ کے ساتھ ہون" دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے، آپ نے پوچھا کہ "تیر کیون نہین پھینکتے"؟ بولے "اب کیونکر مقابلہ کرین جبکہ آپ اُن کے ساتھ ہین" فرمایا "تیر پھینکو مین تم سب کے ساتھ ہون[4]،، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ لوگ اس لیے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آگئے درانحالیکہ رسول اللہ صلعم بھی اُن کے ساتھ ہین، تو آپ بھی مغلوب ہوجائین گے اس لیے انھون نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا،

اس ادب و احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی نسبت کسی قسم کی سوءِ ادبی گوارا نہ کرتے، آپ

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب رب الدابۃ احق بصدرہا [2] ایضاً کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام [3] بخاری کتاب الہبہ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساء فہو احق بہا [4] ایضاً کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی،

ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مکان مین قیام فرمایا، اور آپ نیچے کے حصے مین اور اُن کے اہل وعیال اوپر کے حصے مین رہنے لگے، ایک رات حضرت ابوایوب انصاری رضؓ بیدار ہوئے تو کہا کہ "ہم اور رسول اللہ صلعم کے اوپر چلین پھرین" اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے مین کر دیا، صبح کو آپ کی خدمت مین گذارش کی کہ آپ اوپر قیام فرمائین، ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لیے زیادہ موزون ہے"، بولے کہ "جس چھت کے نیچے آپ ہون ہم اس پر نہین چڑھ سکتے"، مجبوراً آپ کو بالاخانہ پر قیام کرنا پڑا[1]

بعض صحابہ آپ سے سن مین بڑے تھے، لیکن ان کو فرط ادب سے یہ گوارا نہ تھا کہ اُن کو آپ سے بڑا کہا جائے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے پوچھا "آپ بڑے ہین یا رسول اللہ"، بولے "بڑے تو رسول اللہ صلعم ہین، البتہ مین آپ سے پہلے پیدا ہوا"[2]

اگر نادانستگی مین بھی آپ کی شان مین کوئی گستاخانہ کلمہ نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتے، ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا تھا، اور وہ اس پر رو رہی تھین، آپ کا گذر ہوا تو فرمایا، "خدا سے ڈرو اور صبر کرو"، بولین "تمھین میری مصیبت کی کیا پروا ہے"، آپ چلے گئے تو لوگون نے کہا کہ رسول اللہ صلعم تھے، دوڑی ہوئی آئین اور عرض کی کہ "مین نے حضور کو نہین پہچانا تھا"[3]

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ کی نسبت گستاخی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام سخت برہم ہوتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ کا شانۂ نبوت مین آئے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ آواز بلند بول رہی ہین، فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا کہ "اب کبھی آپ کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے"[4]

آپ پر ایک شخص کا کچھ قرض آتا تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ

---

[1] مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم وانہ ینبغی لمن اراد خطاب الکبار ترکہ وکذا فی معناہ [2] ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ صلعم باب ما جاء فی میلاد النبی صلعم [3] ابوداؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ [4] ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح،

اس پر ٹوٹ پڑے، بالآخر خود آپ نے بیچ بچاؤ کیا[1]،

ایک بار آپ سفر مین تھے، ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ مین بآواز بلند پکارا "یا محمد" "یا محمد" صحابۂ کرام رضنے کہا "ہین"، "ہین" یہ کیا؟ یہ منع ہے[2]"

ایک بار آپ نے فرمایا کہ انصار کے خاندانون مین سب سے افضل بنو نجار ہین، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حرث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہین، حضرت سعد بن عُبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے انکے قبیلہ کو جو تھے نمبر پر رکھا تو ان کو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے "میرے گدھے پر زین کسو، مین خود رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق گفتگو کرونگا"، لیکن اُن کے بھتیجے حضرت سہل رضنے کہا "کیا آپ رسول اللہ صلعم کی تردید کے لیے جاتے ہین؟ حالانکہ رسول اللہ صلعم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہین، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے[3]"

صلح حدیبیہ کے بعد کافرون اور مسلمانون مین اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ رضآئے، اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اُن کو گوارا نہ ہوسکا، اُٹھ گئے، دوسری جگہ چلے گئے، اور چارون مشرک بھی ہتھیار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت مین شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کردیا گیا، حضرت سلمہ رضنے موقع پاکر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چارون پر بحالتِ خواب مین حملہ کر کے اُن کے تمام ہتھیارون پر قبضہ کرلیا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس نے محمد کو عزت دی، تم مین سے جو شخص سر اُٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کردیا جائے گا[4]"

---

[1] ابن ماجہ ابواب الصدقات باب لصاحب الحق سلطان [2] ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبة والاستغفار وما ذکر من رحمة اللہ لعبادہ [3] مسلم کتاب الفضائل باب فی خیر دور الانصار [4] مسلم کتاب الجہاد باب غزوة ذی قرد وغیرہا،

ایک شخص کا نام محمد تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمھاری وجہ سے محمد کو گالی دیجا رہی ہے، اب تادمِ مرگ تم اس نام سے پکارے نہین جا سکتے، چنانچہ اسی وقت اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھدیا، پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو لوگ اس نام کے ہون سب کے نام بدل دیئے جائین، اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور اُن کے سردار کا نام محمد تھا، لیکن اُنھون نے کہا خود رسول اللہ صلعم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے،، بولے "اب میرا اس پر کچھ زور نہین چل سکتا،،[1]

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی کرتے تو صحابہ کرامؓ اُن کو ڈانٹ دیتے، حضرت ام خالدؓ اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئین، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگین، اُن کے والد نے ڈانٹا لیکن آپ نے فرمایا کھیلنے دو،[2]

جو چیزین شانِ نبوت کے خلاف ہوتین، صحابہ کرام آپ کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادبی سمجھتے، آپ نے جب عمرۃ القضاء ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا "رسول اللہ کے سامنے اور حدودِ حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟" لیکن آپ نے خود اس کو مستحسن خیال فرمایا،[3]

ایک بار کچھ لوگون نے جمعہ کے دن آپ کے منبر کے سامنے شور و غل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ آپ کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو،[4]

تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ ہی کی زندگی ہی کیساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام آپ کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد قبر

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۲۱۶ [2] بخاری کتاب الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ [3] نسائی کتاب المناسک فتح و الشعر فی الحرم والمشی بین ایدی الامام، ترمذی مین ہے کہ اشعار حضرت کعب بن مالکؓ نے پڑھے تھے، اور یہی صحیح بھی ہے، [4] مسلم کتاب الامارۃ فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ،

کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگون نے شور و غل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کے سامنے موت و حیات دونوں حالتوں مین شور و شغب نہ کرو۔[1]

صحابۂ کرام کے اس ادب و احترام کا منظر صلح حدیبیہ مین عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح کے متعلق آپ سے گفتگو کی تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ سے عروہ کو اس طرف توجہ ہوگئی، اور اس نے صحابہ کے طرزِ عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ "مین نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہین، لیکن محمدؐ کے اصحاب جس قدر محمدؐ کی تعظیم کرتے ہین، اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہین کرتے۔ اگر وہ تھوکتے ہین تو ان لوگون کے ہاتھ مین ان کا تھوک گرتا ہے، اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو مل لیتے ہین، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص سبقت کرنا چاہتا ہے، اگر وہ وضو کرتے ہین تو وہ لوگ بچے کھچے پانی کے لیے باہم لڑ پڑتے ہین، اگر ان کے سامنے بولتے ہین، تو اُن کی آوازین پست ہوجاتی ہین، اور ان کی طرف آنکھ بھر کر نہین دیکھتے"۔[2]

جان نثاری | صلح حدیبیہ مین جب عروہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "مین آپ کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہون جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے" تو حضرت ابوبکرؓ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا، اور انھون نے برہم ہوکے کہا "ہم اور آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے"[3] یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابۂ کرامؓ نے اپنے عمل سے کی،

ابتدائے اسلام مین ایک بار آپ نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط آیا، اور آپؐ کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کو ڈھکیل دیا اور کہا کہ "ایک آدمی کو صرف اس لیئے

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الشق [2] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،
[3] ایضاً

قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا خدا اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لیکر آیا ہے[1]"

ہجرت کے بعد آپ اور بھی خطرات میں مبتلا ہو گئے تھے، کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہودیے دشمن پیدا ہو گئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، اس لیے آپ کو اکثر پاسبانی کی ضرورت ہوتی تھی، اور صحابۂ کرامؓ آپ کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداے ہجرت میں آپ ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا "کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا"، تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی، آپ نے آواز سن کر فرمایا "کون ہے" جواب ملا "میں سعد بن ابی وقاص" فرمایا "کیوں آئے" بولے "میرے دل میں آپکی نسبت خوف پیدا ہوا اس لیے حفاظت کیلیے حاضر ہوا"[2]

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ تھوڑی دیر کےلیے بھی آنکھ اوجھل ہو جاتے تھے تو جان نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے، آپ ایک دن صحابۂ کرام کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اُٹھے تو پلٹنے میں دیر ہو گئی صحابۂ کرام گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا حضرت ابوہریرہؓ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپکی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے دروازہ ڈھونڈھا تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی، اس میں گھس کر آپ تک پہنچے اور صحابہ کی پریشانیوں کی داستان سنائی،[3]

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھ جاتے تھے، اس لیے صحابۂ کرام کی جان نثاری میں اور بھی ترقی ہو جاتی تھی،

غزوۂ غزوات الرقاع میں ایک صحابی نے ایک مشرک کی بی بی کو گرفتار کیا، اس نے

---

[1] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [2] ترمذی کتاب الفضائل مناقب سعد بن ابی وقاصؓ [3] مسلم کتاب الایمان باب من لقی اللہ بن الایمان، وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ وحرم علی النار،

نے انتقام لینے کے لیے قسم کھالی کہ "جب تک اصحاب محمد میں کسی صحابی کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرون گا، چین نہ لون گا،، اس لیے جب آپ واپس ہوئے، تو اُس نے تعاقب کیا، آپ منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ "کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لیگا؟" مہاجرین و انصار دونوں مین سے ایک ایک بہادر اس شرف کے حاصل کرنے کے لئے اُٹھے، آپنے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جاکر متمکن ہو جائین (کہ وہی کفار کا کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہان پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی، مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم مین ترازو ہو گئے[1]، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے،

آپ غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک صحابی نے شام کے وقت خبر دی کہ مین نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چارپایون اور مویشیون کو لیکر اُمنڈ آئے ہین، آپ مسکرائے، اور فرمایا کہ "آج میری پاسبانی کون کریگا" حضرت انس بن ابی مرثد غنوی نے کہا "مین یا رسول اللہ" ارشاد ہوا کہ سوار ہو جاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، تو فرمایا کہ "اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ، آپ نماز فجر کیلیے اُٹھے تو صحابہ سے فرمایا کہ "تمھین اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے" ؟ صحابہ نے عرض کی ہمین تو کچھ خبر نہین" جماعت قائم ہوئی، تو آپ نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے، نماز ادا کر چکے تو فرمایا "مبارک تمھارا شہ سوار آگیا" صحابۂ کرام نے گھاٹی کے درختون کے درمیان سے دیکھا تو وہ آموجود ہوئے، اور خدمت مبارک مین حاضر ہو کر سلام کیا، اور کہا کہ مین گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہان آپ نے مامور فرمایا تھا چڑھ گیا، صبح کو دونوں گھاٹیان (بھی) دیکھین، تو ایک متنفس بھی نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا "کبھی نیچے بھی اُترے تھے" ؟ بولے "صرف نماز اور قضائے حاجت کیلیے"

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم،

ارشاد ہوا "تم کو جنت مل چکی، اُس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو، تو کوئی ہرج نہیں[1]"۔

ایک غزوہ میں صحابۂ کرامؓ نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا، اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا، اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال لی، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ "آج کی شب میری حفاظت کون کریگا، میں اس کو دعا دونگا"، ایک انصاری نے کہا کہ "میں یا رسول اللہ" آپ نے قریب بلا کر اُن کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابوریحانہؓ نے یہ دُعا سُنی تو کہا کہ "میں دوسرا نگہبان بنوں گا"، آپ نے قریب بلاکر نام پوچھا، اور اُن کو بھی دعا دی[2]،

غزوۂ بدر میں جب آپ نے کفار کے مقابلے کے لیئے صحابۂ کرام کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے "ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ کی قوم کی طرح کہدیں،

فاذھب انت وربک فقاتلا — تم اور تمھارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو،

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے"، آپ نے یہ جان نثارانہ فقرے سُنے تو چہرۂ مبارک فرط مسرت سے چمک اُٹھا[3]،

صحابۂ کرامؓ کے جان نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوۂ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ صلعم کے ساتھ صرف نو صحابہ جن میں سات انصاری اور دو قریشی تھے، (یعنی حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ) رہ گئے، اس حالت میں کفار آپ پر دفعۃً ٹوٹ پڑے تو آپ نے ان جان نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ان اشقیا کو کون میرے پاس سے ہٹا سکتا ہے؟ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑکر آپ پر قربان ہوگئے، اسی طرح کفار برابر آپ پر حملہ کرتے جاتے اور آپ باربار پکارتے جاتے تھے، اور ایک ایک

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۴، [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر،

انصاری بڑھ کر آپ پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہوگئے[1] حضرت طلحہؓ و حضرت سعدؓ کی جان نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعدؓ کے سامنے آپ نے خود اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ "تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان" حضرت ابو طلحہؓ سپر لیکر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیراندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے "میرے ماں باپ آپ پر قربان یوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیے، مبادا کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے"[2]

اس غزوہ میں حضرت شماسؓ بن عثمان کی جان نثاری کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلعم دائیں یا بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی آپ پر غشی طاری ہوئی تو انھوں نے اپنے آپ کو آپکی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوگئے[3]

اسی غزوہ میں آپ نے ایک صحابی کو حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈھنے لگے، تو حضرت سعدؓ بن ربیع خود بول اٹھے کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے ہی پتہ لگانے کے لیے بھیجا ہے" بولے "جاؤ، آپ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو، اور کہو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو، کہ اگر رسول اللہ صلعم شہید ہوگئے، اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا"[4]

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ کی جان نثاری کی آرزو رکھتی تھیں حضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبد المطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے

---

[1] صحیح مسلم باب غزوۂ احد۔ [2] بخاری باب غزوۂ احد۔ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت شماس بن عثمانؓ۔ [4] موطا امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد،

جس شخص کی مدد کی وہ اُس کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتے تو آپ کی حفاظت کرتے اور آپکی طرف سے لڑتے ؛؛

خدمت رسول | صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے، اس لیے متعدد بزرگون نے اپنے آپ کو آپکی خدمت کیلئے وقف کردیا تھا حضرت بلالؓ نے ابتدائے بعثت ہی سے آپکی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اُس کے لیے طرح طرح کی دقتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن آپکے شرفِ خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمتِ مبارک میں حاضر ہوتا، اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے اور وہ قرض دام لیکر اس کی خوراک و لباس کا انتظام کرتے، ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کیلئے قرض لیا، لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا "او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں ؟ صرف چار دن، اسی عرصہ میں قرض وصول کرون گا، ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اُسی طرح بکریاں چرواؤن گا" حضرت بلالؓ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپکی خدمت میں آئے اور کہا کہ "مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے آپ کے پاس اور نیز میرے پاس قرض کے ادا کرنے کا کوئی سامان نہیں ہی، اور وہ مجھے ذلیل کررہا ہے، فرمائیے تو جب تک قرض نہ ادا ہوجائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لون گا" گھر واپس آئے تو بھاگ گنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا سامان کردیا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب آپ کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ کو

لہ استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ ۔ لہ ابوداؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین۔

جوتیاں پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پیروں سے جوتیاں نکالتے، پھر آپ کو عصا دیتے، آپ اُٹھتے تو پھر اسی طرح جوتیاں پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرہ مبارک تک پہنچا جاتے، آپ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ سوتے تو بیدار کرتے، آپ سفر میں جاتے تو آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا، اور وضو کا پانی اُن کے ساتھ ہوتا، اس لیے وہ صاحب سواد رسول اللہ یعنی آپ کے میر سامان کہے جاتے تھے،[۱]

حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب و روز آپ کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانۂ نبوت میں تشریف لیجاتے، تو وہ دروازہ پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت پیش آجائے، ایک بار آپ نے ان کو تاہل اختیار کرنے کا مشورہ دیا بولے "یہ تعلق آپ کی خدمت گذاری میں خلل انداز ہوگا، جس کو میں پسند نہیں کرتا"، لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر مجبور ہو گئے،[۲]

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گذار تھے، ان کا کام یہ تھا کہ سفر میں آپ کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے،[۳]

حضرت انسؓ بن مالک کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا،

حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھیں، جنھوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ اُن کو خادمۂ رسول اللہ کا لقب حاصل ہوا، حضرت سفینہؓ حضرت سلمیٰؓ کی والدہ کے غلام تھے، انھوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ کی خدمت گذاری میں صرف کر دیں، انھوں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں، تب بھی میں تا نفسِ واپسیں آپ کی خدمت

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۹ و ۵۸ [۳] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب فی المعوذتین [illegible]

سے علیحدہ نہ ہوتا۔[۱]

ان بزرگوں کے علاوہ جو صحابہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، اُن کو بھی عموماً شرفِ خدمت حاصل ہوتا رہتا تھا، ایک بار آپ رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو حضرت عمرؓ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ نے پوچھا کہ "عمر! کیا ہے"؟ بولے کہ "وضو کا پانی"، فرمایا کہ "ہر وقت اس کی ضرورت نہیں ہے"[۲]۔

حضرت ابوہریرہؓ کو جو ہمیشہ خدمتِ مبارک میں حاضر رہتے تھے اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ رفع ضرورت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ وضو کرتے[۳]۔

ایک بار حضرت حسینؓ نے آپکی گود میں پیشاب کر دیا، حضرت لبابہؓ نے کہا کہ آپ دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہبند مجھے عنایت فرمائیں کہ میں دھو لاؤں"، ارشاد ہوا کہ بچے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے۔

حضرت ابوالسمح ؓ ہمیشہ آپ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو جاتے، اور آپ ان کی آڑ میں نہا لیتے، ایک بار امام حسین یا حسین علیہما السلام نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا، اُنھوں نے سینۂ مبارک کو دھونا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا چاہیے[۴]۔

جب آپ نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی، اور دوسرے بزرگ آپ کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعاعیں چہرۂ مبارک کو گرم

---

۱ ابوداؤد کتاب العتق باب العتق علی الشرط ۲ ایضاً کتاب الطہارۃ باب فی الاستبراء ۳ ایضاً کتاب الطہارۃ باب الرجل یدلک یدہ بالارض اذا استنجیٰ ۴ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب

نگاہون سے نہ دیکھنے پائیں[1]؛

محبت رسول | حدیث شریف مین ہے :۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین،	یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تک مین تم کو تمھارے باپ، لڑکے اور تمام لوگون سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤن تم لوگ مومن نہین کہے جاسکتے،

اور صحابۂ کرام کو ایمان کا یہی رتبۂ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابرؓ کے والد جب غزوۂ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے، تو بیٹے سے کہا کہ مین ضرور شہید ہونگا، اور رسول اللہ صلعم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہین ہے تم میرا قرض ادا کرنا اور اپنے بھائیون کے ساتھ سلوک کرنا[2]، اس کے علاوہ صحابۂ کرام اور بھی مختلف طریقون سے آپ کی محبت کا اظہار کرتے تھے،

ایک بار ایک صحابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، جوش محبت مین آپ کی قمیص الٹ دی، اُس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما اور آپ سے لپٹ گئے[3]،

حضرت اسید بن حضیرؓ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز وہ ہنسی مذاق کی باتین کر رہے تھے کہ آپ نے اُن کے پہلو مین ایک چھڑی سے کونچ دیا، انھون نے اسکا انتقام لینا چاہا، آپ اس پر راضی ہوگئے، لیکن اُنھون نے کہا کہ "آپ کے بدن پر قمیص ہے حالانکہ مین برہنہ تھا،" آپ نے قمیص بھی اُٹھا دی، قمیص کا اُٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، پہلو چومے اور کہا یا رسول اللہ یہی مقصود تھا،،

جب آپ کی خدمت مین وفد عبد القیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے

[1] ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرم یظلل [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب ما لا یجوز منعہ۔

ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا[1] حضرت کردم نے حجۃ الوداع میں آپکی زیارت کی تو آپ کے قدم لیے اور آپکی رسالت کا اقرار کیا اور آپ کی باتیں سنتے رہے[2]، حضرت زاہرؓ ایک بدوی صحابی تھے جو رسول اللہ صلعم سے نہایت محبت رکھتے تھے اور آپکی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ بھی اُن سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "زاہر ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں" ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپنے پیچھے سے آکر ان کو گود میں لے لیا، انھوں نے کہا "کون ہے چھوڑ دو" لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپکے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی[3]،

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سو جائیں، اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤں سو گئے تو کسی نے کہا "اپنے محبوب کو یاد کرو" بولے "یا محمدؐ"[4]،

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں، وہ جب آپ کا ذکر کرتیں تو فرط مسرت سے کہتیں "بابا" یعنی میرے باپ آپ پر قربان[5]،

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابۂ کرام آپ کے آرام اور آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے،

آپ ایک سفر میں تھے، جس میں ایک صحابی نہایت اہتمام کے ساتھ آپکے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے[6]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد [2] ایضاً کتاب النکاح باب فی تزویج لم یولد [3] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلعم [4] ادب المفرد باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ [5] بخاری کتاب الحیض باب شہود الحیض العیدین ودعوۃ المسلمین [6] مسلم کتاب الزہد باب حدیث جابر الطویل،

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو صحابۂ کرامؓ نے اس کو دفن کر دیا، اور آپ کو اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ بولے "حضور روزے سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا"، اسی طرح ایک اور صحابی کا انتقال ہو گیا، تو صحابۂ کرام نے آپ کو خبر نہ کی، اور کہا کہ "اندھیری رات تھی حضور کو زحمت ہوتی"[۱]

آپ کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ کی محبت کی وجہ سے صحابۂ کرام کو بھی محبوب ہو جاتی، کدو آپ کو بہت مرغوب تھا، اس لیے حضرت انسؓ بن مالک بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے "اے درخت اس بنا پر کہ رسول اللہ صلعم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے"[۲]

آپ کی محبت نے صحابۂ کرام کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپکا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتدا داہنے جانب سے فرماتے، ایک بار حضرت میمونہؓ کے گھر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ آپکے داہنی اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہؓ دودھ لائیں تو آپ نے پیکر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ حق تو تمھارا ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو"، بولے کہ "میں آپکا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا"[۳]

ایک مرتبہ آپ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا، بولیں "میں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی"[۴]

ایک بار ایک صحابی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے آپ کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے، اس لیے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ

---

[۱] سنن ابن ماجہ باب کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی القبر [۲] ترمذی کتاب الاطعمہ باب ما جاء فی اکل الدباء، [۳] ترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا اکل طعاما [۴] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۴۳،

صلعم کا کھانا نہ کھایا۔[1]

محبت کی وجہ سے آپ کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ کو بھی رنج ہوتا، آپ کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ بھی اس میں شریک ہوتے، آپ نے ایک مہینے کے لیئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تو تمام صحابہؓ نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کردی[2]

آپ نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "وہ رقیق القلب آدمی ہیں، جب آپ کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے اور تمام صحابہ بھی"[3]

حضرت عمرو بن الجموح ایک خاص صحابی تھے، اُن کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ نکاح کرتے تو وہ آپ کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے[4]،

آپ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات فرط محبت سے آپ کی واپسی اور سلامتی کے لیے نذریں مانتی تھیں، ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریہ سوداءؓ) نے کہا کہ "یارسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ کو صحیح وسالم واپس لائے گا، تو آپ کے سامنے دف بجا بجا کے گاؤں گی"[5]۔

آپ عموماً فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے صحابہ کرام کے سامنے آپ کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہو جاتے، ایک بار حضرت عمرؓ کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں ہے جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں بدھیاں پڑگئی ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں، آنکھوں سے بیساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ "عمرؓ کیوں روتے ہو"؟ بولے کیوں

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب عرض الطعام [2] مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء واعتزال النساء، [3] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الرسول صلعم فی مرضہ [4] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۰ تذکرہ حضرت عمرو بن الجموح [5] ترمذی کتاب المناقب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب۔

نہ ہوں، آپ کی یہ حالت ہے، اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اُڑا رہے ہیں" فرمایا "کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور اُن کے لیے دنیا ہو"[1]

آپ کے وصال کے بعد صحابۂ کرامؓ کو جب آپ کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو پڑے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی[2]

ایک دن ۔۔۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال بھی ہوگیا، اور آپ نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی[3]

اگر آپ کسی چیز سے متمتع نہ ہوسکتے تو صحابہ کرام اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے آپکا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لیے ایک حُلہ خریدا گیا لیکن بعد کو آپ دوسرے کپڑوں میں کفنائے گئے اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لیے محفوظ رکھیں گے، لیکن پھر کہا کہ "جب خدا کی مرضی نہ ہوئی تو وہ رسول اللہ صلعم کا کفن ہو تو میرا کیوں ہو" یہ کہہ کے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دی[4]

غزوۂ تبوک سخت گرمیوں کے زمانہ میں واقع ہوا تھا حضرت ابوخیثمہؓ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکے تھے، ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ بی بیوں نے ان کی آسایش کے لیے نہایت سامان کیا ہے، بالاخانے پر چھڑکاو کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ یہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے "رسول اللہ صلعم اس لُو اور اس گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں، اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا، اور

---

[1] مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء و اعتزال النساء و تخییرہن [2] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق [3] شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش النبی صلعم [4] مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت،

خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اُٹھائیے، خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہے، مین ہرگز بالاخانہ پر نہ آؤن گا، چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے[1]،

وصال کے بعد آپ یاد آتے تو صحابہ بے اختیار رو پڑتے، ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا "جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اسقدر روئے کہ زمین کی کنکریان آنسوؤن سے تر ہوگئیں حضرت سعید بن جبیرؒ نے پوچھا "جمعرات کا دن کیا ہے"، بولے "اسی دن آپکے مرض الموت مین اشتداد ہوا تھا[2]"

آپ کی مبارک صحبتون کی یاد آتی تو صحابہ کرامؓ کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے، ایک بار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس مین گئے، تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہین، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو آپ کی مجلسؐ یاد آگئی"، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ واقعہ آپ کی بیماری کے زمانہ کا ہے جس مین انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض مین آپؐ کا وصال ہوا تو پھر آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی اس لیے وہ اس غم مین رو پڑے[3]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب رسول اللہ صلعم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھون سے آنسو جاری ہو جاتے تھے[4]،

رسول اللہ صلعم کے اعزہ و اقارب کی عزت و محبت | اہلبیت اور رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابہ کرام اہلبیت کی بھی نہایت عزت و محبت کرتے تھے، ایک بار امام باقر حضرت جابر بن عبداللہؓ کی خدمت مین حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے، اس وقت اگرچہ وہ طالب العلمانہ اور

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۱، تذکرہ مالک بن قیسؓ، [2] مسلم کتاب الوصیۃ باب ترک الوصیۃ لمن لیس و شیئی یوصی فیہ [3] بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلعم اقبلوا من محسنہم و تجاوزوا عن مسیئہم، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

نیازمندانہ حیثیت سے آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہؓ نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا، پہلے اُن کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اُن کے اوپر اور نیچے کے تکمے کھولے سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلہ پر گفتگو کرنے کی اجازت[1] دی،

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ "مچھر کا خون جو کپڑے پر لگجاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے" بولے "ان کو دیکھو رسول اللہ صلعم کے نواسے کو تو شہید کرڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں[2]"

رسول اللہ صلعم کے انتقال کے چند دنوں بعد ایک دن حضرت ابوبکرؓ ایک راستے سے گذرے، دیکھا کہ حضرت حسن علیہ السلام کھیل رہے ہیں، اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا۔

وا بابی شبیہ النبی لیس شبیہا بالعلی

میرا باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ صلعم کے ہمشکل ہو، علیؓ کے مشابہ نہیں، حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے، وہ ہنس پڑے[3]،

ایک دن حضرت ابوہریرہؓ امام حسن علیہ السلام سے ملے اور کہا کہ "ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ صلعم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دونگا، چنانچہ انھوں نے پیٹ کھولا اور انھوں نے وہیں بوسہ[4] دیا،

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبویؐ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام آنکلے، اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خاموش رہے جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ "میں تمھیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں آسمان والوں کو سب سے

---

[1] ابوداؤد کتاب المناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلعم [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسینؓ [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸ [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۲۷

محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انھون نے مجھ سے بات چیت نہین کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائین تو یہ مجھے سرخ اونٹون سے بھی زیادہ محبوب ہے[1]،،

حضرت ابو الطفیلؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے دوست ابو الحسن کے غم مین تمھارا کیا حال ہے؟ بولے "موسیٰ کے غم مین جو حال ان کی مان کا تھا[2]"،

حضرت فاطمہؓ نے جب حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ صلعم کی وراثت کا مطالبہ کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس مین خاص طور پر اہلبیت کی محبت کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے"، اور لوگون کو بھی ان کے حقوق کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا[3]،

ایک بار حضرت عباسؓ نے ایک معاملہ مین حضرت عمرؓ سے اصرار کیا، اور کہا کہ "یا امیر المومنین! اگر موسیٰ کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے"؟ بولے "ان کے ساتھ سلوک کرتا"، حضرت عباسؓ نے کہا "تو پھر مین رسول اللہ صلعم کا چچا ہون" بولے "اے ابو الفضل آپ کی کیا رائے ہے؟ خدا کی قسم آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہین، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے، اور مین رسول اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہون"،

حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمانؓ نے الگ انصار کی تمام آبادیون مین اس کا اعلان کروایا، لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت کے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ [2] استیعاب تذکرہ حضرت ابو الطفیلؓ [3] بخاری کتاب المناقب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلعم،

پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کو لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمانؓ نے پولیس کے ذریعہ سے ان کو ہٹایا[1]، عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمرؓ انکے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ "خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اور اب اپنے پیغمبر کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لیے پانی برسا[2]"

ایک بار حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ عدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لیے اُنھوں نے کہا کہ "میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی بچازاد بہن ہوں، آپ نے مجھے خاص اس غرض کے لیے بلایا تھا اور عاتکہ تو یوں ہی آگئی تھیں" بولے "میں نے یہ چادر تمھارے ہی دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے رسول اللہ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا[3]"

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہؐ نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب اُن کے بیٹے کا بصرے میں مرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے اُن کا جنازہ نہایت کس مپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھکر ایک عورت نے پکارا واھنداہ بن ھنداہ وابن ربیب رسول اللہ، یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مُردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر اُن کے جنازہ میں شریک ہوگئے[4]،

قبیلۂ بنو زہرہ میں چونکہ رسول اللہ صلعم کی نانہال تھی، اس لیے حضرت عائشہؓ اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عباسؓ [2] بخاری کتاب المناقب ذکر عباس بن عبد المطلبؓ [3] اصابہ تذکرہ عاتکہ بنت اسید، [4] استیعاب تذکرہ ہندؓ بن ابی ہالہ،

ناراض ہوئین تو اُنھون نے اسی قبیلہ کے چند بزرگون کو شفیعؓ بنایا،

رسول اللہ صلعم کے دوستون کی عزت اور محبت	رسول اللہ صلعم جن لوگون سے محبت رکھتے تھے

صحابۂ کرام بھی ان کی نہایت توقیر و عزت کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت اُسامہؓ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انھون نے اعتراض کیا کہ "آپ نے اسامہؓ کو مجھ پر کیون ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ مین مجھ سے آگے نہین رہے"، بولے "زید تمھارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کو محبوب تھے اور آپ اسامہؓ کی محبت تم سے زیادہ کرتے تھے، اس لیئے مین نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلعم کے محبوب کو ترجیح دی[2]"۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے مین دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا "آپ ان کو نہین پہچانتے، یہ محمد بن اسامہ ہین" حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سُن کر گردن نیچے جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا "اگر رسول اللہ صلعم اُن کو دیکھتے تو ان کی محبت[3] کرتے"

صحابۂ کرام نہ صرف آپ کے دوستون کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلامون کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ بنا لیا تھا، اُن کے ساتھ بھی نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جن غلامون کے ناک کان کاٹ لیے گئے ہین یا انکو جلا دیا گیا ہے، وہ آزاد ہین اور اللہ اور اُس کے رسول کے مولیٰ ہین" لوگ یہ سُن کر ایک خواجہ سرا کو لائے، جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین آتا تو دونون بزرگ اس کے ساتھ

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب زید بن حارثہؓ [3] بخاری کتاب المناقب ذکر اسامہ بن زیدؓ،

عمدہ سلوک کرتے، اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا،[1]

شوق زیارتِ رسولؐ صحابۂ کرام کے دل رسول اللہ صلعم کے شوقِ زیارت سے لبریز تھے، اس لیے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی اُبھر جاتا، اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجیوں کی صورت مین ہوتا،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہوکر زبانِ شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے،

غدا نلقی الاحبہ　　محمدا وحزبہ

ہم کل اپنے دوستون یعنی محمد اور اُن کے گروہ سے ملین گے[2]

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگون نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے،

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ کے نزدیک بڑا جرم تھا، ایک بار حذیفہؓ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ صلعم کی زیارت نہین کی"؟ بولے "اتنے دنون سے" اس پر انھون نے ان کو بُرا بھلا کہا، تو بولے، کہ "مجھے آپ کی خدمت مین جانے دو، تاکہ آپ کے ساتھ مغرب پڑھون اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کرون[3]"،

آپ کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابۂ کرام کو آپ کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا، ایک بار حضرت ابوایوب انصاریؓ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے، مروان نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۲۵، دوسری روایت مین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اسکی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے لیکن اس روایت مین اس کے نام کی تصریح نہین ہے، ممکن ہے کہ یہ دوسرا غلام ہو صفحہ ۸۲ جلد ۲، [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۲۳، [3] ترمذی کتاب المناقب فضائل الحسنؓ والحسینؓ،

دیکھا تو کہا کچھ خبر ہے یہ کیا کرتے ہو؟ بولے میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں[۱]

شوق دیدار رسول

رسول اللہ صلعم کا دیدار ازدیاد ایمان کا باعث ہوتا تھا، اس بنا پر صحابہ کرام اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے، جب آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو تشنگان دیدار میں جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے، لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کے دیدار سے اپنا ایمان تازہ کیا[۲]،

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو آ آکر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے، اور کہتے تھے "یہ مبارک چہرہ ہے[۳]"،

آپ نے مرض الموت کے زمانہ میں جب پردہ اٹھا کر جھانکا، اور صحابہ کرام کی نماز کی حالت ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابہ کرام پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ خشوع نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں :-

کان وجہہ ورقۃ مصحف ما	آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف
رأینا منظرا کان اعجب الینا	تھا، ہم نے کوئی ایسا خوش گوار منظر
من وجہہ النبی صلعم حین	نہیں دیکھا جیسا اس وقت نظر آیا
وضح لنا[۴]،	جب آپ کا چہرۂ مبارک نمایاں ہوا،

بعض صحابہ کو آنکھیں صرف اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعہ رسول اللہ صلعم کا دیدار ہوتا تھا، لیکن جب خدا نے ان کو اس شرف سے محروم کر دیا، تو وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہوگئے،

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۲ [۲] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ [۳] ابوداؤد کتاب المناسک باب المواقیت [۴] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ،

ایک صحابی کی آنکھین جاتی رہین، لوگ عیادت کو آئے تو اُنھون نے کہا کہ "ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ صلعم کا دیدار تھا، لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیان اندھی ہو جائین اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہین"[1]

شوق صحبت رسول

رسول اللہ صلعم کا فیضِ صحبت ایک ایسی دولتِ جاودانی تھا، جس پر صحابہ کرام ہر قسم کے دنیوی مال و متاع کو قربان کر دیتے تھے، ایک بار آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے فرمایا کہ "مین تمھین ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہون، خدا مالِ غنیمت دیگا تو تم کو معتدبہ حصہ دون گا"، بولے "مین مال کے لیے مسلمان نہین ہوا، صرف اس لیے اسلام لایا ہون کہ آپ کا فیض صحبت حاصل ہو"[2]

جو صحابیہ دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے، وہ صرف آستانۂ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے، حضرت قیلہؓ بیوہ ہو گئین، تو بچون کو اُن کے چچا نے لے لیا، اب وہ تمام دنیوی جھگڑون سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک مین حاضر ہوئین اور آپ کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اُٹھاتی رہین[3]،

حضرت عمرؓ مدینہ سے کسی قدر دور مقام عالیہ مین رہتے تھے، اس لیے روزانہ آپ کے فیضِ صحبت سے متمتع نہین ہو سکتے تھے، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے، اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک کو بھیجتے تھے، کہ آپ کی تعلیمات و ارشادات سے محروم نہ رہنے پائین[4]،

---

[1] ادب المفرد باب العیادۃ من الرمد [2] ایضاً باب المال الصالح للمرء الصالح، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت قیلہؓ،
[4] بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم لیکن روایت مین حضرت عتبانؓ بن مالک کا نام بتصریح مذکور نہین،

دنیا مین آپکے فیض صحبت سے سیری نہ ہوئی تو بعض صحابہ نے خواہش کی کہ آخرت مین بھی یہ دولتِ جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ کے خادم تھے اور ہمیشہ سفر حضر مین آپ کے ساتھ رہتے تھے، ایک بار آپ نے اُن سے کہا کہ "کچھ مانگو" بولے کہ "جنت مین آپ کی رفاقت" ارشاد ہوا "کچھ اور" بولے "صرف یہی ایک چیز" فرمایا "خوب نماز پڑھو تو یہ دولت نصیب ہوگی"[۱]

رسول اللہ کی صحبت کا اثر

صحابۂ کرام چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپکے ارشاد وہدایت سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے، اس لیے ان پر آپکی صحبت کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ "یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہین تو ہمارے دل نرم ہوجاتے ہین، زہد وآخرت کا خیال غالب ہوجاتا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہین، اہل وعیال سے ملتے جلتے ہین اور بچون کو سونگھتے ہین تو وہ بات باقی نہین رہتی" ارشاد ہوا "اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے"[۲]

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا کہ "حنظلہ منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ صلعم کے پاس ہوتے ہین اور آپ جنت ودوزخ کا ذکر فرماتے ہین تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے، پھر گھر مین آکر اہل وعیال سے ملتے ہین اور کھیتی باڑی کے کام مین مصروف ہوتے ہین، تو اس حالت کو بھول جاتے ہین" انھون نے کہا "ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود آپ کے پاس چلین" آپکی خدمت مین

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلعم من اللیل، صاحب استیعاب نے ان کے حال مین لکھا ہے کان یلزم رسول اللہ صلعم فی السفر والحضر،

[۲] ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمہا، صفحہ ۱۵۴،

حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا "اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کرتے، اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں[۱]"

استقبال رسول

رسول اللہ صلعم نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ طبل و علم، لاؤلشکر، خیمہ و خرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں اور ساتھ میں ایک جان نثار رفیقِ سفر تھا، لیکن یہ بے سرو سامان قافلہ جس دن مدینہ میں پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا، عورتوں بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا "رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے"، ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی، اس لئے تمام مسلمان صبح کے تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لئے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کر کے واپس چلے جاتے، ایک دن حسبِ معمول سب لوگ انتظار کر کے چلے گئے، تو ایک یہودی قلعہ سے دیکھ کر بآوازِ بلند پکارا کہ "اہل عرب لو تمھارا شاہدِ مقصود آپہنچا"، تمام صحابہ دفعتہً اُبل پڑے اور ہتھیار سج سج کر گھروں سے نکل آئے آپ قبار میں تشریف لائے، اور خاندان بنو عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو تمام خاندان نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، انصار ہر طرف سے آتے اور جوشِ عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے[۲] انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم کو ابتک نہیں دیکھا تھا، وہ شوقِ دیدار میں بیتاب تھے لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے دھوپ سے بچانے کے لئے آپ کے سر پر چادر تانی، تو سب کو اس کے سایہ میں آفتابِ نبوت نظر آیا،

آپ قبار سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جان نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا، ایک مقام پر آپ ٹھہر گئے، اور انصار کو طلب فرمایا، سب لوگ حاضر ہوئے اسلام عرض کیا

---

[۱] ترمذی ابواب الزہد ص ۴۱۳، [۲] طبقات جلد سیرت نبوی صفحہ ۱۵۰،

اور کہا کہ "سوار ہو جیئے کوئی خطرہ نہین ہم لوگ فرمان برداری کے لیے حاضر ہین"، آپ انصار کی تلوار کے سایہ مین روانہ ہوئے،

قبا سے مدینہ تک دو رویہ جان نثارون کی صفین تھین، راہ مین انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ "حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ طاقت ہے" کوکبۂ نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا، لوگ بالاخانے سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ "رسول اللہ آئے"، "رسول اللہ آئے"، پردہ نشین خاتونین جوش مسرت مین یہ ترانہ گاتی تھین،

طلع البدر علینا	کوہِ وداع کی گھاٹیون کے بیچ سے
من ثنیاتِ الوداع	بدرِ کامل طلوع ہوا ہے،
وجب الشکر علینا	جب تک دعا کرنے والے دعا کرین ہم پر
ما دعی للہ داعی	شکر واجب ہے،

جب آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھ گئی تو قبیلۂ بنو نجار کی چھوکریان دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگین :-

نحن جوار من بنی النجار	ہم خاندان نجار کی لڑکیان ہین
یا حبذا محمدؐ من جار	محمد کیسے اچھے ہمسایہ ہین،

ضیافت رسول | اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام کو رسول اللہ صلعم کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا، تو وہ نہایت عزت، محبت اور ادب و احترام کیساتھ اس غرض کو بجالاتے تھے، ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک مین گذارش کی کہ "مین نہایت

لہ بخاری باب ہجرۃ النبی وطبقات جلد سیرۃ نبوی ذکر ہجرت ۵۲ وفاء الوفا جلد صفحہ ۱۸۷،

لحیم و شحیم آدمی ہون، آپ کے ساتھ نماز مین شریک نہیں ہو سکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمائیے تاکہ مین اسی طرح نماز پڑھا کرون" انھون نے پہلے سے کھانا بھی تیار کرا رکھا تھا، چنانچہ آپ تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی[۱]،

ایک بار آپ ام حرام رضی کے مکان پر تشریف لے گئے، انھون نے کھانا کھلایا، اور بیٹھکر آپ کے سر سے جوئین نکالین[۲]،

ایک روز آپ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت ابوالہیثم بن التیہان انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے، آئے تو آپ سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ مین لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجورین توڑ کر آپکے سامنے رکھدین کہ خود دستِ مبارک سے چُن چُن کر تناول فرمائین؛ اس کے بعد اُٹھے، اور ایک بکری ذبح کی، اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا[۳]،

ایک روز آپ نے حضرت جابرؓ کے مکان پر تشریف لیجانیکا وعدہ کیا، انھون نے نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کی دعوت کا سامان کیا، اور بی بی سے کہا "دیکھو رسول اللہ صلعم آنے والے ہین تمھاری صورت نظر نہ آئے، آپ کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ سے بات چیت کرنا، آپ تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا آپ کے جاگنے سے بیشتر بکری کے اُس بچے کو ذبح کرکے پکالو، ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائین" آپ بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دسترخوان سامنے آیا، آپ کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنو سلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ کھانے سے فارغ ہو کر

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الحصیر۔ [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب فی رکوب البحر فی الغزو، [۳] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۳۹۰،

روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردہ سے کہا "یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جائیے،، آپ نے فرمایا "خدا تم پر اور تمھارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے"[1]

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، اُنھوں نے آپکو غسل کرایا، نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی اور اپنے بیٹے کو ساتھ کردیا کہ گھر تک پہنچا آئیں[2]،

کبھی کبھی آپ خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابۂ کرام اس کو تیار کرکے پیش کرتے، ایک بار آپ نے فرمایا "کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی، گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی" ایک صحابی فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے[3]،

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی تھیں، ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آٹا چھانا اور اس کی چپاتیاں تیار کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیں، آپ نے فرمایا "یہ کیا ہے"؟ بولیں "ہمارے ملک میں اسی کا رواج ہے، میں نے چاہا کہ آپکے لیے بھی اسی قسم کی چپاتیاں تیار کردوں،، لیکن آپ نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا کہ "آٹے میں چھوکر ملا لو پھر گوندھو"[4]

نعت رسول

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ صلعم کے کلمات طیبہ نے اگرچہ عہد صحابہ میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا، تاہم بلبلانِ باغ قدس آپ کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خوان ہوجاتے تھے، اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے، اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے۔ اس لیے دلوں پر اثر ڈالتے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت کعب بن زہیرؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ خاص مشغلہ تھا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے چند مدحیہ اشعار

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۹۸، [2] ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان، [3] ایضاً کتاب الاطعمہ باب فی الجمع بین اللونین من الطعام، [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الحواری،

بخاری مین مذکور ہین،

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ ‏ ‏ اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ہم مین خدا کا پیغمبر ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خدا کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے،

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا ‏ ‏ بہ موقنات ان ما قال واقع

گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی اس لیے ہمارے دلون کو یقین ہو کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ضرور ہو کر رہیگا

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ ‏ ‏ اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع[۱]

وہ راتون کو شب بیداری کرتا ہو حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند مین سوتے ہین،

حضرت کعب بن زہیرؓ جب آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد آپ کے سامنے پڑھا، تو آپ نے اس کو سن کر صحابہ سے فرمایا کہ "اس کو سنو"[۲]

ایک صحابیہ کی شادی مین چھوکریان دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گانے لگین، ان مین سے ایک نے یہ مصرع گایا :-

وفینا نبی یعلم ما فی غد ‏ ‏ ہم مین ایک پیغمبر ہو جو کل کی بات جانتا ہو

تو آپ نے روکدیا اور کہا کہ" وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھین"[۳]

حضرت ابو حمامہ سلمیؓ شاعر تھے، انھون نے ایک بار عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مین نے آپ کی اور خدا کی مدح و ثنا لکھی ہو، آپ نے فرمایا کہ، خدا کی تعریف مین جو کچھ لکھا ہو سناؤ اور میری مدح کو چھوڑ دو[۴]

رضامندی رسولؐ صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے، اور اس سے پناہ مانگتے تھے، ایک بار کسی نے حضرت عباسؓ کے آباو اجداد مین سے کسی کو برا بھلا کہا،

---

[۱] بخاری ابواب الوتر باب فضل من تعار من اللیل فصلی [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن زہیرؓ [۳] بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمہ، [۴] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابن ابی حمامۃ السلمی،

آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "عباس رضؓ مجھ سے ہیں اور میں عباس رضؓ سے ہوں ہمارے مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دِل دُکھیں" یہ سُن کر صحابہؓ نے کہا کہ "ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں ہمارے لیے استغفار کیجیے"[1]

ایک بار کسی نے آپ سے آپ کے روزے کے متعلق سوال کیا جس پر آپ کو غصہ آگیا حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو کہا :-

رضینا باللہ ربا وبالاسلام	ہم نے خدا کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا
دینا وبمحمد نبیناً نعوذ	دین اور محمد کو اپنا پیغمبر بنایا ہے، اور
باللہ من غضب اللہ وغضب	خدا اور خدا کے رسول کے غصہ سے پناہ
رسولہ،	مانگتے ہیں،

اسی فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ کا غصہ اتر گیا[2]

اس لیے اگر آپ کسی ناگوار واقعہ سے مکدر ہو جاتے تھے، تو صحابہؓ کرام ہر ممکن تدبیر سے آپ کو راضی کرنا چاہتے تھے، آپ نے ازواجِ مطہرات سے ایلاء کیا تو تمام صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا حضرت عمرؓ نے آپ کو راضی کرنا چاہا، اور درِ دولت پر تشریف لے گئے دربان نے بے التفاتی کی تو سمجھے کہ شاید آپ کو یہ خیال ہے کہ لڑکی (حفصہؓ) کی خاطر آئے ہیں اس لیے دربان سے کہا کہ "اگر آپ کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا کی قسم آپ حکم دیں تو حفصہ کی گردن اڑا دوں" حضرت ابوبکرؓ کو پہلے سے بار مل چکا تھا حضرت عمرؓ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کے ہنسانے کے لیے کہا کہ اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی بی بی) مجھ سے نان و نفقہ طلب کریں تو میں اُٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے اور ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ

[1] نسائی کتاب الدیات باب القود من اللطمۃ [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم الدہر تطوعاً

کرکے فرمایا "یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں" دونون بزرگ اُٹھے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی گردن توڑنی چاہی اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے"[1]۔

حضرت کعب بن مالکؓ سے جب آپ نے ناراض ہوکر قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ کی رضامندی کی فکر تھی، آپ نماز کے بعد مسجد مین تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے، اس حالت مین وہ آتے اور سلام کرتے اور دل مین کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب مین حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیون سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے[2]۔

آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام بیبیان ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستہ مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگین، آپ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے اُن کے آنسو پوچھے، آپ جس قدر اُن کو رونے سے منع فرماتے تھے اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھین، جب کسی طرح چپ نہ ہوئین تو آپ نے ان کو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگون کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، حضرت صفیہؓ کو خیال ہوا کہ آپ ناراض ہوگئے، اس لیے آپ کی رضامندی کی تدبیرین اختیار کین، اس غرض سے حضرت عائشہؓ کے پاس گئین، اور کہا کہ "آپ کو معلوم ہے کہ مین اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ مین نہیں دے سکتی، لیکن اگر آپ رسول اللہ صلعم کو مجھ سے راضی کردین تو مین اپنی باری آپ کو دیتی ہون"، حضرت عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ مین رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد بن سنور کر

[1] مسلم کتاب الرضاع باب بیان ان تخییر امراتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ و باب فی الایلاء و اعتزال النساء و تخییرہن و قولہ تعالیٰ ان تظاہرا علیہ۔ [2] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ تبوک۔

آپ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ "عایشہ یہ تمھارا دن نہیں ہے"، بولیں :۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ — یہ خدا کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے،

آپ اکثر اپنی ناراضی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے، لیکن جب صحابہؓ کو آپکے چشم وابرو سے اس کا احساس ہوجاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے، ایک بار آپ ایک راستہ سے گذرے، راہ میں ایک بلند خیمہ نظر سے گذرا تو فرمایا "یہ کس کا ہے"، لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے اور سلام کیا، لیکن آپ نے ناراضی سے منہ پھیر لیا، بار بار یہی واقعہ پیش آیا تو انھوں نے دوسرے صحابہ سے آپ کی ناراضی کی شکایت کی، ناراضی کا سبب معلوم ہوا تو انھوں نے خیمہ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا،[۲]

ناراضی کے بعد اگر رسول اللہ صلعم خوش ہوجاتے تو گویا صحابۂ کرام کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ سفر میں تھے حضرت ابورہم غفاری کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہمؓ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے آپ کی ساق مبارک میں خراش آگئی، اور آپ نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر کہا "تم نے مجھے دکھ دیا پاؤں ہٹاؤ"، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہوجائے، مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ صلعم کا قاصد میرے بلانے کے لیے نہ آجائے صحرا

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۳۸ [۲] ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی البناء،

مین اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضرِ خدمت ہوے، آپ نے فرمایا "مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور مین نے بھی تمھین کوڑا مارا، جس سے تمھین اذیت پہنچی، اس کے عوض مین یہ بکریان لو،، اُن کا بیان ہے کہ آپ کی یہ رضامندی میرے لیے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی،[1]

ماتم رسولؐ

رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابۂ کرام کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی مین جن طریقون سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا، لیکن آپ کی وفات کے بعد اس محبت کا اظہار صرف گریۂ بکا، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا، اور صحابۂ کرام نے آپ کے ماتم مین یہ دردانگیز صدائین اس زور سے بلند کین کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درودیوار ہل گئے، آپ پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے جمعرات کے دن مرض مین اشتداد پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جب یہ دن یاد آتا تھا تو کہتے تھے کہ جمعرات کا دن، جمعرات کا کون سا دن، وہ جسمین آپ کے مرض مین ترقی ہوئی،، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی، حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ اٹھین، ،، واکرب اباہ،، ہائے میرے باپ کی تکلیفین" آپ کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہکر آپ پر روئین "یا ابتاہ اجاب ربادعاہ، یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ، یا ابتاہ الی جبرئیلؑ ننعاہ" لوگ آپ کو دفن کرکے آئے تو اُنھون نے حضرت انسؓ سے نہایت دردانگیز لہجے مین پوچھا، کیون انسؓ! کیا رسول اللہ پر خاک ڈالنا تم کو گوارا تھا؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہین کھلتا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابورہمؓ غفاری،

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی، اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ کا حلقۂ ماتم مسجد نبوی ؐ میں قائم تھا، اور حضرت عمرؓ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ کا وصال ہی نہیں ہو سکتا حضرت ابوبکرؓ نے آکر یہ حالت دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی، سیدھے آپ کی لاش مبارک تک چلے گئے، منہ کھول کر آپ کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا، اور روئے، وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ کی موت کا یقین آیا، [1]

ایک شخص صحابہ کے قلق واضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا، تو لوگوں کو آپ کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ "میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ ان کے سینے دیگچی کی طرح اُبال کھا رہے ہیں" [2]، حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے اور میں ان کے گریہ و بکا کو دیکھ کر روتا تھا، [3]

مدینہ کے باہر جب یہ دہشتناک خبر پہنچی تو قبیلۂ باہلہ کے لوگوں نے اس ماتم میں اپنے خیمے گرا دیئے اور متصل سات دن تک اُن کو کھڑا نہیں کیا، [4]

تفویض الی الرسول صحابۂ کرامؓ نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی، اور اپنی ذات اور اپنی آل و اولاد کو رسول اللہ صلعم کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھیں، اُن سے ایک طرف تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق اُن سے گفتگو کی تھی، جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "جو مجھے دوست رکھتا ہے، چاہیے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے" لیکن حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا، اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے ہاتھ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ [2] اصابہ تذکرہ خمیصہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰؓ [4] اصابہ تذکرہ جہم بن کلدہ باہلی،

مین ہے، جس سے چاہیئے نکاح کر دیجئے[1]،

حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ انصاری اپنی تین لڑکیون کے نکاح کے متعلق آپ کو وصیت کر گئے تھے، جن مین آپ نے حضرت فریعہؓ کا نکاح نبیط بن جابرؓ سے کر دیا[2]،

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلعم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤن کی شادی نہین کرتے تھے، ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا "تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو" وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے، لیکن آپ نے فرمایا کہ "مین اپنے لیے نہین بلکہ جلیبیب کے لیے پیغام دیتا ہون" جلیبیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتون کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتین کیا کرتے تھے، اس لیئے صحابہ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھون نے جلیبیب کا نام سنا تو بولے "اس کی مان سے مشورہ کر لون" مان نے جلیبیب کا نام سنا تو انکار کیا، لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہ صلعم کی بات نامنظور نہین کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کر دو، آپ مجھے ضایع نہ کرینگے[3]:-

ہیبت رسول رسول اللہ صلعم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابۂ کرام آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہوجاتے تھے کہ جسم مین رعشہ پڑجاتا تھا۔ ایک بار ایک صحابی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ مین تھے شریک نماز نہین ہوئے، آپ نے ان کو باز پرس کے لیئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم مین لرزہ پڑ گیا[4]،

ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر آپ سے بات چیت کی، لیکن ان پر اس قدر جلال نبوت طاری ہوا کہ جسم مین رعشہ پڑ گیا، آپ نے فرمایا "گھبراؤ نہین مین تو اس عورت کا لڑکا

---

[1] نسائی کتاب النکاح الخطبۃ فی النکاح [2] اسد الغابہ تذکرہ فریعہ بنت ابی امامہ [3] مسند جلد ۴ صفحہ ۴۲۲، [4] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فیمن صلی فی منزلہ ثم ادرک الجماعۃ یصلی معہم،

ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی[۱]۔

ایک بار ایک صحابیہ نے آپ کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا، ان پر آپ کے اس خضوع و خشوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں[۲]،

اس رعب و داب کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام آپ کو کسی بات پر ٹوک نہیں سکتے تھے

ایک بار آپ پر عصر یا ظہر کی نماز میں نسیان طاری ہو گیا، اور صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعات نماز میں کمی کر دی گئی، جماعت میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی شریک تھے، لیکن آپ کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدینؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ "آپ بھول گئے، یا نماز میں کمی ہو گئی" تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدینؓ کی تائید کی[۳]،

حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر بڑے پایہ کے صحابی تھے، لیکن ان کا بیان ہے کہ "میں آپ کا حلیہ نہیں بیان کر سکتا، کیونکہ میں نے آپ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی[۴]"،

آپ حجۃ الوداع میں ناقہ پر سوار ہو کر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، لوگوں پر اس قدر ہیبت طاری تھی کہ کہتے تھے "طبطبیہ طبطبیہ" یعنی اس کوڑے سے بچتے رہو[۵]،

صحابۂ کرام کے بچوں تک کے رگ و ریشہ میں آپ کا رعب و داب سرایت کر گیا تھا، ایک بار حضرت ابو[؟] بچپن میں باپ کے ساتھ آپ کی خدمت میں گئے، آپ کا دیدار ہوا تو

---

[۱] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب القدید [۲] شمائل ترمذی باب ما جاء فی جلسۃ رسول اللہ صلعم، [۳] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب السہو فی السجدتین [۴] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والہجرۃ [۵] ابوداؤد کتاب النکاح باب تزویج من لم یولد،

ان کے باپ نے پوچھا کہ "جانتے ہو کہ کون ہین"؟ بولے "نہین" کہا کہ "رسول اللہ صلعم ہین" یہ سنتے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، ان کا خیال تھا کہ آپکی شکل وصورت آدمیون سے مختلف ہوگی، لیکن ان کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہین اور آپ کے سر پر لمبے لمبے بال ہین[1]،

اطاعت رسول[2]

صحابۂ کرام جس طوع و رضا کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرتے تھے، اس کے متعلق احادیث مین نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہین، ذیل کے چند واقعات سے ان کا اندازہ ہو سکے گا،

ایک بار حضرت زینب رض اپنے کپڑے رنگوا رہی تھین، آپ گھر مین آئے تو اُلٹے پاؤن واپس گئے، آپ نے اگرچہ مُنہ سے کچھ نہین فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رض آپ کی نگاہِ عتاب کو تاڑ گئین، اور تمام کپڑون کے رنگ کو دھو ڈالا،

آپ نے ایک صحابی کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا "یہ کیا ہے"؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے ناپسند فرمایا، فوراً گھر مین آئے اور اس کو چولھے مین ڈال دیا[2]،

حضرت خریم اسدی رض ایک صحابی تھے جو نیچا تہ بند باندھتے تھے، اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز آپ نے فرمایا "خریم اسدی کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا اور نیچی تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچی کر لی[3]،

بی بی سب کو عزیز ہے، لیکن جب آپ نے تخلف غزوۂ تبوک کی بناپر تمام مسلمانون کو حضرت کعب بن مالک رض سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا، اور آخیر مین ان کو بی بی سے بھی علحدگی ضیا کرنے کی ہدایت فرمائی، تو بولے "طلاق دیدون یا اور کچھ"، لیکن آپ کے قاصد نے کہا "صرف

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ [2] ابوداود، کتاب اللباس باب فی الحمرۃ [3] ایضاً باب ماجاء فی اسبال الازار،

علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھون نے فوراً بی بی کو میکے مین بھیجدیا[1]،

شادی بیاہ کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہی لیکن صحابہ کرام کو اطاعت رسولؐ نے ان معاملات مین غور و فکر کرنے سے بے نیاز کر دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمیؓ ایک نہایت مفلس صحابی تھے، ایک بار آپ نے اُن کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، اور کہا کہ "جاؤ انصار کے فلان قبیلہ مین نکاح کر لو" وہ آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے یہان فلان لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے بھیجا ہی" سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا قاصد نا کامیاب نہین جا سکتا"، چنانچہ فوراً انھون نے اُس کی تعمیل کی[2]،

پابندی احکام رسولؐ رسول اللہ صلعم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے صحابہ کرام فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے، اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اُن کے پابند رہتے تھے، اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہین ہوتی تھی،

آپ کے زمانہ مین عورتین بھی شریک جماعت ہوتی تھین، اس حالت مین مقتضائے کمالِ عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لیے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کر دیا جائے، اس بنا پر آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا :-

لو ترکنا ھذا الباب للنساء،	کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتون کے لیے چھوڑ دیتے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تا دمِ مرگ اُس دروازہ سے مسجد مین داخل نہین ہوسکے[3]،

رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا :-

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸، [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذلک،

من زار قوما فلا یومهم و لیومهم رجل منهم — جو شخص کسی قوم کے یہان جائے وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ خود اسی قوم کا کوئی شخص ان کی امامت کرے،

ایک بار حضرت مالک بن حویرث رضؓ ایک قوم کی مسجد مین آئے، لوگون نے امامت کی درخواست کی، تو انھون نے انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہی[1]،

ایک بار حضرت ابو سعید خدری رضؓ نماز پڑھ رہے تھے، ایک قریشی نوجوان سامنے سے گذرا انھون نے اس کو ڈھکیل دیا، وہ باز نہ آیا، پھر ڈھکیلا، وہ نہ رکا، تیسری بار پھر ڈھکیلا، نماز پڑھ چکے، تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "نماز کو اگرچہ کوئی چیز توڑ نہین سکتی، تاہم اگر کوئی چیز سامنے آجائے، تو جہان تک ممکن ہو، اس کو دفع کرو، کیونکہ وہ شیطان ہی[2]"

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جس شخص نے غسلِ جنابت مین ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا، اس پر دوزخ مین یہ یہ عذاب ہوگا"، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اُس کو خود انھون نے بیان کیا ہی :-

فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی[3]، — یعنی اسی دن سے مین نے اپنے سر سے دشمنی کر لی، دشمنی کر لی، (یعنی برابر بال ترشواتے رہے)

رسول اللہ صلعم نے شوہر کے علاوہ اور اعزہ کے ماتم کے لیے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینب رضؓ

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوة باب امامة الزائر،
[2] ابوداؤد کتاب الصلوة باب من قال لا یقطع الصلوة شی،
[3] ابوداؤد کتاب الطہارة باب فی غسل من الجنابة، حدیث مین ہی کہ یہ فقرہ انھون نے تین بار فرمایا،

بنت جحش ؓ کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو (غالباً چوتھے دن) انھون نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھکو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن مین نے آپ سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہین اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔"

جب حضرت ام حبیبہ ؓ کے والد نے انتقال کیا تو انھون نے تین روز کے بعد اپنے رخسارون پر خوشبو ملی، اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔"[1]

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابۂ کرام ؓ سفر جہاد مین منزل پر قیام فرماتے تھے، تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ "یہ تفرق و تشتت شیطان کا کام ہے"۔ اس کے بعد صحابۂ کرام نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب منزل پر اترتے تھے تو اسقدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اُسکے نیچے آجاتے۔[2]

رسول اللہ صلعم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے، ان مین ایک یہ تھا:

لایبیع حاضر لباد — شہری آدمی بدوؤن کا مال نہ بکوائے

(یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدو کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ ؓ بن عبید اللہ کے یہان اترا، لیکن انھون نے کہا کہ "مین خود تو تمھارا سودا نہین بکوا سکتا، البتہ بازار مین جاؤ، بائع کی تلاش کرو، مین صرف مشورہ دیدونگا۔"[3]

حضرت حذیفہ ؓ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن مین پانی پیش کیا، انھون نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ مین نے اس کو منع کیا تھا، پر باز نہ آیا، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔"[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب حداد المتوفی عنہا زوجہا [2] ایضاً کتاب الجہاد باب یومر من انضمام العسکر، [3] ایضاً کتاب البیوع باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد [4] ایضاً کتاب الاشربہ باب الشرب فی آنیۃ الذہب والفضہ،

رسول اللہ صلعم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو روانہ فرمایا، اُن کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبلؓ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے سواری سے اترنے کے لیے کہا، لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا، اسلام لاکر مرتد ہوگیا ہے" فرمایا "جب تک خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق قتل نہ کردیا جائے گا، مین نہ بیٹھون گا" انھون نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہوچکا تو سواری سے اترے[۱]

ایک بار حضرت ابوبکرؓ ایک مجلس مین آئے، ایک شخص نے اُٹھ کر ان کے لیے اپنی جگہ خالی کردی، تو انھون نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے[۲]،

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا، انھون نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا، تو انھون نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگون نے اس تفرق پر اعتراض کیا تو بولین رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے :-

انزلوا الناس منازلھم[۳]، ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو،

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے مین مرد اور عورتین مل جل کے چل رہے ہین؛ عورتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، "پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہین گذر سکتین" اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ عورتین اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھین کہ ان کے کپڑے دیوارون سے الجھ جاتے تھے[۴]،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد، لیکن اس کے بعد کی روایت مین ہو کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو تقریباً ۲۰ دن تک سمجھایا، پھر حضرت معاذؓ نے بھی اس کو سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کردیا، [۲] ایضاً کتاب الادب باب فی التحلق، [۳] ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم [۴] ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق،

حضرت محمدؓ بن اسلم نہایت کبیر السن صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم میں نے مسجد رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر کو واپس نہ جائے، یہ کہکر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔[۱]

غزوۂ احزاب میں آپ نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابو سفیان آگ تاپ رہے ہیں کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ صلعم کا حکم یاد آگیا اور وہ رک گئے۔[۲]

جو صحابہ رافع بن ابی الحقیق یہودی کے قتل کرنے کے لیے گئے تھے، ان رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں، ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا کہ ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔[۳]

ادب حرم نبوی

رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابۂ کرام ازواجؓ مطہرات کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سجدے میں گر پڑے، لوگوں نے کہا "آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں"، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، پھر ازواج مطہرات کی موت

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت محمد بن اسلمؓ [۲] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب [۳] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو،

سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی"[1]

مقام سرف میں حضرت میمونہؓ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے بولے کہ "یہ میمونہؓ ہیں، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو"[2]

بعض صحابہؓ عزت و محبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات پر اپنی جائدادیں وقف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بنؓ عوف نے ازواجِ مطہرات کو ایک جائداد دی تھی جو چالیس ہزار پر فروخت کی گئی، اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا، جو چار لاکھ پر فروخت کیا گیا[3]

خلفاء ازواجِ مطہرات کے ادب و احترام کا اسقدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ازواجِ مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے جب انکے پاس میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز آتی تو ان پیالوں میں کر کے تمام ازواجِ مطہرات کی خدمت میں بھیجتے تھے[4]

۲۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے حج کیا تو ازواجِ مطہرات کو بھی نہایت ادب[1] احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو سواریوں کیساتھ کر دیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے، اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے، ازواجِ مطہرات منزل پر اترتی تھیں، تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے،[5]

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السجود عند الآیات [2] نسائی کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ صلعم فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ [3] ترمذی کتاب المناقب مناقب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف [4] موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب جزیۃ اہل الکتاب المجوس [5] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ،

فضائلِ اخلاق

مسکین نوازی صحابۂ کرامؓ اس قدر مسکین نواز تھے، کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے[1] ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گذر ہو جاتا تو ان کے اہل وعیال اس کو شریک طعام کر لیتے، لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے، البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گذرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ "یہ لوگ اس کو بلاتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش نہیں، اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش ہے"۔

ایک بار ان کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ کانوں میں ایک مسکین کی صدا آئی، فرمایا "اس کو دیدو"، بیوی کو عذر ہوا، لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے، بالآخر مسکین کو ایک دینار دیکر راضی کر لیا گیا،

ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں، بولیں کیا کروں، ان کے لیے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے تو کسی مسکین کو ضرور شریک کر لیتے ہیں"، چنانچہ اس کے انسداد کے لیے جو فقرا و مساکین ان کے راستے میں بیٹھتے تھے انھوں نے ان سے کہلا بھیجا کہ اب انکے راستے میں نہ بیٹھو، وہ مسجد سو نماز پڑھ کے نکلے

---

[1] بخاری کتاب الاطعمہ باب المومن یاکل فی معی واحد،

تو ان لوگون کو گھر سے بلوا بھیجا، ان کی بی بی نے ان سے کہدیا تھا کہ بلانے پر بھی نہ آنا چنانچہ وہ لوگ نہ آئے، تو اس رات کو کھانا نہین کھایا[1]،

حضرت حارثہ بن النعمانؓ اندھے ہو گئے تھے، اس لیے اپنے مصلی سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا، جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجورین لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آکر اس کو دے دیدیتے، گھر کے لوگون نے کہا "ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہین"، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بُری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے[2]"۔

ایک دن حضرت عائشہؓ روزے سے تھین، اور گھر مین ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اسی حالت مین ایک مسکین نے سوال کیا تو انھون نے لونڈی سے کہا کہ وہ روٹی اس کو دیدو، اُس نے کہا "افطار کس چیز سے کیجیے گا"، بولین "دے تو دو"، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا "لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[3]"

استغنا | صحابۂ کرام اگرچہ مفلس اور نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہین پھیلاتے تھے، ایک بار چند صحابہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور بیعت کی، شرائط بیعت مین ایک شرط یہ بھی تھی،

لا تسالوا الناس شیئا — لوگون سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا،

ان مین بعض لوگون نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ اگر راہ مین کوڑا بھی گر جاتا تھا تو کسی سے یہ نہین کہتے تھے کہ اٹھا کر دیدو[4]،

حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی تو اونٹنی

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، [2] اصابہ تذکرہ حضرت حارثہ بن النعمانؓ، [3] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ [4] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسئلۃ

کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اُس کو اُٹھاتے تھے، لوگ کہتے کہ آپ نے ہم سے کیوں نہیں کہا ہم اُٹھا دیتے؛ فرماتے "میرے حبیب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا"[1]

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جو شخص یہ ضمانت کرے کہ کسی سے سوال نہ کرے گا میں اُس کے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں" آپ کے مولیٰ ثوبان بولے "میں یہ ضمانت کرتا ہوں" چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے[2]

ایک بار حضرت حکیم بن حزام رضؓ نے آپ سے سوال کیا، آپ نے ان کا سوال پورا کیا، پھر مانگا، پھر دیا، پھر مانگا پھر عنایت فرمایا، لیکن اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "اے حکیم یہ مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے جو شخص اس کو فیاض دلی کے ساتھ لیتا ہے، اس کو برکت نصیب ہوتی ہے، اور جو شخص اس کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کو برکت نصیب نہیں ہوتی، اور وہ مثل اُس آدمی کے ہوتا ہے جو کھاتا تو ہے، لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہر حال بہتر ہے"، حضرت حکیم بن حزام نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اب تادمِ مرگ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا، اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اُن کو عطیہ دینے کے لیے طلب فرماتے تھے اور وہ انکار کر دیتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن کو عطیہ دینا چاہا، مگر انھوں نے رد کر دیا، بالآخر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ "مسلمانو! گواہ رہنا میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں، اور وہ قبول نہیں کرتے"[3]

حضرت مالک بن سنانؓ سوال کو اس قدر موجب ننگ و عار سمجھتے تھے کہ ایک بار تین دن تک بھوکے رہے لیکن کسی سے کچھ نہ مانگا، رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۱ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسئلہ [3] ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلہ۔

بعض شخص کو عفیف المسالہ شخص کا دیکھنا منظور ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے[1]"

اصحابِ صفہ اگرچہ ناداری کی وجہ سے دوسروں کے دست نگر تھے تاہم الحاح و بجا جبت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین ان کے اس مخصوص وصف امتیازی کو خاص طور پر سراہا ہے،

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ	جو شخص انکی حالت سے ناواقف ہی، وہ ان کی
مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ	خودداری سے انکو دولتمند سمجھتا ہی، تم صرف
لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا	انکے بشرے سے انکو پہچان سکتے ہو، وہ
. . . .	کسی سے گڑگڑا کر کچھ نہین مانگتے،

لوگون کے سامنے غیرون سے مانگنا تو بڑی بات ہے، صحابۂ کرامؓ کی غیرت اس کو بھی گوارا نہین کرتی تھی کہ ان باپ سے سب کے سامنے سوال کیا جائے، حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھین، رسول اللہ صلعم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے، حاضر خدمت ہوئین کہ آپ سے ایک غلام مانگین، دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتین کر رہے ہین، شرم کے مارے واپس آئین[2]

اگر کبھی سوال کا موقع بھی آتا تو صحابۂ کرامؓ شرم و حیا سے علانیہ سوال نہین کرتے تھے، بلکہ صرف حسن طلب سے کام لیتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ مین تھے، جنکا طغرۂ امتیاز صرف فقر و فاقہ تھا، ان کی حالت یہ تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر پیٹ کے بل پڑ رہتے تھے، پیٹ پہ پتھر باندھ لیتے تھے، لیکن کسی سے علانیہ کچھ نہین مانگتے تھے، ایک روز شاہراہ عام پر بیٹھ گئے، حضرت ابو بکرؓ کا گذر ہوا، تو ان سے ایک آیت پوچھی، وہ گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مالک بن سنانؓ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی التسبیح عند النوم

حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا، لیکن اس حسن طلب سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی صاحب متوجہ ہوں، اور اپنے ساتھ لیجا کر کھانا کھلائیں[۱]،

ایثار فیاضی ایک اخلاقی وصف ہی، لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے، اور وہ صحابۂ کرام میں اس قدر پائی جاتی تھی کہ رسول اللہ صلعم حضرت عمرؓ کو عطیہ دیتے تھے، لیکن وہ یہ کہکر لوٹا دیتے تھے کہ "یہ اس کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو[۲]"،

ایکبار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوا، اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اس لیے آپ نے فرمایا "آج کی شب کون اس مہمان کا حقِ ضیافت ادا کریگا"، ؟ ایک انصاری یعنی حضرت ابو طلحہؓ نے کہا "میں یا رسول اللہ" چنانچہ اس کو ساتھ لیکر گھر آئے، بی بی سے پوچھا کچھ ہے ؟ بولیں صرف بچوں کا کھانا ہو" بولے بچوں کو تو کسی طرح بہلاؤ، جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو، اور میں اس پر یہ ظاہر کرونگا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ "رات خدا تمھارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا، اور یہ آیت نازل فرمائی،

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو	وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں
کان بھم خصاصۃ[۳]،	گو وہ خود تنگدست ہوں"

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں اپنی قبر کے لیے مخصوص جگہ کر رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی تو انھوں نے یہ تحفۂ جنت ان کو دیدیا اور فرمایا :۔

---

[۱] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۰ [۲] بخاری کتاب الزکوۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس فی اموالہم حق للسائل والمحروم [۳] مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ،

كنت اوثره لنفسي ولا وثرن | مین نے خود اپنے لیے اس کو محفوظ رکھا تھا

به اليوم على نفسي[1] | لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہون،

ایک غزوہ مین حضرت عکرمہؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ، حضرت سہیل بن عمروؓ زخم کھا کر زمین پر گرے، اور اس حالت مین حضرت عکرمہؓ نے پانی مانگا، پانی آیا تو اُنھون نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ پانی کی طرف دیکھ رہے ہین، بولے "پہلے اُن کو پلاؤ" حضرت سہیلؓ کے پاس پانی آیا تو انھون نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے "اُن کو پلاؤ"، بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے مُنہ مین پانی کا ایک قطرہ نہ گیا، اور سب نے تشنہ کامی کی حالت مین جان دی،[2]

فیاضی اگرچہ صحابۂ کرام کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ و ثبات حاصل ہوا، مدینہ رسول اللہ صلعم کے لیئے غربت کدہ تھا، لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو اپنی آنکھون مین جگہ دی، مہاجرین کو اپنے گھرون مین ٹھہرایا، اور بعض شرائط کے ساتھ اپنی نخلستان کی پیداوار مین ان کو شریک کر لیا،[3]

حضرت سعد بن الربیعؓ نے جائداد کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنی ایک بی بی بھی دینا چاہی، لیکن اُنھون نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا،[4]

رسول اللہ صلعم کی ثبات استغنا نے اگرچہ انصار سے خدا کے گھر کے لیے بھی زمین مانگی تو قیمت دینا چاہی، لیکن انصار کی فیاضی نے اس کا معاوضہ صرف خدا سے لینا چاہا، اور نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ کہا،

لا نطلب ثمنه الا الى الله،[5] | ہم اس کی قیمت صرف خدا سے مانگتے ہین،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب تحقیقہ البیعہ [2] استیعاب تذکرہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل،
[3] بخاری کتاب المزارعۃ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل وغیرہ،
[4] ایضاً کتاب المناقب باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ [5] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المسجد

اسلام مین عمریٰ ایک خاص قسم ہبہ ہے جسکے معنی یہ ہین کہ ایک شخص عمر بھر کے لیے کسی پر کوئی چیز ہبہ کردے، مدینہ مین مہاجرین آئے تو انصار نے ہر قسم کی اعانت و امداد کے ساتھ مہاجرین کو بہت سی جائداد بطور عمریٰ کے دینی چاہی لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا۔[۱]

انصار مین حضرت سعد بن عبادہؓ فیاضی مین عام طور پر مشہور تھے، روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کی خواہش ہو وہ یہان آئے، رسول اللہ صلعم مدینہ مین آئے تو زیادہ تر دہی کھانا تیار کروا کے بھیجتے تھے، اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دار و مدار ان ہی کی فیاضی پر تھا، چنانچہ جب شام ہوتی تو اور صحابہ ان مین سے ایک یا دو کو لیجاتے لیکن وہ اسّی اسّی آدمیون کو لیجا کر کھانا کھلاتے۔[۲]

حضرت جعفر بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ لطف و مدارات سے ساتھ پیش آتے تھے، کیونکہ وہ مسکینون سے ساتھ محبت رکھتے تھے، اُن کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے تھے، اور اُن سے باتین کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ بھی مساکین صفہ مین داخل تھے، اس لیے اُنکو ان کی فیاضی کا خاص تجربہ تھا، وہ فرماتے ہین کہ مین صحابہ سے قرآن مجید کی وہ آیتین پوچھا کرتا تھا جو مجھے اُن سے زیادہ معلوم تھین، اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی کھانا کھلائے، چنانچہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے گھر لیجا کر کھانا کھلاتے تھے، اور پھر جواب دیتے تھے، بخاری کی روایت مین ہے کہ ہم لوگون کو گھر مین لیجا کر سب کچھ کھلا دیتے یہان تک کہ گھی کا خالی کپّہ پھاڑ ڈالتے اور ہم لوگ اس کو چاٹ لیتے تھے۔[۳]

مہاجرین مین حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنا کل مال جس کی مقدار پانچ یا چھ ہزار تھی، نیک کامون مین صرف کرنے کے لیے ساتھ لیتے گئے، ان کے والد ابوقحافہ

---

۱ مسلم کتاب الفرائض باب العمریٰ ۲ اصابہ تذکرہ حضرت سعد بن عبادہؓ ۳ بخاری و ترمذی کتاب المناقب جعفر بن ابی طالب

گھر مین آئے تو کہا تم لوگون کو وہ مصیبت مین مبتلا کر کے چلا گیا، حضرت اسماءؓ نے ان کی تسکین کے لیے بہت سی کنکریان جمع کر کے طاق مین رکھین اور ان کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر کہا کہ ہاتھ سے ٹٹول لیجئے (وہ اندھے تھے) سب کچھ چھوڑ گئے ہین[1]

مہاجرین مین حضرت عثمانؓ جس طرح بہت بڑے دولتمند تھے، بہت بڑے فیاض بھی تھے، عہد نبوت مین جب مسلمانون کی تعداد مین اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا، مسجد کے متصل ایک قطعۂ زمین تھا جس کی نسبت آپ نے فرمایا کون اس کو خرید کر خدا کے حوالہ کرتا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے اسکو بیس ہزار درہم پر خرید کر مسجد پر وقف کر دیا، مسلمانون کو پانی کی تکلیف تھی، بیرِ رومہ کو خرید کر وقفِ عام فرما دیا، غزوۂ تبوک مین ایک متمدن سلطنت کا مقابلہ تھا، اور صحابہ کرام کے پاس سامانِ جہاد بہت کم تھا، انھون نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کیا،[2]

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپکی خدمت مین ہرقل کا قاصد آیا، چونکہ آپ عموماً قاصدون سے لطف و مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے، اس لیے آپ نے معذرت کی کہ ہم لوگ اس وقت سفر مین ہین، اگر ممکن ہوا تو ہم تمھین صلہ دین گے، حضرت عثمانؓ نے سنا تو پکارے کہ "مین صلہ دون گا"، چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلۂ صفوریہ نکال کر اس کو دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ "کون اس کو اپنا مہمان بنائے گا"؟ ایک انصاری نے کہا مین اس کے لئے حاضر ہون[3]،

تقویت اسلام کے علاوہ ذاتی طور پر بھی صحابہ کرام کی فیاضیون کا دریا عموماً بہتا رہتا تھا حضرت مقدامؓ ایک صحابی تھے، وہ چند رفقاء کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار مین حاضر ہوئے، اور

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۵۰ [2] نسائی کتاب الجہاد فضل من جہز غازیا [3] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۴۲،

اُنھون نے صرف ان کو مالی عطیہ دیا، لیکن اُنھون نے اپنے تمام رفقا پر برابر برابر تقسیم کر دیا، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ مقدام ایک فیاض شخص ہین۔[1]

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے، غزوات مین انصار کا علم ان ہی کے ہاتھ مین رہتا تھا، اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے، ایک غزوہ مین وہ قرض لیکر فوج کو کھانا کھلاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج مین شریک تھے، دونون بزرگون نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کر دین گے، اس لیے اُن کو روکنا چاہا، حضرت سعدؓ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلعم کے پیچھے کھڑے ہوکر کہا کہ "مجھ کو ابن قحافہ اور ابن خطاب سے کون بچائے گا؟ میرے بیٹے کو یہ بخیل بنانا چاہتے ہین"[2] ان کی فیاضی یہین تک محدود نہ تھی، بلکہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا، وہ جہان جاتے تھے، اس مین ایک آدمی گوشت اور مالیدہ لیکے چلتا تھا، اور پکارتا جاتا تھا کہ ھلموا الی اللحم والثرید یعنی آؤ اور گوشت اور مالیدہ کھاؤ، ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ "میرے گھر مین چوہے نہین رہتے" بولے کیا خوب کنایہ ہے، اس کا گھر روٹی، گوشت، گھی اور چھوہارے سے بھر دو۔[3]

حضرت عدیؓ حاتم طائی کے بیٹے تھے، ایک بار اُن سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو بولے "حاتم کے بیٹے سے صرف سو درہم مانگتا ہے، خدا کی قسم نہ دون گا"[4]

حضرت عائشہؓ اس قدر فیاض تھین کہ جو کچھ ہاتھ مین آجاتا، اس کو صدقہ کر دیتی تھین، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو روکنا چاہا، تو اس قدر برہم ہوئین کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی،[5] حضرت اسماءؓ بھی اسی درجہ کی فیاض تھین لیکن دونون بہنون کے طرزِ عمل مین

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور [2] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۱۵ تذکرہ حضرت قیس بن سعدؓ، [3] حسن المحاضرۃ جلد اول ص ۹۵ [4] مسلم کتاب الایمان باب ندب من حلف یمینا فرای غیرہا خیرا منہا ان یاتی الذی ہو خیر ویکفر عن یمینہ [5] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش،

اختلاف تھا، حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں، جب معتد بہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا، تو اُس کو تقسیم کر دیتی تھیں، لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لیے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھیں جو کچھ ملتا تھا روز کا روز صرف کر دیا کرتی تھیں۔[۱]

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بولیں کہ "تمھارے کوئی لڑکا ہے؟" انھوں نے کہا "نہیں" فرمایا "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو مین تم کو دیدیتی"۔ حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیے بھیجے، بولیں "کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی"، فوراً اُن کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے اُنھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدلی اور اُس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے۔[۲]

حضرت سعید بن عاص کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ اگر اُن سے کوئی سائل سوال کرتا اور اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کو دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا جائے گا، ہر جمعہ کو اپنے بھائی بند کو جمع کرتے، ان کو کھانا کھلاتے، خلعت پہناتے اور ان کے گھرون پر صلے بھیجتے، ہر جمعرات کو کوفہ (وہ کوفہ کے گورنر تھے) کی مسجد مین غلام کے ہاتھ اشرفیون کے توڑے بھیجتے کہ نمازیون کے آگے رکھ آئے، اس بنا پر اس دن مسجد مین نمازیون کا اژدحام ہو جاتا، مرتے وقت ان پر اسی ہزار اشرفیون کا قرض تھا، بیٹے نے پوچھا "یہ قرض کیونکر ہوا"، بولے "کسی شریف کی حاجت روائی کی، کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے دیدیا، اسی مین یہ قرض ہوا"۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ان کے پاس بیس ہزار درہم سے زیادہ آئے، انھون نے اسی مجلس مین بیٹھے بیٹھے لوگون کو دیدیا، یہان تک کہ

---

[۱] ادب المفرد باب السخاوۃ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن العاصؓ

جب کل خرچ ہو چکا تو ایک شخص کو ان ہی سے قرض لیکر دیدیا، وہ اکثر روزے سے رہتے تھے، لیکن جب کوئی مہمان آجاتا تھا، تو وہ روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ سے کھانا کھلانا ان کو بہت پسند تھا۔ ان کے دستر خوان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے کہ بعض لوگوں کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا، ایک بار ان کی خواہش سے مچھلی پکائی گئی۔ سامنے آئی تو ایک سائل آیا، انھوں نے اسکو اٹھا کر دیدیا، ایک بار بیمار پڑے، لوگوں نے اُن کے لیے ایک درہم پر پانچ انگور خریدے، سامنے سے سائل گذرا، انھوں نے اس کو دینا چاہا، لوگوں نے کہا کہ "ہم اس کو دیدیں گے"، لیکن نہ مانے بالآخر لوگوں نے اُس کو دے کر بعد کو اس سے پھر خرید لیا۔[1]

کفِ لسان حدیث شریف میں آیا ہے،

من وقاہ اللہ شر اثنین ولج الجنۃ	جس شخص کو خدا نے دو چیزوں کی برائی
ما بین لحییہ وما بین	سے محفوظ رکھا تو وہ جنت میں داخل ہوا یعنی
رجلیہ (موطائے امام مالک)	زبان اور شرم گاہ،

اس لیے صحابۂ کرام غیبت، بدگوئی، نکتہ چینی، فحاشی، سب و شتم اور لایعنی باتوں سے نہایت احتراز کرتے تھے،

حضرت حارث بن ہشامؓ نہایت کم سخن تھے، ایک بار اُنھوں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "کوئی ایسا عمل بتائیے جس کا میں التزام کرلوں"، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "اس کو قابو میں رکھو"، وہ پہلے ہی سے کم سخن تھے، اُنھوں نے کہا کہ "یہ تو نہایت آسان کام ہے"، لیکن ان کا بیان ہے کہ جب میں نے اس پر عمل کرنا چاہا تو وہ نہایت

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،

دشوار معلوم ہوتا،،

ایک بار حضرت عبد الرحمن بن حارث رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ و حضرت ام سلمہ رضؓ کی سند سے مروان کے سامنے ایک حدیث بیان کی، اس سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضؓ اس کے مخالف روایت ۔۔۔ کر چکے تھے، مروان نے اس کو قسم دلائی کہ رد و قدح کے ذریعہ سے ابوہریرہ رضؓ کو جاکر دق کرو، لیکن انھون نے اس کو پسند نہین کیا،

ایک روز اتفاق سے حضرت ابوہریرہ رضؓ مل گئے، انھون نے نہایت نرمی سے کہا، "مین تم سے ایک بات کہتا ہون اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو نہ کہتا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت ام سلمہ رضؓ کی روایت بیان کی[1]،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت جابر بن سلیم رضؓ کو چند نصیحتین کین، جن مین ایک یہ بھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو، وہ فرماتے ہین کہ "اس کے بعد مین نے انسان تو انسان اونٹ اور بکری کی نسبت بھی نا ملائم الفاظ استعمال نہین کئے[2]،،

ایک بار حضرت شداد بن اوس رضؓ سفر مین تھے، منزل پر اترے تو غلام سے کہا کہ چھری لاؤ اُس سے کھیلین" چونکہ یہ فعل عبث تھا، لوگون نے اس پر نکتہ چینی کی، بولے کہ "جب سے مین اسلام لایا بجز اس کلمہ کے جو بات کہتا تھا اس کو لگام اور مہار دونون لگا لیتا تھا ہو تم لوگ میری اس بات کو نہ یاد کرو[3]"

اگر صحابۂ کرام کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل جاتا تھا تو اس پر ان کو سخت ندامت ہوتی تھی، ایک بار حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت ربیعہ اسلمی رضؓ کو ایک سخت کلمہ کہدیا، جس پر ان کو سخت ندامت ہوئی، اور حضرت ربیعہ رضؓ سے کہا کہ "تم بھی مجھ کو ایسا ہی کلمہ کہو تاکہ بدلہ ہو جائے" انھون نے

---

[1] استیعاب تذکرہ حضرت حارث بن ہشام بن مغیرہ [2] بخاری کتاب الصوم باب الصائم اصبح جنبا [3] استیعاب تذکرہ حضرت جابر بن سلیم رضؓ [4] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۱۲۳،

کہا "مین ایسا نہین کرسکتا"، بولے "تو پھر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین شکایت کرون گا"
انھون نے اب بھی انکار کیا، معاملہ آپ تک پہنچا تو آپ نے حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ "تم نے
بہت اچھا کیا، لیکن ابوبکرؓ کے لیے استغفار کرو"، انھون نے ان کے لیے دعاے مغفرت
مانگی تو وہ روتے ہوے واپس آئے[۱]،

ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ مین سخت کلامی ہوگئی، بعد کو حضرت ابوبکرؓ کو ندامت
ہوئی اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگی، انھون نے معافی سے انکار کیا تو گھبراے ہوے
رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے تین بار فرمایا "خدا تمھاری مغفرت کرے"
اب حضرت عمرؓ کو بھی پشیمانی ہوئی، دوڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئے، ان سے ملاقات
نہ ہوئی، تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپکا چہرہ متغیر ہی، اس حالت
کو دیکھ کر خود حضرت ابوبکرؓ کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ مبادا حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی ناگوار
بات نہ پیش آجائے، اس لیے دو زانو ہو کر کہا "یا رسول اللہ مین نے بڑا ظلم کیا"[۲]،

حضرت ابوبکرؓ کو اپنی زبان پر قابو نہ تھا، اس لیے وہ ہمیشہ اس پر نادم رہتے تھے،
اور اس کی اصلاح کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہے
بولے "خدا آپ کی مغفرت کرے اس فعل سے باز آئیے"، بولے "اسی نے تو مجھ کو تباہ کیا ہی"[۳]،

عیب پوشی | ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، ہم لوگ اُس کو افسانۂ بزم و انجمن بنا لیتے
ہین، لیکن صحابۂ کرام لوگون کی برائیون کو چھپاتے تھے اور نیکیون کو نمایان کرتے تھے، یہی
وجہ ہے کہ اُن کے عہد مین دنیا کے سیاہ چہرے پر عیب پوشی کی نورانی چادر پڑی ہوئی تھی،
ایک دن حضرت عقبہ بن عامرؓ سے اُن کے میر منشی نے کہا کہ "میرے پڑوسی شراب پیتے ہین،

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸، ۵۹، [۲] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [۳] موطاے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فیما یخاف من اللسان،

مین نے ان کو منع کیا، باز نہ آئے، اب مین پولیس کو بلاتا ہون" انھون نے کہا جانے دو، اس نے دوسری بار پھر یہی گذارش کی، بولے "جانے بھی دو مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے :-

من رای عورۃً فسترھا	جس نے عیوب پر پردہ ڈالا وہ اس شخص کے
کان کمن احیی مؤدۃً[1]،	مثل ہے جس نے زندہ درگور لڑکی کو جلالیا،

حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور زنا کا اقرار کیا، بولے "اور کسی سے کہا ہے؟" کہا" نہین فرمایا "خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو، اور اس پر خدا کا پردہ ڈال دو کیونکہ خدا بندون کی توبہ قبول کرتا ہے" لیکن اس کو تسکین نہ ہوئی، اور حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، انھون نے بھی یہی جواب[2] دیا،

حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مین چور پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے[3]"

انتقام نہ لینا اگر دشمن کسی مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو ہمارے لیے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا، لیکن صحابہ کرام کے دل مین خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ مین باہم نوک جھونک رہتی تھی، لیکن جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور رسول اللہ صلعم نے حضرت زینبؓ سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتین، بولین کہ مین اپنے کان اور آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہون مجھے ان کی بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہین ہے" حضرت عائشہؓ کو خود اعتراف ہی کہ:

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب الستر علی المسلم [2] موطاء امام محمد ابواب الحدود فی الزنا باب الاقرار بالزنا [3] طبقات ابن سعد تذکرہ زبید بن الصلت

وھی التی تصامینی فعصمہا اللہ بالورع،

وہ اگرچہ میری حریف مقابل تھیں، لیکن خدا نے تورع کی وجہ سے اُن کو بچا لیا،

انتقام تو بڑی چیز ہے صحابۂ کرام اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، حضرت معاویہ بن خدیج رض نے حضرت عائشہ رض کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا، ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، حضرت عائشہ رض نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اُس نے کہا "اُن میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ اُن کے مداح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیدیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مرجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دیدیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا، تو وہ اسکی جگہ دوسرا غلام دیتے تھے" حضرت عائشہ رض نے یہ سن کر کہا "استغفر اللہ! اگر میں ان سے اس بنا پر دشمنی رکھوں کہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کیا، میں نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ "خداوندا! جو شخص میری امت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جو اُن پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر"[۲]

حلم | فیض تربیت نبوی نے صحابۂ کرام رض کو نہایت نرم خو، حلیم اور بردبار بنا دیا تھا، ایکبار ایک شخص نے حضرت ابوبکر رض کو بُرا بھلا کہا، وہ خاموش رہے، اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشایستہ کہے، وہ چپ رہے، تیسری بار پھر ان کا اعادہ کیا تب اس کا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کو بھی ناپسند کیا[۳]،

حضرت سلمان فارسی رض مداین کے گورنر تھے، لیکن حلم و بردباری کا یہ حال تھا کہ ایکبار راستے میں جا رہے تھے، ایک شخص بانس کا بوجھ لیے جا رہا تھا، اُس سے اُن کا بدن چھل گیا

---

[۱] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاویہ بن خدیج [۳] ابوداؤد کتاب الادب باب فی الانتصار،

اس کے پاس پھر کے آئے، اور اس کا شانہ ہلاکر کہا کہ "جب تک نوجوانون کی حکومت کا زمانہ نہ دیکھ لو، تمھیں موت نہ آئے[1]" وہ عبا اور جانگھیا پہن کر نکلتے، تو لوگ ان کو دیکھ کر کہتے، "کرک آمد کرک آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہین؟ لوگ کہتے کہ "آپ کو ایک کھلونے سے تشبیہ دیتے ہین" لیکن وہ یہ سُن کر صرف اس قدر کہتے کہ ان کا کوئی جرم نہین، نیکی آج کے دن کے بعد ہی[2]

اسی قسم کی وضع کیوجہ سے راستہ مین بچے ان کو گھیر لیتے تو بعض لوگ کہتے، کہ امیر کے پاس سے ہٹ نہین جاتے؟ فرماتے "اُن کو جانے دو؛ بُرائی بھلائی آج کے بعد ہی"

ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، چند نوجوان سپاہیون کے سامنے سے گذرے تو وہ سب اُن کو دیکھ کر ہنس پڑے، اور تمسخر آمیز لہجہ مین کہا کہ "یہی تمھارے سپہ سالار ہین" ایک شخص نے کہا کہ دیکھیے تو یہ لوگ کیا کہتے ہین؟ بولے، جانے بھی دو[2]

مہمان نوازی مہمان نوازی اہل عرب کے محاسن اخلاق کا نہایت نمایان جزو تھی، اور اسلام نے اسکو اور بھی نمایان کر دیا تھا، اس لیے صحابہ کرام کی زندگی مین مہمان نوازی کی بکثرت مثالین ملتی ہین، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ایک بار وفد بنو منتفق حاضر ہوا، سو اتفاق سے آپ گھر مین موجود نہ تھے، لیکن حضرت عائشہؓ نے فوراً خزیرہ (عرب کا ایک کھانا تھا) تیار کرنیکا حکم دیا، اور مہمانون کے سامنے ایک طبق مین کھجورین رکھوا دین، آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت فرمایا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین؟ ان لوگون نے کہا یہ تو ہو چکا[3]"

ایک بار ایک شخص حضرت ابوذر کی خدمت مین حاضر ہوا، اُنھون نے باصرار کھانا منگوایا، اور کہا کہ "کھاؤ مین روزے سے ہون[4]"

---

[1] یعنی وہ پیری طرح اس کے متحمل نہ ہون گے۔ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار۔ [4] ادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاما فقام یصلی،

ایک بار حضرت ابوالدرداءؓ کی خدمت مین ایک شخص آیا، انھون نے کہا کہ اگر آپ قیام کرین تو ہم آپ کے ناقہ کو چرنے کے لیے چھوڑ دین اور اگر جانا چاہین تو اس کو چارہ کھلا دین" وہ بولا کہ "مین جانا چاہتا ہون" فرمایا "تو مین تم کو ایک زادراہ دیتا ہون، اگر اس سے بہتر کوئی زادِ راہ ہوتا تو مین اس کو تمھارے ساتھ کر دیتا" یہ کہہ کر ایک حدیث بیان کی۔[1]

آپ کی خدمت مین وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو آپ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اپنے بھائیون کی خاطر مدارات کرو، کیونکہ شکل مین صورت مین، وضع مین اور اسلام مین وہ تم سے بہت مشابہ ہین، اور بلاجبر و اکراہ اسلام لائے ہین" انصار نے ان کو ہاتھون ہاتھ لے لیا، صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا "تمھارے بھائیون نے تمھاری خاطر مدارات کیسی کی؟ بولے "بڑے اچھے لوگ ہین، ہمارے لیے نرم بچھونے بچھائے عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر کتاب و سنت کی تعلیم دیتے رہے" آپ نہایت خوش ہوے اور ہر ایک نے جو کچھ پڑھا تھا، اس کو سنایا۔[2] ایک شخص مدینہ مین حضرت ابوہریرہؓ کے مہمان ہوے اور انھون نے جس طریقہ سے ان کی مہمانداری کی وہ اس کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

فلم ار رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ	مین نے صحابہ مین سے کسی کو ان سے زیادہ
علیہ وسلم اشد تشمیرا ولا	مستعدانہ طریقہ پر مہمانی کرنے والا اور مہمان
اقوم علی ضیف منہ،[3]	کی خبر رکھنے والا نہین پایا،

حضرت ام شریکؓ نہایت دولتمند اور نہایت فیاض صحابیہ تھین، انھون نے اپنے مکان کو مہمان خانہ بنا دیا تھا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔[4]

[1] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۴۳۲،
[2] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۴، [3] ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ [4] نسائی کتاب النکاح باب الخطبۃ فی النکاح،

تحفظ عزت حضرت محمد بن مسلمہؓ جب کعب بن اشرف کے قتل کو گئے اور اس سے قرض لینے کا بہانہ کیا تو اس نے اپنی دنارت طبعی سے ان کی آل و اولاد کو گرو کروانا چاہا، لیکن وہ بولے "سبحان اللہ لوگ ہماری اولاد کو طعنہ دیں گے کہ دو وسق غلہ پر گرو تھے"۱

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جس روز شہید ہوئے، اس روز اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھون نے ان کو دیکھا تو بولین "بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا جسمین تم کو ذلت برداشت کرنا پڑے، خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مرجانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کرلی جائے"۲ شاعرون کی حوصلہ افزائی اگرچہ صحابۂ کرام کے تقدس کے خلاف تھی، تاہم تحفظ عزت کے لیے وہ اس فرقہ کو بھی محروم نہین کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرانؓ بن حصین کی خدمت مین ایک شاعر آیا، جس کو انھون نے صلہ دیا، لوگون نے کہا "آپ شاعر کو انعام دیتے ہین" بولے "اپنی عزت کو قائم رکھتا ہون"۳

صبر وثبات مردون پر نوحہ وبکا کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مرثیہ خوانی کرنا، عرب کا قومی شعار تھا، لیکن فیض تربیت نبویؐ نے صحابۂ کرام کو صبر وثبات کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا، اور وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر باہر چلے گئے، اور ان کی عدم موجودگی مین لڑکا جان بحق تسلیم ہوگیا، اُن کی بی بی نے لوگون سے کہدیا تھا کہ ابوطلحہ سے نہ کہنا، وہ شام کو پلٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولین "پہلے سے زیادہ سکون کی حالت مین ہے" یہ کہہ کر سامنے کھانا لائین، اور انھون نے کھانا کھایا، اس کے بعد معمول سے زیادہ بن ٹھن کے سامنے آئین، اور ان کے ساتھ ہمبستر ہوئین، صبح ہوئی تو استعارۃً کہا

۱ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی العدو یوتی علی غرۃ ویتشبہ بہم ۲ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
۳ ادب المفرد باب اعطاء الشاعر اذا خاف شرہ،

کہ "اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے"؟ بولے "نہیں"۔ بولیں "تو پھر اپنے بیٹے کو صبر کرو"۔[1]

رسول اللہ صلعم غزوۂ اُحد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ واقارب کا حال پوچھنے آئیں، انہی میں حضرت حمنہ بنت جحشؓ بھی تھیں، وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ "حمنہ اپنے بھائی عبد اللہ بن جحشؓ کو صبر کرو"۔ انھوں نے "انا للہ" پڑھا اور ان کیلیے دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ "اپنے ماموں حمزہ بن عبد المطلبؓ کو بھی صبر کرو"۔ انھوں نے اس پر بھی انا للہ پڑھا اور دعائے مغفرت کر کے خاموش ہو رہیں۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے واقد نے انتقال کیا تو انھوں نے تجہیز و تکفین کے بعد بدوؤں کو بلایا اور ان میں دوڑ کروائی، اس پر حضرت نافعؓ نے کہا کہ "ابھی آپ واقد کو دفن کر کے آئے ہیں اور ابھی بدوؤں میں دوڑ کروا رہے ہیں"۔ فرمایا "اے نافع جب مشیت ایزدی اپنا کام کر چکی تو اس کے نتائج کو کسی نہ کسی طرح بھلا ہی دینا چاہیے"۔[3]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں، وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ "مرنے میں آرام ہے"۔ بولیں "شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی، یا تم شہید ہو جاؤ اور میں تم کو صبر کر لوں یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں"۔ چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے عبرت کا یہ منظر دیکھنے آئیں، اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں، حجاج کی طرف مخاطب ہو کر

---

[1] مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ وحملہ الی صالح یحنکہ وجواز تسمیتہ یوم ولادتہ واستحباب التسمیۃ بعبد اللہ و ابراہیم وسائر اسماء الانبیاء علیہم السلام و کتاب الفضائل باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاریؓ۔ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہؓ بنت جحش [3] طبقات ابن سعد تذکرہ واقد بن عبد اللہ،

کہا، "کیا اس سوار کے لیے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے"[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر مین تھے، اسی حالت مین اپنے بھائی حضرت قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سنی، پہلے انا للہ پڑھا، پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوے اور یہ آیت پڑھی،

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ	(مصیبت مین) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، نماز بجز
وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین[2]،	خشوع وخضوع کرنے والون کے سب پر گران ہو

اسی صبر وثبات کا یہ نتیجہ تھا کہ جب کفار نے حضرت خبیبؓ کو شہید کرنا چاہا تو انھون نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ مین مرنے سے ڈرتا ہون تو ان رکعات کو اور طویل کرتا" اس کے بعد یہ اشعار پڑھے،

ولست ابالی حین اقتل مسلماً	علی ای شق کان للہ مصرعی
جب مین مسلمان ہو کر مرتا ہون،	تو اس کی کیا پروا کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء	یبارک علی اوصال شلو ممزع
یہ مرنا تو خدا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے	تو ان کٹے ہوئے جوڑون پر برکت نازل کر سکتا ہو

جرأت وشجاعت جرأت وشجاعت کا اظہار کبھی عقائد کے اظہار مین ہوتا ہی کبھی میدان جنگ مین، اور کبھی ظالم بادشاہون کے سامنے، صحابۂ کرام مین یہ اخلاقی جوہر موجود تھا، اس لیے اس کا ظہور ان تمام موقعون پر ہوتا تھا،

حضرت ابوذر غفاریؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہین، وہ مکہ مین آکر ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی

[1] استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قثم بن عباسؓ [3] بخاری کتاب الجہاد باب قتل الاسیر

خبر کرو، لیکن انھون نے نہایت پُرجوش لہجے مین کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے مین کفارِ مکہ کے سامنے ہی کلمہ توحید کا اعلان کرون گا" حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے مکہ مین کوئی اُن کا حامی و مددگار نہ تھا لیکن باین ہمہ وہ مسجد حرام مین آئے اور بآواز بلند کہا، "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله" اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور سخت زدوکوب کی لیکن انھون نے دوسرے دن پھر اُسی جوش کے ساتھ خانہ کعبہ مین اس کلمے کا اعلان کیا، اور کفار نے پھر اسی طرح یورش[1] کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہین، ان مین سے پہلے کوئی مسلمان مکہ مین علانیہ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہین کرسکتا تھا لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہ نے جمع ہوکر کہا کہ "اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی کی زبان سے علانیہ نہین سُنا، اس کی جرأت کون کرسکتا ہی؟" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا "مین"، صحابہ کرامؓ نے کہا کہ "ہم کو تمھاری نسبت خوف ہے ہم ایسا آدمی چاہتے ہین جس کا قبیلہ ہو تاکہ کفار حملہ کرین تو اس کی طرف سے مدافعت کرسکے" بولے "مجھے جانے دو، خدا میری حفاظت کریگا" اُٹھے اور ٹھیک دوپہر مین آئے، خانہ کعبہ مین قریش انجمن آرا تھے، مقام ابراہیم کے پاس پہنچکر بآواز بلند کہا "بسم الله الرحمن الرحيم، الرحمن علم القرآن" کفار نے سنا تو کہا کہ ابن ام عبد کیا کہتا ہی؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیتین ہین، دفعتہً تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے، وہ پلٹے تو چہرے پر زخمون کے نشان دیکھکر صحابہ نے کہا کہ "ہم کو اسی کا تو ڈر تھا" بولے "خدا کے دشمن آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نظر نہین آئے، اگر کہو تو کل بھی اسی طرح ان کو علانیہ قرآن سناآؤن[2]"

[1] بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی ذرؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عمرؓ اسلام لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، انھوں نے دروازہ کھولا تو کہا "تھیں معلوم ہے کہ میں صابی ہو گیا"۔ وہاں سے ایک سردارِ قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی، وہاں سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ "تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو" بولے "ہاں"۔ اس نے کہا "تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفار خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود کے پاس جمع ہوں تو تم وہاں جاؤ، اُن میں ایک آدمی ہے، جو افشائے راز میں بدنام ہے، اُس کے کان میں یہ راز کہدو وہ اعلان کر دیگا"۔ انھوں نے خانۂ کعبہ میں جا کر اس کے کان میں کہا تو وہ بآوازِ بلند پکارا کہ "عمر بن الخطاب صابی ہو گیا"۔ یہ سننا تھا کہ کفار دفعتاً ٹوٹ پڑے، اور باہم زد و کوب ہونے لگی، بالآخر ان کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ میں اپنے بھانجے کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، اب کفار رک گئے[1]

غزوات میں صحابۂ کرام نے جس طرح دادِ شجاعت دی صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں، غزوۂ حنین میں کفار نے اس زور و شور سے حملہ کیا تھا، کہ میدانِ جنگ لرزاٹھا تھا، لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دیں، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اُن کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولیں "چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ میں بھونک دوں"[2]

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلعم نے تمام بی بیوں کو ایک قلعہ میں کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا، حضرت صفیہ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا، ممکن ہے کہ یہ پلٹ کر یہودیوں سے ہماری جاسوسی کرے جاؤ اور اس کو قتل کرو"۔ بولے "تھیں تو یہ معلوم

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل،

ہے کہ "مین اس میدان کا مرد نہین"، اب حضرت صفیہؓ خود اترین اور خیمہ کے ایک ستون سے اس کو ایسا مارا کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا[1]،

تمام عرب حجاج کے ظلم وستم سے کانپتا تھا، لیکن جب اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو پھانسی دی اور ان کی والدہ حضرت اسماؓ کو بلوا بھیجا تو انھون نے آنے سے انکار کیا، دوسری بار آدمی بھیجا کہ "اگر اب کی نہ آئین تو بال پکڑ کر گھسٹوا بلاؤن گا" انھون نے پھر انکار کیا، اور کہا کہ "ان لوگون کو بھیجدو جو بال پکڑ کر مجھے گھسیٹ لیجائین، مجبورًا حجاج خود آیا اور کہا کہ "دیکھا مین نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ بولین" ہان دیکھا تم نے اس کی دنیا خراب کی اس نے تمھاری آخرت کو برباد کیا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس کو ابن ذو النطاقین کہتے تھے، (دو ٹپکون والی عورت کا لڑکا) خدا کی قسم ذو النطاقین مین ہی ہون ایک ٹپکے مین مین نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کا زاد راہ باندھا تھا اور دوسرا ٹپکا عورت کا معمولی ٹپکا ہے جس سے وہ بے نیاز نہین ہو سکتی، آپ نے فرمایا ہے کہ ثقیف مین ایک کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہوگا، کذاب (مسیلمہ) کو تو ہم دیکھ چکے، میرا خیال ہے کہ ہلاکو تو ہی ہے" حجاج اٹھ کھڑا ہوا، اور کچھ جواب نہ دیا[2]،

اعتراف گناہ اگرچہ صحابۂ کرام چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بڑا سمجھتے تھے، اور اس سے اجتناب کرتے تھے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین :-

انکم لتعملون اعمالا ھی ادق	تم لوگ بہت سے کام کرتے ہو جو تمھین بال
فی اعینکم من الشعر ان کنا	سے بھی زیادہ باریک یعنی حقیر نظر آتے ہین
لنعدھا علی عھد النبی صلعم	لیکن ہم لوگ عہد نبوت مین ان کو مہلک

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب۔ [2] مسلم کتاب الفضائل، باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرہا،

من الموبقات[1] ترین گناہ مین شمار کرتے تھے۔

تاہم مقتضائے بشریت ان سے کبھی کبھی بعض گناہ سرزد ہوجایا کرتے تھے، لیکن ہم مین اور ان مین فرق یہ ہے کہ ہم گناہ کرتے ہین تو طرح طرح کے ریاکارانہ طریقون سے اسکو چھپاتے ہین لیکن صحابہ کرام نہایت صداقت کیساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنے گناہون کا اعتراف کرتے تھے، اور طالب مغفرت ہوتے تھے۔

ایک بار ماہ رمضان مین حضرت سلمہ بن صخرؓ نے اپنی بی بی سے ظہار کیا لیکن ایک روز بی بی رات کو مصروف خدمت تھین، ان سے مقاربت کرلی، چونکہ اس حالت مین مقاربت ناجائز تھی، پہلے اپنی قوم کو اس واقعہ کی خبر کی اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لیچلو" لوگون نے انکار کیا تو خود گئے اور آپ کو واقعہ سے اطلاع دی، آپ نے فرمایا "تم اور ایسا کام؟ بولے" ہان یارسول اللہ مین خدا کے حکم پر صابر رہونگا، جو فیصلہ ہو صادر فرمائیے"[2]

ایک بار روزے کے دن مین حضرت عمرؓ نے اپنی بی بی کا بوسہ لے لیا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے، اور کہا کہ" مین نے بڑا قصور کیا ہے" آپ نے فرمایا، اگر تم روزے کی حالت مین کلی کرلو تو اس کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟" بولے" اس مین تو کوئی حرج نہین" ارشاد ہوا کہ اسی طرح اس کو بھی جانے دو[3]۔

ایک بار رمضان کے دن مین رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف فرما تھے، ایک صحابی نے آکر کہا "یارسول اللہ مین تو جل بھنا" آپ نے پوچھا کیا حال ہے؟ بولے "بی بی سے مقاربت کرلی"

صداقت | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جھوٹ بول دیتا تو آپ کے دل

[1] بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب، [2] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الظہار، [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم، [4] ... کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان۔

مین اس وقت تک اس کی کھٹک باقی رہتی، جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا۔

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلعم نے تمام مال غنیمت قریش کو دیدیا، انصار کو خبر ہوئی تو بولے یاللعجب! ہماری تلوارون سے جن کا خون ٹپک رہا ہے، ہمارا مال غنیمت انھین کو دیا جارہا ہے" آپ کو معلوم ہوا تو تمام انصار کو جمع کرکے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام آپکے خوف وادب سے کانپتے رہتے تھے، اس لیے آپ کے سامنے اس گستاخی کا اقرار انکے لیے نہایت مشکل تھا، تاہم تمام انصار نے صاف کہدیا کہ "جو کچھ آپ کو معلوم ہوا واقعہ وہی ہے" اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رض اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہین:

وکانوا لا یکذبون۔[۲] یہ اقرار اس بنا پر تھا کہ صحابہ جھوٹ نہین بولتے،

غزوۂ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلعم نے بازپرس فرمائی تو منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کردی، اور آپ نے اس کو قبول کرلیا، لیکن حضرت کعب بن مالک نے سچ سچ کہدیا کہ "اگر مین کسی دنیادار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اس کی ناراضی سے بچ جاتا، لیکن اگر مین کوئی جھوٹا عذر کرکے آپ کی ناراضی سے بچ جاؤن تو ممکن ہے کہ خدا آپ کو مجھ پر ناراض کردے (یعنی بذریعۂ وحی اصل حقیقت سے خبر کردے) لیکن اگر سچ بولون تو گو آپ مجھ پر ناراض ہوجائین گے، تاہم مجھ کو خدا سے عفو ومغفرت کی توقع رہیگی خدا کی قسم مین بالکل معذور نہ تھا، خدا کی قسم مین اس زمانہ سے زیادہ کبھی متمول اور چاق وچست نہ تھا، آپ نے فرمایا" اس نے سچ کہا، بالآخر آپ نے ان پر سخت ناراضی کا اظہار کیا، لیکن جب خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی تو اُن کو خود اس صداقت پہ ناز ہوا، چنانچہ خود فرماتے ہین،

ما انعم اللہ علی من نعمۃ اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی ایسا

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۲، [۲] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المولفۃ القلوبہم علی الاسلام،

قط بعد ان ھدانی للاسلام	احسان نہین کیا جس کی عزت میرے دل
اعظم فی نفسی من صدقی	مین اس سچائی سے زیادہ ہو جس کا اظہار
لرسول اللہ ان لا اکون	مین نے آپ کے سامنے کیا اگر مین جھوٹ
کذبتہ فاھلک کما	بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ
ھلک الذین کذبوا۔	لوگ ہلاک ہوئے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین،

اہل عرب خاندانی عصبیت اور شرافت کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "انصار کے خاندانون مین سب سے بہتر بنو نجار ہین، پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ" قبیلہ بنو ساعدہ کے بعض سربرآوردہ بزرگون کو یہ ناگوار گذرا کہ آپ نے اُن کو چوتھے نمبر پر رکھا، لیکن اسی قبیلہ کے ایک بزرگ حضرت ابو اسیدؓ نے جب یہ روایت کی تو فرمایا کہ اگر مین جھوٹ بولتا تو سب سے پہلے اپنے قبیلہ بنو ساعدہ کا نام لیتا"۔[۲]

صحابہ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھر مین صفِ ماتم بچھ جاتی، ایک سفر مین عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنے رفقاء سے کہا کہ "رسول اللہ کے ساتھ جو بدو ہین اُن کو کچھ نہ دو یہان تک کہ وہ بھاگ جائین اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائین گے تو وہان سے معزز لوگ ذلیل لوگون کو نکال دین گے"، حضرت زید بن ارقمؓ نے سُن لیا، اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھون نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلعم تک پہنچایا، آپ نے عبد اللہ بن اُبی کو بلا بھیجا، تو اس نے حلف اُٹھایا کہ مین نے ایسا نہین کہا، آپ نے اس کے قول کا اعتبار کر لیا اور حضرت زید بن ارقمؓ کی تکذیب کی، اس کا اُن کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا، یہان تک کہ وہ اس صدمہ مین خانہ نشین ہو گئے اور فرطِ غم

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک، [۲] مسلم کتاب فضائل باب فی خیر دور الانصار،

سے گردن جھک گئی، اس کے بعد جب سورۂ منافقون نازل ہوئی، تو آپ نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ "خدا نے تمھاری تصدیق کی"[1]

دیانت | ایک بار حضرت ابی بن کعبؓ نے سو اشرفون کا توڑا پایا اور کمال دیانت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ان کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا کہ "ایک سال تک مالک کی جستجو مین منادی کرتے رہو" انھون نے تعمیل ارشاد کی، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوئے آپ نے پھر یہی حکم دیا وہ حکم بجا لائے پھر تیسرے سال آئے، آپ نے پھر بھی ارشاد فرمایا، جب اب کی بھی مالک نہین ملا تو آپ نے فرمایا کہ "بحفاظت رکھ لو، اگر مالک مل گیا تو خیر ورنہ خود خرچ کر ڈالو"[2]

ایک بار حضرت مقدادؓ بضرورت بقیع غرقد مین گئے، دیکھا کہ چوہا بل سے اشرفیان نکال کر ڈھیر کر رہا ہے، انھون نے گنا تو اٹھارہ نکلین اٹھا لائے، اور آپ کی خدمت مین پیش کر کے کہا کہ "اس کا صدقہ لے لیجیے"، فرمایا "خود تو بل سے نہین نکالا تھا" بولے "نہین" ارشاد ہوا "خدا تمھین برکت دے"[3]

ایک بار حضرت سفیانؓ بن عبد اللہ ثقفی نے کسی کا توشہ دان پایا، تو حضرت عمرؓ کے پاس لائے، انھون نے فرمایا کہ ایک سال تک اعلان کرو، اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ تمھارا ہے، سال بھر تک مالک کا پتہ نہ چلا تو وہ پھر آئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو وہ اب تمھارا ہے بولے "مجھے ضرورت نہین" آخر کار حضرت عمرؓ نے اس کو بیت المال مین داخل کر دیا،[4]

ایک بار حضرت جریرؓ کا چرواہا گایون کو چرا کر لایا، تو ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی ایک گائے بھی آگئی، بولے یہ کس کی ہے؟ چرواہے نے کہا "خبر نہین گلے کے ساتھ آکر مل گئی"، فرمایا "اس کو نکال دو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بھولے بھٹکے جانور کو

---

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ المنافقین [2] ابوداؤد کتاب اللقطہ [3] ایضاً کتاب الخراج والامارۃ باب ماجاء فی الرکاز [4] مسند دارمی کتاب البیوع باب فی اللقطہ،

صرف گمراہ پناہ دیتا ہے[1]"،

ایک صحابی کی اونٹنی گم ہوگئی، اور انھون نے دوسرے صحابی سے کہدیا کہ ملے تو پکڑ لینا" ان کو اونٹنی مل گئی، لیکن اس کا مالک کہین چلا گیا، انھون نے اونٹنی اپنے یہان رکھ چھوڑی کہ مالک آئے تو حوالہ کردین، اسی اثنا رمین اونٹنی بیمار پڑی، بی بی نے کہا "ذبح کر ڈالو"، فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی کہ مردار کھانے پر مجبور تھے، چنانچہ اونٹنی مرگئی تو رسول اللہ صلعم نے اُن کو اس کے گوشت کھانے کی اجازت بھی دیدی لیکن کمال دیانت سے ذبح کرنے پر راضی نہوے، مالک آیا تو اُنھون نے تمام سرگزشت کہہ سنائی، اس نے کہا "ذبح کیون نہین کر ڈالا"؟ بولے تم سے شرم آتی تھی[2]"،

حضرت زبیرؓ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس امانت رکھتا تو کہتے کہ "مبادا کہین یہ ضایع نہو جائے، اس لیے ہم پر قرض رہی" اس طرح ان پر کئی لاکھ کا قرض ہوگیا، متعدد صحابہ نے ان کی حفاظت مین اپنا مال دیدیا تھا، اور وہ اس دیانت سے اسکی نگہداشت کرتے تھے کہ خود اپنے مال سے ان کے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام کرتے تھے، مگر ان کا مال صرف نہین کرتے تھے،

ایک صحابی کے پاس کسی کی وراثت کا مال محفوظ تھا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "میرے پاس قبیلۂ ازد کے ایک شخص کی وراثت کا مال محفوظ ہے، مین کسی ازدی کو نہین پاتا کہ اس کے حوالہ کرون" ارشاد ہوا کہ "جاؤ ایک سال تک تلاش کرو" ایک سال کے بعد آئے اور کہا کہ "نہین ملتا"، پھر یہی حکم ہوا، ایک سال کے بعد پھر آئے، اور کہا کہ

---

[1] ابو داؤد کتاب اللقطہ [2] ابو داؤد کتاب الاطعمہ باب فی المضطر الی المیتتہ [3] بخاری کتاب الجہاد باب فی برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتاً،
[4] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن العوام،

نہین ملتا، فرمایا "کہ پہلے جس خزاعی کو پاؤ اس کو سونپ دو"[1]

حضرت عقیل بن ابی طالب غزوۂ حنین سے پلٹے تو بی بی نے کہا کہ "مال غنیمت مین کیا لائے؟" انھون نے ان کو ایک سوئی دی کہ اس سے کپڑا سینا۔ اتنے مین رسول اللہ صلعم نے منادی کرادی کہ "دھاگا اور سوئی تک دیدو" انھون نے فوراً سوئی لے لی، اور مال غنیمت مین داخل کردیا،[2]

یہ دیانت صرف مال و دولت تک محدود نہ تھی' بلکہ اس کا اثر صحابہ کرام کی ہر چیز سے نمایان ہوتا تھا حضرت عمرؓ کا اخیر وقت آیا تو ایک خاص ضرورت سے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہا کہ "عمر کا سلام کہو، امیرالمومنین نہ کہنا، کیونکہ مین اب امیرالمومنین نہین ہون"[3]

صحابہ کرام صرف خود ہی متدین نہ تھے، بلکہ متدین لوگون کے بہت بڑے قدردان بھی تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف مین نکلے، ایک خداترس چرواہا بکریان چرا رہا تھا، انھون نے اس کو کھانے پر بلایا، لیکن اس نے عذر کیا، کہ مین روزے سے ہون' اب اُنھون نے اس کے ورع و تقوی کے امتحان لینے کو کہا کہ "ان بکریون مین سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردو ہم تمھین قیمت بھی دین گے اور افطار کرنے کے لیے گوشت بھی، لیکن اس نے کہا کہ "بکریان میری نہین ہین میرے آقا کی ہین" انھون نے کہا کہ "تمھارا آقا کیا کرے گا؟" اب چرواہے نے پیٹھ پھیرلی اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا تو خدا کہان چلا جائیگا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس فقرے پر محو ہوگئے اور بار بار اس کو دہرانے لگے، مدینہ مین پلٹ کر آئے تو اس کو اس کے آقا سے مع بکریون کے خرید کر آزاد کردیا، اور بکریان

---

[1] ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام [2] اسدالغابہ تذکرہ فاطمہ بنت شیبہ، [3] بخاری کتاب المناقب

اس پر ہبہ کردین[۱]،

خاکساری اگرچہ دنیا صحابۂ کرام کی خاکِ پا کو آنکھ کا سرمہ بناتی تھی، لیکن بایں ہمہ وہ نہایت فروتن، متواضع اور خاکسار تھے، ایک بار محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ "رسول اللہ صلعم کے بعد کون شخص افضل الناس ہے؟" بولے "ابوبکر" پھر پوچھا کہ "ان کے بعد؟" بولے "عمرؓ"، اس کے بعد وہ خود کہہ اٹھے کہ ان کے بعد آپ"، فرمایا "مین تو مسلمانون کا ایک معمولی فرد ہون[۲]"،

حضرت سلمان فارسیؓ مداین کے گورنر تھے، لیکن طرز معاشرت اس قدر سادہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان نہین سکتا تھا، ایک بار کسی شخص نے گھاس خریدی اور ان کو بیگار پکڑ کر گٹھیا سر پر لاد دی، وہ چلے تو لوگون نے کہا یہ "امیر ہین، صاحب رسول اللہ ہین" اس نے کہا "معاف فرمایئے مین نے آپ کو پہچانا نہین، بوجھ سر سے رکھ دیجئے"، بولے "نہین اب تو تمھارے گھر پہنچا کر اتارون گا[۳]"،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار ان کے پاس کسی نے ہروی کپڑے ہدیۃً بھیجے، انھون نے واپس کر دیا اور کہا کہ "ہم غرور کے خوف سے اس کو نہین پہن سکتے"، اگر کسی مجلس مین جاتے، اور کوئی ان کی تعظیم کو اٹھتا، تو وہان نہ بیٹھتے[۴]،

حضرت امیر معاویہؓ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے، لیکن ایک بار ابن عامر ان کی تعظیم کے لئے اٹھے تو انھون نے منع کیا[۵]،

عفو ودرگذر صحابۂ کرام کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے۔

۱؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ۲؎ ابو داؤد کتاب الاعتصام بالسنۃ باب فی التفضیل ۳؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ ۴؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ۵؎ طحاوی فی قیام الناس بعضہم لبعض وادب المفرد باب قیام الرجل للرجل تعظیما،

وَالکاظِمِینَ الغَیظَ وَالعَافِینَ عَنِ النَّاسِ۔ (آل عمران)

غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں،

ایک بار حضرت صفوانؓ مسجد میں کمل بچھا کر سو رہے تھے، ایک شخص آیا اور اس کو چرا کر چلتا ہوا، لیکن لوگ اس کو پکڑ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے اور آپ نے اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، حضرت صفوانؓ کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا، ۳ درہم کی چادر کی یہ قیمت تھی، کے لیے آپ اس کا ہاتھ کاٹتے ہیں، میں یہ کمل اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں، قیمت بعد کو ادا کر دے گا؛ فرمایا، میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیوں نہ معاف کر دیا[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے صدقہ فطر کی حفاظت حضرت ابوہریرۃؓ کے متعلق کی رات کو تین بار ایک چور آیا اور غلہ چرا کر لے چلا حضرت ابوہریرۃؓ نے اس کو ہر بار پکڑا لیکن اس نے منت سماجت کی تو چھوڑ دیا، اخیر میں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا[2]

حضرت عروہ بن مسعودؓ نے جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک سے مشرف باسلام ہو کر اپنے وطن طائف میں واپس آکر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی تو وہ لوگ دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کا تہیہ کر لیا، چنانچہ صبح کے وقت انھوں نے اذان دی تو قبیلہ بنو مالک کے ایک شخص نے تیر مارا اور وہی زخم منجر الی الشہادۃ ہو گیا، ان کے خاندان والوں کو خبر ہوئی تو ہتھیار سج سج کے آئے اور کہا "ہم ایک ایک کر کے مرجائیں گے، لیکن جب تک ان کے عوض میں بنو مالک کے دس سردار نہ قتل کر لیں گے ہم کو چین نہ آئے گا"، لیکن حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ میرے بارے میں جنگ و جدل نہ کرو، میں نے باہمی اصلاح

[1] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب من سرق من حرز۔ [2] بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئاً۔

کے لیے اپنے خون کو معاف کردیا[1]

حضرت عمرؓ اگرچہ مذہبی معاملات میں نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار طائف کے دو شخصوں نے مسجد نبویؐ میں شور وغل کیا، تو انھوں نے ان کو طلب کیا، اور کہا کہ مسجد نبویؐ میں شور کرتے ہو اگر شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا[2]

عصبیت اور قومی حمیت اسلام نے اگرچہ تمام صحابہ کو بھائی بھائی بنادیا تھا تاہم ان میں عصبیت اور قومی حمیت باقی تھی، اور جب موقع آجاتا تھا، تو دفعۃً یہ چنگاری سلگ اٹھتی تھی، حضرت محلم بن جثامۃ اللیثی نے قبیلۂ اشجع کے ایک شخص کو قتل کرڈالا حضرت عیینہ بن حصن قبیلۂ اشجع کے سردار تھے، اس لئے انھوں نے مقتول کی حمایت کی حضرت اقرع بن حابس کا تعلق قبیلۂ بنو لیث سے تھا، اس لیے وہ قاتل کی حمایت میں اٹھے، باہم سخت شور وغل ہوا، بالآخر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "عیینہ دیت قبول کرلو صحابۂ کرام اگرچہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے تھے، لیکن اس موقع پر عیینہ نے کہا "خدا کی قسم جس طرح اس نے ہماری عورتوں کو سوگ میں مبتلا کیا ہے اسی طرح میں اس کے قبیلہ کی عورتوں کو سوگوار کرکے چھوڑوں گا" پھر باہم سخت کشمکش ہوئی، آپ نے حضرت عیینہ کو پھر دیت لینے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن انھوں نے پھر وہی پہلا جواب دیا، بالآخر آپ نے خود دیت دلادی[3]

واقعۂ افک کے متعلق جب آپ نے فرمایا من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی تو حضرت سعد بن معاذ اٹھے، اور فرمایا "خدا کی قسم اگر وہ ہمارے قبیلۂ اوس کا ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑادیں گے اور اگر قبیلۂ خزرج کا ہوگا تو آپ جو حکم دیں گے تعمیل ارشاد کرینگے حضرت سعد بن عبادہؓ قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، ان کی حمیتِ قومی نے جوش مارا، اور بولے

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد، [3] ابوداؤد کتاب الدیات باب الامام یامر بالعفو بالدم،

جھوٹ کہتے ہو، خدا کی قسم تم اس کے قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے"، حضرت اُسید بن حضیرؓ اوسی کو بھی جوش آگیا بولے "تم جھوٹ بکتے ہو، ہم خدا کی قسم اس کو ضرور قتل کر ڈالیں گے بات اس قدر بڑھی کہ اگر آپ نہ روکتے تو دونوں قبیلوں میں سٹ بھیڑ ہو جاتی،[1]

شکرِ الٰہی ایک شخص کا بیٹا مر جاتا ہے، دولت لٹ جاتی ہے، جائداد تباہ ہو جاتی ہے، تو وہ ابتدا میں بدحواس ہو جاتا ہے، لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہے کہ الیاس احدی الراحتین لیکن جب خدا ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہے، ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہے، ایک ذلیل شخص معزز ہو جاتا ہے تو دفعۃً اس قدر مغرور اور خودپسند ہو جاتا ہے کہ اس حالت میں اس کو خدا یاد نہیں آتا، اس لیے بعض صوفیہ کا قول ہے کہ "صبر آسان اور شکر مشکل ہے"، لیکن اسلام کے تمام دور صحابۂ کرام کے سامنے تھے، وہ بھی جس میں وہ سخت مفلس اور محتاج تھے، اور وہ بھی جس میں وہ دولت مند اور متمول ہو گئے تھے، پہلے دور میں انھوں نے صبر کیا تھا، اور دوسرے دور میں خدا کا شکر ادا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے یتیمی کی حالت میں نشو و نما پائی، مسکینی کی حالت میں ہجرت کی، کھانے پر ابنۃ غزوان کا ملازم تھا، جب وہ لوگ منزل پر اترتے تھے، تو ان کے لیے لکڑیاں چن لاتا تھا، اور جب وہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو ان کی حدی خوانی کرتا تھا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب مذہب نے قوت حاصل کر لی ہے اور ابوہریرہ امام بن گیا ہے"[2]

ایک بار مدینہ کے کچھ لوگ ان کی خدمت میں آئے تو انھوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاؤ گھر سے کھانا مانگ لاؤ، وہ گئے تو ان کی والدہ نے تین روٹیاں زیتون کے تیل اور نمک کے ساتھ بھیج دیں وہ سب کے سامنے رکھی گئیں تو حضرت ابوہریرہؓ نے تکبیر کا نعرہ مارا

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضاً۔ [2] سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ،

اور کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے روٹی سے ہمارا پیٹ بھرا، حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھی۔[1]

حضرت سلمان فارسیؓ کھانا کھانے تھے تو کہتے تھے کہ اس خدا کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا اور ہمارے رزق میں وسعت دی۔[2]

ایک بار حضرت عمرؓ نے نیا کپڑا پہنا تو فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھکو کپڑا پہنایا جس میں اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں اور زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔[3]

استغنا

کیمیا اگر خاک کو سونا بنا دیتی ہے تو استغنا اور بے نیازی سونے کے ڈلے کو تودہ خاک بنا دیتے ہیں صحابہ کرام کو اسی کیمیا کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا، اس لیے وہ ہوس پرست کیمیا گروں کی طرح سونے کی حرص میں خاک نہیں چھانتے، بلکہ ان کے سامنے لعل وگہر بھی آجاتے تھے تو ان کو بے پروائی کے ساتھ سنگریزوں کی طرح ٹھکرا دیتے تھے،

مال خمس میں سے ایک حصہ اہل بیت کو ملتا تھا جس کی تقسیم کا انتظام رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کے متعلق کردیا تھا، شیخین کے زمانہ میں بھی وہ اسی خدمت پر مامور تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کہیں سے بہت سا مال آیا اور انھوں نے حسب معمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دینا چاہا تو بولے "اس سال ہم تو اس سے بے نیاز ہیں البتہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے، انھیں کو دیدیجیے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسکو بیت المال میں داخل کر دیا۔[4]

ایک بار عبدالعزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا کہ "میرے دربار میں اپنی ضرورتیں پیش کیجیے" انھوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پہلے اس شخص کو دو جس کے تم کفیل ہو، میں تم سے کچھ مانگتا، اور

---

[1] مؤطاے امام مالک کتاب الجامع باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ، [3] ترغیب وترہیب جلد ۲ صفحہ ۵۰ [4] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی،

نہ اس رزق کو واپس کرتا جو خدا مجھ کو تمھارے ذریعہ سے دیتا ہے[1]"

ایک بار حضرت وائل بن حجر رضی حضرت امیر معاویہ رضی کے پاس آئے انھوں نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو عطیہ دینا، اور وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن انھوں نے کہا کہ "ہم اس سے بے نیاز ہین، جو اس کے ہم سے زیادہ مستحق ہین وہ اس کو قبول کرین گے[2]"

ایک بار حضرت عثمان رضی نے حضرت عبداللہ بن ارقم کو تیس ۳۰ ہزار درہم دینا چاہے مگر انھون نے انکار کر دیا[3]،

شرم وحیا حدیث شریف مین آیا ہے :-

الحیاء شعبۃ من الایمان (بخاری کتاب الایمان) حیا ایمان کی شاخ ہی۔

صحابۂ کرام کے کشتِ دل مین ایمان کی یہ شاخ اس قدر سرسبز و شاداب تھی کہ بہت سے صحابہ کو بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے مین بھی شرم آتی تھی، اور قضائے حاجت کی حالت مین بھی حیا دامن گیر ہوتی تھی، چنانچہ یہ آیت انھین لوگون کی شان مین نازل ہوئی الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا منہ[4]،

حضرت عثمان رضی کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ گھر کا دروازہ بند ہوتا تھا لیکن کپڑا اتار کر نہین نہاتے تھے[5]، نہانے کے بعد ان کی بی بی کی لونڈی کپڑے پہننے کے لیے لاتی تھی تو کہدیتے تھے کہ میری طرف نہ دیکھنا کیونکہ تمھارے لیے یہ جائز نہین[6]، خود رسول اللہ صلعم ان کی شرم وحیا کا لحاظ رکھتے تھے، ایک بار آپ کی خدمت مین حضرت ابوبکر رضی و حضرت عمر رضی آئے اس وقت

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۔ [2] استیعاب تذکرہ وائل بن حجر [3] ایضاً تذکرہ عبداللہ بن ارقم [4] بخاری کتاب التفسیر سورۂ ہود، باب تفسیر ہذہ الآیہ [5] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۰، مسند عثمان [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمان رضی

آپ گھر مین لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی ران کھلی ہوئی تھی، لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے اسکو ڈھانک لیا حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہین، اگر مین اسی حالت مین رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے [۱]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اندھیرے گھر مین نہاتے تھے، تاہم شرم کے مارے سیدھے نہین کھڑے ہوتے تھے، بلکہ سکڑے رہتے تھے، ایک دفعہ چند لوگون کو دیکھا کہ پانی مین بغیر تہبند باندھے ہوے کھڑے ہوئے ہین، بولے "مجھے یہ پسند ہو کہ مر کر زندہ ہون پھر مرون، پھر زندہ ہون، پھر مرون پھر زندہ ہون، لیکن یہ بے حیائی پسند نہین"، اُن کو سترِ عورت کا اس قدر خیال تھا کہ سونے کی حالت مین خاص کپڑے پہن لیتے تھے کہ مبادا حالت خواب مین کشفِ عورت ہو جائے [۲]،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ حمام مین گئے دیکھا کہ کچھ لوگ برہنہ نہا رہے تھے، آنکھ بند کر کے فوراً واپس آئے، حمامی کو معلوم ہوا تو اس نے سب کو نکال کر اور حمام کو خوب پاک و صاف کر کے اُن کو بلوایا، اور کہا کہ اب حمام مین کوئی نہین، اندر داخل ہوئے تو پانی نہایت گرم تھا، بولے "کتنا بُرا گھر ہے جس سے حیا نکال دی گئی ہے" اور کتنا اچھا گھر ہو جس سے آدمی چاہے تو عبرت حاصل کر سکتا ہو، یعنی دوزخ کو یاد کر سکتا ہو" ایک دن اُن سے کسی نے کہا کہ آپ حمام کیون نہین کرتے"؟ بولتے مین یہ پسند نہین کرتا کہ میری شرمگاہ پر کسی کی نگاہ پڑے" اس نے کہا "تو تہبند باندھ لیجیے" بولے "مین کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی پسند نہین کرتا [۳]،

حضرت عبداللہ بن عامرؓ ایک روز غسل کر رہے تھے، ان کے والد حضرت عامرؓ ایک

---

[۱] مسلم کتاب المناقب فضائل عثمانؓ، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ [۳] ایضاً تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

یتیم بچے کی پرورش کرتے تھے، وہ بھی ساتھ نہا رہا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو کہا کہ "ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عہد اسلام میں پیدا ہوے ہیں، جاہلیت کے زمانے میں نہیں پیدا ہوئے، لیکن خدا کی قسم تم لوگ بڑے ناخلف ہو[۱]"،

طہارت ونظافت صحابہ کرام نہایت طہارت ونظافت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اہل عرب عموماً قضائے حاجت کے بعد پانی سے آبدست نہیں لیتے تھے، لیکن صحابۂ کرام میں اہل قبا، پانی سے آبدست لیتے تھے، اور عرب کی حالت کے لحاظ سے یہ ایک ایسی عظیم الشان فضیلت تھی کہ اس کے متعلق قرآن پاک میں ایک خاص آیت نازل ہوئی،

فیہ رجال یحبون ان	مسجد قبا میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو طہارت
یتطہروا واللہ یحب	کو پسند کرتے ہیں، اور خدا بھی طہارت
المتطہرین[۲]	کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے،

ان کے علاوہ اور صحابہ بھی طہارت کا نہایت خیال رکھتے تھے،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ شیشے میں پیشاب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "بنو اسرائیل کے جسم پر اگر پیشاب کی چھینٹیں پڑ جاتی تھیں تو اس کو قینچی سے کتر دیتے تھے[۳]"،

حضرت عثمانؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے

---

[۱] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل
[۲] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الاستنجا بالماء، حدیث میں اس آیت کا آخری ٹکڑا نہیں ہے، ہم نے بڑھا دیا ہے،
[۳] مسلم کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین،

معمولاً ایک بار روزانہ غسل کرتے تھے،[۱]

حضرت سرمہ بن انس رضی کی طہارت پسندی کا یہ حال تھا کہ جس گھر مین کوئی جنب مرد یا حائضہ عورت ہوتی تھی اس کے اندر نہین جاتے تھے،[۲]

صحابہ کرام اگرچہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم غسل وطہارت کیلیے حضرت انس رضی کے گھر مین ایک حمام موجود تھا،[۳]

نجاست کی حالت مین رہنا صحابۂ کرام کو اس قدر گران تھا کہ جب یہ حالت زائل ہوجاتی تھی تو گویا اُن کے سر کا بار اُتر جاتا تھا،

حضرت ابوذر رضی مقام ربذہ مین اونٹ اور بکریان چراتے تھے، چونکہ میدان مین پانی میسر نہین آتا تھا، اور اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ حالت جنابت مین بھی تیمم کیا جاسکتا ہی، اس لیے جب اُن کو غسل کی حاجت ہوتی تھی تو پانچ پانچ چھ چھ روز تک ناپاک رہجاتے تھے لیکن اُن کے نجاست کا یہ زمانہ اس قدر شاق گذرتا تھا کہ جب اُن کو رسول اللہ صلعم نے اس غلطی پر تنبیہ کی اور پانی منگوا کر نہلوایا، تو ان کو محسوس ہوا کہ

فکانی القیت عنی جبلا[۴] — گویا مجھ پر ایک پہاڑ لدا ہوا تھا جس کو اب مین نے اپنے اوپر سے پھینکدیا،

سخت سی سخت خود فراموشانہ مصیبت مین بھی صحابۂ کرام کو طہارت و نظافت کا خیال رہتا تھا، کفار جب حضرت خبیب رضی کو گرفتار کر کے لے گئے اور قتل کرنا چاہا تو انھون نے اس آخری وقت مین سب سے پہلے استرہ طلب کیا،[۵]

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد اصفحہ، مسند عثمان [۲] اصابہ تذکرہ حضرت سرمہ بن انس رضی [۳] بخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم [۴] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الجنب تیمم [۵] ابوداؤد کتاب الجنائز باب المریض یؤخذ من اظفارہ وعانتہ،

حضرت ابوسعید خدریؓ کے نزع کا وقت آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس کپڑے مین مریگا اسی مین اس کا حشر ہوگا۔[1]

اگرچہ صحابۂ کرام کو زیب و زینت کی پروا نہ تھی، تاہم وہ طہارت و نظافت کی وجہ سے بالکل راہبانہ زندگی بھی بسر کرنا پسند نہین کرتے تھے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے بال رکھ چھوڑے تھے، رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ "مین بالون مین کنگھی کرون؟" فرمایا "ہان کنگھی کرو، اور اسکو گرد و غبار سے بچاؤ"[2] اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ وہ بسا اوقات دن مین دو بار ان مین تیل لگاتے تھے[3] حضرت عمرؓ ویرانے مشک کا استعمال کرتے تھے۔[4]

زندہ دلی | اسلام نے صحابہ کرام کے جذبات کو تر و تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا، اس لیے ان مین زندہ دلی پائی جاتی تھی، اور وہ مختلف طریقون سے اس کا اظہار کرتے تھے، تمام صحابہ عید کے دن خوشیان مناتے تھے، دعوتین کرتے تھے اور ہمسایون کو کھانا کھلاتے تھے، قربانی نماز کے بعد کیجاتی ہے، لیکن ایک صحابی نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر دی، اور آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ "یہ کھانے پینے کا دن تھا، اس لیے مین نے جلدی کی، خود کھایا، بچون اور ہمسایون کو کھلایا"[5]

عید کے دن معمولاً چھوکرے اور چھوکریان رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہوکر باجے بجاتے تھے، اور مسرت کے ترانے گاتے تھے،[6]

اخیر زمانہ مین جب اس کا رواج جاتا رہا، تو حضرت قیس بن سعدؓ نے فرمایا، آپکے عہد کی کل چیزین مجھ کو نظر آتی ہین بجز اس کے کہ مین عید کے دن بچون کو گاتے بجاتے نہین دیکھتا۔ حضرت عیاض اشعریؓ انبار مین تھے، عید کا دن آیا تو تعجب سے پوچھا کہ جس طرح آپکے

---

[1] ابوداؤد کتاب الجنائز باب تطہیر ثیاب المیت [2] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر، [3] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الطیب للرجل [4] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب ما یجوز من السن فی الضحایا [5] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام،

ہد مین بچے گاتے بجاتے تھے، اسی طرح تم لوگ کیون نہین گاتے بجاتے[1]

خود رسول اللہ صلعم کے سامنے صحابۂ کرام زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، اشعار پڑھتے تھے، اور آپ بھی ان تذکرون کو سن کر کبھی کبھی مسکرا دیتے تھے،[2]

حضرت رباحؓ ایک صحابی تھے جو عرب کی ایک نے کے بڑے ماہر تھے، وہ ایک سفر مین حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے ساتھ تھے، انھون نے الاپنا شروع کیا، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا یہ کیا ؟ بولے "کوئی ہرج نہین، اس سے دل بہلاتے ہین اور راستہ کی کلفت دور کرتے ہین[3]"

ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج مین تھے، قافلہ کیساتھ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ بھی تھے، لوگون نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ بولے کہ "انکو اپنے ہی نتیجۂ افکار سنانے دو" چنانچہ وہ صبح تک متصل گاتے رہے صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، "اب بس کرو"[4]

کبھی کبھی یہ زندہ دلی، سنجیدہ ظرافت کی صورت اختیار کرلیتی تھی،

ایک بار حضرت صہیبؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، سامنے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی، آپ نے پاس بلا کر ان کو شریک کرلیا، وہ کھجور کھانے لگے، کھجور آشوب چشم کے لیے مضر ہے، اس لیے آپ نے ٹوکا کہ تمھاری آنکھون مین آشوب ہے، بولے "یا رسول اللہ صلعم آنکھ کے اس گوشہ سے کھاتا ہون جس مین آشوب نہین" آپ مسکرا دیئے[5]

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپ ایک چمڑے کے خیمہ مین مقیم تھے، ایک صحابی آئے اور سلام کیا، آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا "اندر آجاؤ"، بولے "اپنے پورے جسم کیساتھ یا رسول اللہ"[6]

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی التغلیس یوم العید و بخاری [2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ کلام رسول اللہ صلعم فی الشعر [3] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ تذکرہ رباح بن المعترفؓ [4] اصابہ تذکرہ حضرت خوات بن جبیرؓ، [5] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۶ [6] ابو داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح،

یعنی اس مین یہ ظریفانہ تعریض تھی کہ خیمہ اس قدر تنگ ہو کہ پورا جسم بہ مشکل اس کے اندر آسکتا ہو،

کبھی کبھی باہم دوڑ مین مردانہ وار مسابقت کرتے تھے، ایک انصاری صحابی تھے جن کا دوڑ مین کوئی مقابلہ نہین کر سکتا تھا، ایک غزوہ مین وہ فخریہ لہجے مین بار بار کہہ رہے تھے "کیا کوئی مدینہ تک دوڑ مین میرا مقابلہ کرے گا؟ کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہو؟" حضرت سلمہؓ بن اکوعؓ کے کان مین یہ آواز پہنچی، تو بولے "تم کسی معزز شخص کی عزت نہین کرتے؟ کسی شریف آدمی سے نہین ڈرتے؟" جواب دیا کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کسی سے نہین " بالآخر حضرت سلمہ بنؓ اکوع نے آپ سے اجازت لیکر دوڑ مین ان کا مقابلہ کیا اور بازی جیت لی[1]

کبھی کبھی سیرو شکار بھی کر لیتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر حج مین تھے، لیکن احرام نہین باندھا تھا، راہ مین ایک جنگلی گدھا نظر آیا، گھوڑے پر سوار ہوئے، ہاتھ مین برچھا لیا، اور گدھے کو جاکر ایسا برچھا مارا کہ وہ ڈھیر ہوکر رہ گیا[2]

حضرت صفوان بنؓ محمد نے ایک بار دو خرگوشون کا شکار کیا، اور ان کو پتھر سے ذبح کیا آپ سے دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو حلال قرار دیا[3]

صحابۂ کرام مین حضرت عدی بن حاتمؓ اور حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ مشہور شکاری تھے، اس غرض سے باز اور کتے پال رکھے تھے اور اُن کو اس فن کی تعلیم دی تھی، تیر و کمان سے بھی شکار کرتے تھے اور تین تین دن تک شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہتے تھے[4]، لیکن یہ زندہ دلی اسی وقت تک تھی جب تک کوئی مذہبی کام پیش نہ آتا، لیکن جب کوئی مذہبی کام پیش آجاتا، تو یہ تمام چیزین خواب فراموش ہو جاتین اور صحابۂ کرام اس کی ذمہ داریون کی گرانباری سے بدحواس

---

[1] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا [2] ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم [3] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الذبیحۃ بالمروۃ، [4] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الصید،

ہو جاتے ؛ ادب المفرد مین ہے :-

لم یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متحزقین ولا متماوتین وکانوا یتناشدون الشعر فی مجالسہم ویذکرون امر جاہلیتہم فاذا ارید احد منہم علی شیء من امر اللہ دارت حمالیق عینیہ کانہ مجنون[۱]

اصحاب رسول اللہ مردہ دل اور ترش رو نہ تھے، اپنی صحبتون مین اشعار پڑھتے اور جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے لیکن جب کوئی مذہبی کام آپڑتا تو ان کی آنکھین اس طرح الٹ جاتین کہ گویا وہ پاگل ہین،

پابندی عہد | معاہدہ ایک نازک رشتہ ہے جس کو صرف اخلاقی طاقت ہی مضبوط بنا سکتی ہے صحابۂ کرام مین یہ اخلاقی طاقت موجود تھی، اس لیے وہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس رشتہ کو قائم رکھتے تھے، ایک دفعہ امیر معاویہ رض نے رومیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گذرنے بھی نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاریان کردین کہ مدت گذرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کردیا جائے، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عبسہ رض گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، اور فرمایا "اللہ اکبر وفا کرنی چاہیئے، بے وفائی اور بدعہدی سزاوار نہین[۲]"

امیہ بن خلف اسلام کے اشد الاعداء مین تھا، اس مین اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رض مین تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ مین ان کی جان ومال کی حفاظت کریگا اور وہ مدینہ مین اس کی جان ومال کی حفاظت کرین گے، غزوۂ بدر پیش آیا، اور لوگ سوگئے تو وہ اس کی حفاظت کو نکلے حضرت بلال رض نے امیہ کو دیکھ لیا، اور انصار کی ایک مجلس مین آکے کہا کہ اگر امیہ بچ کے نکل گیا تو میری جان کی خیر نہین انصار کے کچھ لوگ ان کے ساتھ ہولیئے اب حضرت عبدالرحمن رض

---

۱ ادب المفرد باب الکبر۔ ۲ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو عہد فیسیر الیہ،

ابن عوف گھبرائے کہ کہیں وہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ جائیں مجبوراً امیہ کے بیٹے کو اس لیے پیچھے کر دیا کہ وہ لوگ اسی کے قتل میں اُلجھے رہیں انصار نے اس کو قتل کر کے اُن لوگوں کا پیچھا کیا، امیہ نہایت فربہ آدمی تھا جب وہ لوگ پاس آگئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس سے کہا کہ "بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گیا تو اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا لیکن صحابہ نے ان کے نیچے ادھر اُدھر سے تلواریں لگائیں یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، اور خود اُن کے پاؤں میں زخم آئے[۱]

معاہدہ تو ایک بڑی چیز ہے صحابۂ کرام معمولی سے معمولی وعدے کو بھی لازمی طور پر پورا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ "میں فلاں دن سفر کرنے والا ہوں میرے سفر کا سامان کر دو" انھوں نے سامان کرنا شروع کیا، جب روانگی کا وقت آیا تو بولے کہ "ذرا سی کسر رہ گئی ہے، اگر آپ ٹھہر جاتے تو میں اس کو پورا کر دیتا" بولے "میں گھر کے لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ میں فلاں دن سفر کروں گا، اب اگر اُن سے جھوٹ بولتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے جھوٹ بولیں گے، ان سے خیانت کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے خیانت کریں گے، اُن سے وعدہ خلافی کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے وعدہ خلافی کرینگے، چنانچہ وہ روانہ ہو گئے اور اس کی کچھ پروا نہ کی کہ سامان سفر نا مکمل ہے[۲]

| راز داری | رازداری ایک امانت ہے اور دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو اس امانت کا بار

اُٹھا سکتے ہیں، لیکن صحابۂ کرام کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا تھا، ایک دن حضرت انس بن مالکؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلعم آئے اور اُن کو کسی ضرورت سے بھیجدیا، اس کے پورا کرنے میں دیر ہو گئی، گھر گئے تو ماں نے پوچھا کہاں رہ گئے تھے؟ بولے "آپ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا" بولیں "وہ کیا؟" انھوں نے

---

[۱] بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب دفی دار الاسلام جاز [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ،

"وہ ایک راز ہے"، بولیں "آپ کا راز کسی سے نہ کہنا"، چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے اسکو اس طرح محفوظ رکھا کہ جب حضرت ثابتؓ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا کہ "میں نے اگر وہ راز کسی سے بیان کیا ہوتا تو تم سے ضرور بیان کرتا"[1]

ایک دن آپ کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت میں آگئیں، آپ نے ان کو مرحبا کہا، اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور آہستہ سے انکے کان میں ایک بات کہی، وہ چیخ مار کر رو پڑیں، پھر آہستہ سے ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں آپ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی، بولیں آپکی زندگی میں میں آپ کا راز فاش نہیں کرسکتی"[2]

حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے انکی منگنی کرنی چاہی لیکن انھوں نے کہا "میں اس سے معذور ہوں" اب انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی وہ خاموش ہو رہے، حضرت عمرؓ کو پہلی ناکامی کے بعد دوسری ناکامی کا بہت رنج ہوا، اس کے چند روز کے بعد رسول اللہ صلعم نے خود نکاح کا پیغام بھیجا، نکاح ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے رنج کا ذکر کیا، تو انھوں نے کہا کہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم نے حفصہؓ کا ذکر مخفی طور پر کیا تھا، لیکن میں آپ کا راز فاش کرنا پسند نہیں کرتا تھا، اگر آپ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور نکاح کرلیتا"[3]

رسول اللہ صلعم نے تمام صحابہ میں منافقین کے نام صرف حضرت حذیفہؓ کو بتلائے تھے، اس لیئے وہ صاحب سر رسول اللہ کے لقب سے ممتاز تھے[4] حضرت حذیفہؓ نے اس راز کو عمر بھر فاش نہیں کیا، ایک بار حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ "میرے عمال میں کوئی منافق بھی

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، [2] مسلم کتاب الفضائل مناقب فاطمہؓ، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حفصہؓ
[4] بخاری کتاب الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ

ہے" بولے ایک" شخص ہے، لیکن نام نہ بتاؤں گا"۔ ایک بار انھوں نے کہا کہ "اب صرف چار منافق رہ گئے ہیں" ایک بدو نے کہا، "آپ لوگ اصحاب رسول اللہ ہیں ہم کو ان کی کچھ خبر نہیں ہے، آپ ہم کو اُن کے نام بتائیے، آخر کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور اسباب چرا لیجاتے ہیں"؟ بولے "وہ بدکار لوگ ہیں منافق صرف چار ہیں جن میں ایک اس قدر بوڑھا ہو گیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی بھی پیئے تب بھی اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس نہ ہو[۱]"

جانوروں پر شفقت صحابۂ کرام جس طرح انسانوں کے درد دکھ کو نہیں دیکھ سکتے تھے اسی طرح ان کو جانوروں کی اذیت و تکلیف بھی گوارا نہ تھی، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم منزل پر اترتے تھے تو پہلے اونٹوں کا کجاوہ کھول لیتے تھے، پھر نماز پڑھتے تھے[۳]،

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا کہ ایک چرواہا ایک جگہ اپنی بکریاں چرا رہا ہے ان کو دوسری جگہ اس سے بہتر نظر آئی تو اس سے کہا کہ "وہاں لیجاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا[۴]"

ایک دن آپ سے ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ مجھے بکری ذبح کرنے پر رحم آتا ہے" فرمایا "اگر اس پر رحم کروگے، تو خدا تم پر بھی رحم کریگا[۵]"

ایک دن کچھ لوگ حضرت عبید اللہ اور حضرت عبد اللہ بن بشر کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ "ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اس کو کوڑا مارتا ہے" اس کے متعلق آپ نے رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت سُنی ہے، بولے "نہیں" اندر سے ایک خاتون بولیں خدا خود کہتا ہے:-

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت حذیفہ
[۲] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ براءۃ تفسیر و قاتلوا ائمۃ الکفر [۳] ابوداؤد کتاب الجہاد باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم [۴] ادب المفرد باب من اشار علی اخیہ و ان لم یستشر [۵] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۴

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم — زمین کے جانور اور ہوا کی چڑیان بھی تمھاری ہی طرح ایک امت ہین۔

یعنی وہ بھی قابل رحم ہین،

دونون نے کہا، یہ ہماری بڑی بہن ہین ؎۱

غیرت صحابۂ کرام اگرچہ فخر و غرور سے سخت نفور تھے، تاہم انھون نے نہایت غیور طبیعت پائی تھی ایک بار رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ رض کے حجرے مین جلوہ افروز تھے، حضرت زینب رض نے آپ کے لیے ایک پیالے مین کھانا بھیجا، حضرت عائشہ رض نے اس کو پٹک دیا اور وہ چور چور ہوگیا، اس پر آپ نے فرمایا،

غارت امکم — تمھاری مان کو غیرت آگئی،

حضرت عمرؓ اس قدر غیور تھے کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب مین جنت نظر آئی جس مین ایک محل کے گوشے مین ایک عورت وضو کر رہی تھی، مین نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا کہ "عمرؓ کا" مین نے اس مین داخل ہونا چاہا، لیکن عمرؓ کی غیرت کے خیال سے واپس آیا، ؎۲ حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عاتکہ رض نماز فجر اور نماز عشا جماعت کے ساتھ مسجد مین ادا کرتی تھین اور حضرت عمرؓ کو یہ سخت ناگوار تھا، تاہم چونکہ رسول اللہ صلعم نے عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دیدی تھی، اس لیے منع بھی نہین کر سکتے تھے ؎۳ حضرت اسماءؓ کہتی ہین کہ "مین اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے گھر کا تمام کام خود کرتی تھی، چنانچہ ایک بار وہ بڑی دور سے سر پر کھجورون کی گٹھلی لا رہی تھین، راستہ مین رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوگئی اور آپ نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کر لینا چاہا، لیکن مین حضرت زبیرؓ کی غیرت کے خیال سے سوار نہین ہوئی"

---

۱ اصابہ تذکرۂ حضرت نبیہ ابن عبد اللہ بن بشر المازنی ۲ بخاری کتاب النکاح باب الغیرة، ۳ ایضاً کتاب الجمعة باب ھل علی من لم یشھد الجمعة غسل من النساء والصبیان و غیرہم ۴ مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأة الاجنبیة اذا اعیت فی الطریق،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ،

والذین یرمون المحصنات ثم لم	جو لوگ پاکدامن بی بیوں پر تہمت لگائیں
یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم	اور اس پر چار گواہ نہ لاسکیں انکو اسی کوڑے
ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابداً،	مارو اور (آئندہ) انکی شہادت کبھی قبول کرو ۔

تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا "یا رسول اللہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ نے انصار سے کہا" دیکھو تمھارے سردار کیا کہتے ہیں ؟ انصار نے کہا "یا رسول اللہ ان کو ملامت نہ کیجئے وہ سخت غیور آدمی ہیں، باکرہ عورت کے سوا کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا، اور جب کسی عورت کو طلاق دی تو ان کی غیرت کے خیال سے ہم میں کسی نے اس سے نکاح کرنے کی جراءت نہیں کی۔" حضرت سعد بن عبادہؓ بولے "یا رسول اللہ بخدا مجھے یقین ہے کہ یہ آیت حق ہے اور خدا کی جانب سے نازل ہوئی ہے لیکن مجھے تعجب اس پر ہوا کہ میں ایک عورت کو دیکھوں کہ اسے ایک شخص اپنی ران پر بٹھائے ہے، اور اس کو میں اس وقت تک کچھ نہ کہہ سکوں جب تک چار گواہ نہ جمع کرلوں[۱] ۔"

---

[۱] مسند ابی داؤد والطیالسی صفحہ ۳۴۷ ۔

حُسنِ معاشرت

صلۂ رحم | تمدن کی ابتدا درحقیقت صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اگر باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو چھوڑ دے تو نوع انسان جانوروں کا ایک ریوڑ بنجائے، اس بنا پر قرآن وحدیث دونوں مین صلۂ رحمی کی نہایت فضیلت بیان کی گئی ہے اور صحابۂ کرام مین فضیلت عموماً پائی جاتی تھی،

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے قرابت دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے،[1] حضرت حفصہؓ نے اپنا گھر حضرت زید بن خطابؓ کی بیٹی کو عمر بھر کے لیے دیدیا تھا،[2]

ایک صحابی تھے جو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے تھے، اور ان کے ساتھ حلم و بردباری کے ساتھ پیش آتے تھے، مگر اُدھر سے تمام چیزون کا جواب اُلٹا ملتا تھا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے اس کی شکایت کی تو فرمایا کہ "جب تک تم اس حالت کو قائم رکھوگے خدا کی جانب سے اُن کے مقابل مین تمھارا ایک مددگار رہیگا،[3]

حضرت زینبؓ اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ نہایت سلوک کرتی تھین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین، :-

ولم ار امرأة قط خيرا فى الدين	مین نے زینب سے زیادہ دیندار، زیادہ
من زينب واتقى الله واصدق	پرہیزگار، زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی

---

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضا۔ [2] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب فی القضاء فی العمری [3] ادب المفرد باب فضل صلة الرحم،

حدیثا واوصل للرحم[1]، کرنے والی عورت نہین دیکھی،

ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت مین ان کا سالانہ وظیفہ جس کی مقدار بارہ ہزار درہم تھی بھیجا تو اُنھون نے یہ رقم اپنے اعزہ کو تقسیم کر دی[2]،

حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ جو فیاضیان کین ان کا محرک یہی صلۂ رحمی تھی جس کا اظہار انھون نے عام طور پر کر دیا تھا[3]،

حضرت اسماءؓ نے ایک جائداد حضرت عائشہؓ سے وراثۃً پائی تھی جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ پر خرید لیا، لیکن انھون نے اس رقم کو حضرت قاسم بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر ہبہ کر دیا[4]، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہؓ کی وراثت سے حصہ نہین ملا تھا، اس لیے حضرت اسماءؓ نے اُنکی دل شکنی کے خیال سے یہ رقم اُن کو دے دی،

صحابۂ کرام کو صلۂ رحمی کا اس قدر خیال تھا کہ حضرت عمرؓ صبح کے وقت اپنے بچون سے کہتے تھے کہ الگ الگ کھیلو، مل جل کر رہو گے تو تم مین جھگڑا فساد ہو گا، اور قطعِ رحم کرو گے[5]،

یہ حسن سلوک صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ صحابۂ کرام اپنے ان اعزہ واقارب کے ساتھ بھی جو کافر تھے اسی قسم کا فیاضانہ برتاؤ کرتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی جوڑا دیا، تو انھون نے اس کو اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس بھیجدیا جو کفرزار مکہ مین اقامت گزین تھا[6]،

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زینبؓ بنت جحش [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۲ [4] بخاری کتاب الہبہ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ [5] ادب المفرد باب التفرقۃ بین الاحداث [6] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اللبس للجمعہ

حضرت اسماءؓ ہجرت کرکے مدینہ گئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی، حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا وہ اُنکے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہیں"؟ آپ نے فرمایا "ہاں"[۱]

حضرت حفصہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے ایک جائداد کی وصیت کی تھی[۲]

ماں باپ کے ساتھ سلوک صحابۂ کرام والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب و احترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے پاس دولت ہے، اور میرا باپ اس کا محتاج ہے"! ارشاد ہوا کہ "تم اور تمھاری دولت دونوں تمھارے باپ کے ہیں"[۳]

ایک دوسرے صحابی نے ایک باغ کو عمر بھر کے لیے اپنی ماں پر وقف کر دیا[۴]،

ایک بار کفار نے رسول اللہ صلعم کی گردن میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی، حضرت فاطمہؓ دوڑ کے آئیں، اس کو آپ کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا، اور کفار کو برا بھلا کہا[۵]،

ایک صحابی نے خانۂ کعبہ تک پاپیادہ چلنے کی نذر مانی تھی، لیکن بڑھاپے کی وجہ سے بغیر سہارے کے نہیں چل سکتے تھے، اس لیے اُن کے دونوں لڑکے ان کو ٹیک کر لائے اور حج کرایا، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ "سوار ہوجاؤ، خدا کو تمھاری اور تمھاری نذر کی ضرورت نہیں"[۶]،

ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ "میرا شوہر میرے لڑکے کو چھین لینا چاہتا ہے، حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا تھا، اور میرے لیے کنوئیں سے پانی بھر لاتا

۱؎ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین۔ ۲؎ مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیۃ لاہل الذمۃ ۳؎ ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ ۴؎ ایضاً باب من قال فیہ ولعقبہ ۵؎ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المراۃ تطرح عن المصلی شیا من الاذی ۶؎ مسلم کتاب النذر باب من نذر ان یمشی الی الکعبۃ،

تھا" آپ نے حکم دیا کہ قرعہ اندازی کرو، باپ نے کہا کہ "میرے لڑکے میں کون دعوی دار ہوسکتا ہے؟" آپ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "یہ تمھارا باپ ہے، اور یہ تمھاری ماں ہے جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو" لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا[1]،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے، تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہوگئے۔

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو بولے "مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ روزہ رکھو، نماز پڑھو سوؤ، اور اپنے باپ کی اطاعت کرو" تو صفین کی شرکت کے لیے میرے باپ نے مجبور کیا، اس لیے میں شریک ہوا لیکن تلوار اٹھائی نہ نیزہ مارا، نہ تیر چلایا[2]۔

حضرت عثمان رض کے زمانے میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن زید رض نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا، اور اس سے جمار نکالا، لوگوں نے کہا "ایسا کیوں کرتے ہو؟ کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہوگیا ہے" بولے "میری ماں نے مجھ سے اس کی فرمایش کی تھی، اور جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی فرمایشوں کی تعمیل کرتا ہوں[3]"

مروان اکثر حضرت ابوہریرہ رض کو اپنا خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا، اس تعلق سے وہ ایک بار ذی الحلیفہ میں مقیم تھے، اور ان کی والدہ الگ دوسرے گھر میں تھیں، جب وہ اپنے گھر سے نکلتے تو ان کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہتے "السلام علیکم یا اماہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" وہ فرماتیں "وعلیک یا بنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" پھر وہ فرماتے "خدا تم کو اسی طرح رحم کرے جس طرح

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو رض بن العاص [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسامہ بن زید [4] ادب المفرد باب جزاء الوالدین۔

تم نے بچپن میں مجھ کو پالا۔ وہ جواب دیتے کہ خدا تم پر بھی اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ سلوک کیا، جب گھر میں داخل ہوتے تب بھی اسی طرح آداب بجا لاتے ہیں[1]

ان کی والدہ جب تک زندہ رہیں انھوں نے ان کو چھوڑ کر حج کرنا پسند نہیں کیا،[2] باپ کے تعلق سے باپ کے دوست و احباب بھی قابلِ تعظیم و مستحقِ خدمت ہو جاتے ہیں، اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے:-

ابر البر ان یصل الرجل	سب سے زیادہ حسن سلوک یہ ہو کہ آدمی
ود ابیہ،	اپنے باپ کے دوست سے بھی سلوک کرے[3]

صحابہ کرام اس حدیث پر اس شدت سے عمل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سفر میں تھے، راہ میں ایک بدو ملا، انھوں نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا، اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کرایا، لوگوں نے کہا "یہ تو بدو ہیں، ذرا سی چیز میں راضی ہو جاتے ہیں" بولے "اس کا باپ ابن الخطاب کا دوست تھا، اور حدیث میں ہے کہ باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا بڑی نیکی کا کام ہے"[4]

حضرت ابو الدرداءؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ سفر کر کے ان کی عیادت کو گئے، انھوں نے پوچھا کہ "اس شہر میں کیوں آئے" بولے صرف اس لیے کہ آپ میں اور میرے والد میں دوستانہ تعلقات تھے"[5]

بھائی سے محبت | صحابہ کرام بھائیوں سے نہایت محبت رکھتے تھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا مقام حبشی میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ فرطِ محبت سے ان کی قبر کی زیارت کو آئیں اور ایک مشہور مرثیے کے یہ اشعار پڑھے:-

---

[1] ادب المفرد باب جزاء الوالدین۔
[2] مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد اجرہ اذا نصح لسیدہ و احسن عبادۃ اللہ [3] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب فضل الصدقا الاب والام ونحوہا [4] ایضاً [5] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۵۰۔

وکنا کندمانی جذیمة حقبة ً من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

اور ہم دونون ایک مدت تک جذیمہ کے دونون ہم نشینون کی طرح ساتھ رہے یہان تک کہ لوگون نے کہا کہ ان مین کبھی جدائی نہ ہوگی"

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم تبت لیلة معا

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہین کی تھی[1]،

حضرت عمرؓ کو اپنے بھائی زید سے اس قدر محبت تھی کہ وہ غزوۂ یمامہ مین شہید ہوے تو عمر بھر ان کا داغ دل سے نہ مٹ سکا، فرمایا کرتے تھے کہ "جب پروا ہوا چلتی ہے تو اس سے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے[2]"،

حضرت حمزہؓ غزوۂ احد مین شہید ہوئے، اور ان کی بہن حضرت صفیہؓ ان کا حال معلوم کرنے آئین تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی، لیکن ان لوگون نے یہ ظاہر کیا کہ ہم کو ان کی نسبت کچھ معلوم نہین، رسول اللہ صلعم کے پاس آئین تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہین ان کی عقل نہ جاتی رہے، اس لیے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اور ان کے لیے دعا کی، انھون نے انا للہ پڑھا اور رونے لگین[3]،

محبت اولاد اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس لیے صحابۂ کرام اولاد سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی، اور بچے کو اس سے لینا چاہا، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "میرا پیٹ اس کا ظرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گھروندا تھا اور اب اس کے باپ نے

---

[1] ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارة للقبور للنساء، [2] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ تذکرۂ زید بن الخطاب،
[3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت حمزہؓ،

مجھے طلاق دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے"، آپ نے فرمایا "جب تک نکاح نہ کرلو، تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو"[1]

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک عورت آئی، اُنھوں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ایک ایک بچون کو دیدی، اور ایک اپنے لیے رکھ چھوڑی، بچے کھجور کھا چکے تو ماں کی طرف دیکھنے لگے، اس نے اپنے حصے میں سے بھی دو قاشیں کیں اور ایک ایک بچون کو دیدی، حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا تمھیں تعجب کیا ہے اس کے رحم کے بدلے جو اس نے اپنے بچون پر کیا خدا نے اس پر بھی رحم کیا"[2]

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ بخار میں مبتلا ہوئیں، حضرت ابوبکر رضؓ ان کے پاس آئے، حال پوچھا اور مُنھ چوم لیا،[3]

ایک صحابی کا بچہ جاتا رہا، ان کو سخت صدمہ ہوا، انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہا "کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے یہ غم غلط ہو جائے"۔ بولے "آپ نے فرمایا ہے کہ "بچے جنت کے کیڑے ہیں"[4]

ایک صحابی آپ کی خدمت میں اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئے، اور اس کو چمٹانے لگے، آپ نے فرمایا "تم کو اس سے محبت ہے؟" بولے "ہاں" فرمایا "اس سے زیادہ تم سے ارحم الراحمین کو محبت ہے"[5]

حضرت عثمان رضؓ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کے کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو منگاتے اور فرط محبت سے سونگھتے[6]

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کو اپنے بیٹے سالم کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ لوگ

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد [2] ادب المفرد باب الوالدات رحیمات، [3] ابوداؤد کتاب الادب باب قبلۃ الخد [4] ادب المفرد، باب فضل من مات لا الولد [5] ادب المفرد، باب رحمۃ العیال [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمان رضؓ،

ان کو اس شیفتگی پر ملامت کرتے، لیکن وہ ان ملامتوں کو سن کر فرماتے :-

یلوموننی فی سالم والومھم ؎ | وجلدۃ بین العین والانف سالم

مجھے لوگ سالم کے بارہ میں ملامت کرتے ہیں، اور میں لوگوں کو ملامت کرتا ہوں کیونکہ سالم کا چہرہ آنکھ اور ناک کے درمیان تمام عیوب سے پاک ہے

اسی محبت کی بنا پر صحابۂ کرام کو بچے کے پیدا ہونے کی بڑی تمنا رہتی تھی حضرت سہل بن حنظلیہ ایک صحابی تھے جو ترک دنیا کر کے بالکل عزلت گزین ہو گئے تھے، تاہم اولاد کی اس قدر خواہش تھی کہ فرماتے تھے کہ "اگر میرے ایک ادھورا بچہ بھی پیدا ہو جاتا تو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتا"[۲]

اگر کوئی شخص اپنی اولاد سے محبت کا اظہار نہ کرتا تو صحابۂ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عامل مقرر فرمایا، اس نے کہا "میرے متعدد لڑکے ہیں مگر میں نے کسی کو نہیں چوما" بولے "خدا صرف محبت کیش آدمیوں پر رحم کرتا ہے"[۳]

یہ محبت صرف اپنے ہی بچوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ صحابۂ کرام عموماً بچوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار راستے سے گذرے تو دیکھا کہ حبشی لڑکے کھیل رہے ہیں، ان کو دو درہم دیئے[۴]

انھوں نے ایک لونڈی کو جس سے اُن کو بڑی محبت تھی آزاد کر دیا تھا، لیکن جب اسکے بچہ پیدا ہوا تو اس کو گود میں لے کر چوما، اور کہا کہ "واہ واہ اس سے اس لونڈی کی خوشبو آتی ہے"[۵]

بچوں کی پرورش	صحابۂ کرام بچوں کی پرورش میں اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتے تھے،

[۱] طبقات ابن سعد تذکرۂ سالم بن عبداللہ [۲] استیعاب تذکرہ حضرت سہل بن حنظلہؓ [۳] ادب المفرد باب من لا یرحم لا یرحم [۴] ایضاً باب لعب الصبیان بالجوز، [۵] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد نے متعدد صغیر السن لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اُن کی پرورش کی غرض سے ایک ثیبہ عورت سے شادی کی، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کنواری لڑکی سے کیوں نہیں شادی کی، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے"، تو بولے "میرا باپ شہید ہوا، اور صغیر السن لڑکیاں چھوڑیں، اگر انہی کی سی کمسن عورت سے شادی کرتا تو وہ نہ ان کو ادب سکھلاتی، نہ ان کی خبر گیری کرتی، اس لیے ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند کیا جو اُن کو اکٹھا رکھے، اُن کے بالوں میں کنگھی کرے، اُن کے سر سے جوئیں نکالے، ان کے کپڑے پھٹ جائیں تو ان کو سی دے، اور ان کی اصلاح و نگرانی کرے"[2]۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچے تھے، اس لیے انہوں نے یہ عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشو و نما کامل طور پر نہ ہو جائے گی وہ دوسرا نکاح نہ کریں گی، چنانچہ انہوں نے اس ارادہ کو پورا کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ خود سپاس گزارانہ لہجے میں اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا[3]۔

یہ وصف اگرچہ تمام صحابیات میں عموماً پایا جاتا تھا لیکن اس میں قریشی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں، اس لیے رسول اللہ صلعم نے قریشی عورتوں کی اس فضیلت کو خاص طور پر بیان فرمایا:-

خیر نساء رکبن الابل نساء	عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں
قریش احناهن علی ولد فی	سب سے اچھی ہیں کہ بچوں سے ان کے بچپن
صغرہ وارعاہ علیٰ	میں نہایت محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے

---

[1] مسلم کتاب البیوع باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ [2] ایضاً کتاب الطلاق باب استحباب نکاح البکر و مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۰۸ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا۔

السوذح[1]، مال واسباب کی نگہداشت کرتی ہین،

صحابۂ کرام نہ صرف اپنی اولاد کی بلکہ اپنے اعزہ اپنے متعلقین بلکہ غیرون کی اولاد کی پرورش بھی اسی دلسوزی سے کرتے تھے

حضرت سعد بن اطول رضہ کے بھائی نے انتقال کیا، اور تین سو دینار اور چند صغیر السن بچے چھوڑے، انھون نے اس رقم کو ان بچون کی پرورش مین صرف کرنا چاہا، لیکن بھائی پر لوگون کا قرض تھا، اس لیے رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے پہلے اس کو ادا کیا،[2]

حضرت حارث بن ہشام رضہ نے طاعون عمواس مین انتقال کیا، تو حضرت عمر رضہ نے انکی بی بی فاطمہ بنت ولید رضہ سے نکاح کرلیا، اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمن بن حارث رضہ کو اپنے آغوش تربیت مین لے لیا، اور اس لطف و محبت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی کہ خود حضرت عبدالرحمن رضہ کا بیان ہی کہ مین نے عمر بن الخطاب سے بہتر کوئی مربی نہین دیکھا،[3]

جب حضرت زید بن حارثہ رضہ مکہ سے حضرت حمزہ رضہ کی صاحبزادی کو لائے تو ان کی پرورش کے متعلق حضرت علی رضہ اور حضرت جعفر رضہ مین اختلاف ہوا، حضرت جعفر رضہ کہتے تھے کہ مین اس کا مستحق ہون، وہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور میرے نکاح مین اس کی خالہ ہے، جو بمنزلہ مان کے ہے، حضرت علی رضہ فرماتے تھے کہ "وہ میرے بھی چچا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح مین خود رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی ہین، جو لڑکی کی سب سے زیادہ مستحق ہین،، اب حضرت زید رضہ بھی مدعی ہوگئے، اور کہا کہ "مین اس کا مستحق ہون، مین نے اس کے لیے سفر کیا ہے اور اس کو یہان لایا ہون"

بالآخر رسول اللہ صلعم نے حضرت جعفر رضہ کے حق مین فیصلہ کیا،[4]

ایک عورت نے آپ کی خدمت مین زنا کا اقرار کیا، اس کے گود مین بچہ تھا، آپ نے

[1] بخاری کتاب النفقات باب عون المرأة زوجہا فی ولدہ و النفقۃ علیہ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمان بن حارث [4] بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضا مع فتح الباری

فرمایا "بچہ دودھ چھوڑ دے تو آنا" بچے نے دودھ چھوڑ دیا تو وہ آئی اور کہا کہ "مجھ پر حد شرعی جاری فرمایئے" آپ نے فرمایا "تمھارے بچے کی پرورش کون کریگا؟" ایک انصاری بولے "مین یارسول اللہ!" اب آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا[۱]،

اگر کوئی شخص پرورش اولاد سے آزادی چاہتا تھا تو صحابۂ کرام اس کو سخت لعنت وملامت کرتے، کسی شخص کے متعدد لڑکیاں تھین، اس نے ان کی موت کی آرزو کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت برہم ہوئے، اور کہا "کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟"[۲]

پرورش یتامیٰ | یتیمون کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے، حدیث شریف مین آیا ہے:-

انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ،

ہم یتیمون کی پرورش کرنے والے جنت مین اس قدر قریب ہون گے جس قدر یہ دونون انگلیان قریب ہین،

صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام کی توفیق دی تھی اس لیے وہ اپنے بچون کی طرح یتیمون کی پرورش کرتے تھے،

حضرت زینبؓ متعدد یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ "وہ اپنے شوہر اور ان یتیمون پر صدقہ کرین تو جائز ہے؟" ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے در دولت پر کھڑی تھین، حضرت بلالؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ان کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا[۳]"

ایک یتیم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا، ایک دن انھون نے

۱؎ دارقطنی صفحہ ۳۴۴ کتاب الحدود ۲؎ ادب المفرد باب من کرہ ان یتمنی موت البنات۔ ۳؎ بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر

کھانا منگوایا، تو اتفاق سے وہ موجود نہ تھا، کھانے سے فارغ ہو چکے تو وہ آیا، انھوں نے اور کھانا منگوانا چاہا، مگر گھر سے جواب آیا، اب ستو اور شہد لائے، اور کہا "لو کچھ نقصان مین نہین رہے"[1]

حضرت عائشہ رض کے بھائی محمد بن ابی بکر رض کی لڑکیان یتیم ہو گئی تھین اور حضرت عائشہ رض انکی پرورش فرماتی تھین[2]

پرورش کے علاوہ صحابۂ کرام اور طریقون سے بھی یتیمون کے ساتھ سلوک کرتے تھے، ایک یتیم نے ایک شخص پر ایک نخلستان کے متعلق دعویٰ کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کے خلاف فیصلہ کیا، تو وہ رو پڑا، آپ کو اس پر رحم آگیا، اور مدعا علیہ سے فرمایا کہ "تم اس کو یہ نخلستان دیدو، خدا تم کو اس کے بدلے مین جنت مین نخلستان دے گا" لیکن اس نے انکار کر دیا، حضرت ابوالدحداح رض بھی موجود تھے، انھون نے اس سے کہا کہ "تم میرے باغ کے عوض اپنے باغ کو بیچتے ہو؟" اس نے کہا "ہان" وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "جو نخلستان آپ یتیم کے لیے مانگتے تھے، اگر مین دیدون تو اس کے عوض مجھے جنت مین نخلستان ملے گا؟" ارشاد ہوا "ہان"[3]

عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنی لڑکیون کی شادی یتیم بچون سے کرنا پسند نہین کرتے لیکن صحابۂ کرام کو یتیمون سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اس معاملہ مین انھین ترجیح دیتے تھے حضرت صالح رض کی صاحبزادی سے حضرت عبداللہ بن عمر رض نے منگنی کی، ان کی بی بی بھی اس نسبت کو پسند کرتی تھین، لیکن انھون نے انکار کر دیا، اور ایک یتیم بچے کے ساتھ جو ان کی تربیت مین تھا، صاحبزادی کا نکاح کر دیا[4]

[1] ادب المفرد باب فضل من یعول یتیما بین ابویہ [2] موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ فی عین الحلی والتبر والعنبر [3] استیعاب تذکرہ حضرت ابوالدحداح [4] مسند جلد ۲ صفحہ ۹۷

یتیمون کی پرورش کے ساتھ صحابۂ کرام نہایت دیانت کے ساتھ اُن کے مال کی نگہداشت بھی کرتے تھے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتے تھے بلکہ اس کو ترقی دیتے تھے، حضرت عمرؓ کا عام حکم تھا۔

اتجروا فی اموال الیتامی لا تاکلھا الزکوٰۃ،	یتیمون کے مال سے تجارت کرو کہ زکوٰۃ اُسے کھا نہ جائے،

حضرت عائشہؓ جن یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ان کے مال لوگون کو دے دیتی تھین کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دین[۱]۔

شوہر کی محبت | صحابیات اپنے شوہرون سے نہایت محبت رکھتی تھین، حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر مین تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہوگئے، آپ نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا، اور تمام اہلِ مکہ نے اپنے اپنے فدیے بھیجے، تو حضرت زینبؓ کے پاس ایک یادگار ہار تھا، جس کو حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے وقت دیا تھا لیکن انھون نے ابوالعاص کے فدیہ مین مال کے ساتھ اس ہار کو بھی بھیجدیا، آپ نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی، اور صحابہ کے مشورہ سے اُن کو آزاد کردیا، اور ہار بھی واپس دیدیا[۲]،

حضرت حمنہ بنت جحشؓ کے شوہر شہید ہوئے، اور انھین ان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو فرط محبت سے چیخ اُٹھین[۳]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہوا اور حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو اُنکی بی بی حضرت عائشہ الخثعمیہ نے کہا، "آپ کو حکومت مبارک ہو" سخت برہم ہوئے اور کہا کہ "تم مجھے امیرالمومنین کے انتقال پر مبارکباد دیتی ہو"، اور اسی غصہ کی حالت مین طلاق بائن دیدی،

---

[۱] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ، زکوٰۃ اموال الیتمی والتجارۃ لھم فیہا [۲] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال۔
[۳] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت،

انھون نے منہ ڈھانک لیا، اور کہا کہ "مین نے تو یہ نیک نیتی سے کہا تھا، بعد کو انھون نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اس کو دیکھ کر وہ رو پڑین، اور کہا کہ جدا ہونے والے دوست کے مقابل مین یہ نہایت حقیر چیز ہے[1]"

حضرت عمرؓ کی بی بی حضرت عاتکہؓ روزے کے دنون مین فرط محبت سے اُنکے سر کا بوسہ لیتی تھین[2]،

حضرت عاتکہؓ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف مین شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے،

فآلیت لا تنفك عینی حزینة ‌ ‌ ‌ ‌ علیك ولا ینفك جلدی اغبرا

مین نے قسم کھائی ہو کہ تمھارے غم مین میری آنکھین ہمیشہ پُرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے شادی کی اور دعوت ولیمہ مین حضرت علیؓ کو بھی شریک کیا، تو انھون نے حضرت عاتکہؓ کو یہ شعر یاد دلایا، اور وہ رو پڑین، حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو اُن کا بھی نہایت پر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد ان سے حضرت زبیرؓ نے شادی کی اور وہ بھی شہید ہوئے، تو ان کا بھی نوحہ لکھا[3]،

شوہر کی خدمت صحابیات شوہر کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھین اور نہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتی تھین، ازواج مطہرات مین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھین، لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہین پڑتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپ کا شرف خدمت حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ صلعم کمال طہارت کی وجہ سے

---

[1] دارقطنی صفحہ ۴۳۰ کتاب الطلاق [2] موطا کتاب الصیام باب ما جاء فی الرخصة فی القبلة للصائم [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ

مسواک کو پہلے دھلوالیا کرتے تھے، اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھیں[۱]

ایک بار آپ کمل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ صلعم اس پر دھبہ نظر آتا ہے"، آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجدیا کہ دھو کر خشک کر کے میرے پاس بھیجدیں حضرت عائشہؓ نے کوزے میں پانی منگایا، خود اپنے ہاتھ سے دھویا، خشک کیا اور اس کے بعد آپ کے پاس بھیجدیا[۲]۔

جب رسول اللہ صلعم احرام حج باندھتے تھے اور احرام کھولتے تھے، تو وہ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں[۳]،

جب آپ خانۂ کعبہ کو ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھیں[۴]،

صحابۂ کرام جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے، تو اس بیکسی کی حالت میں صرف ان کی بیبیاں ان کا ساتھ دیتی تھیں،

رسول اللہ صلعم تخلف غزوۂ تبوک کی بنا پر حضرت ہلال بنؓ امیہ سے ناراض ہوئے اور بالآخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح اُن کو بی بی سے بھی تعلقات کے منقطع کر لینے کا حکم دیا۔ وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "وہ بوڑھے آدمی ہیں، ان کے پاس نوکر چاکر نہیں! اگر میں اُن کی خدمت کردوں تو آپ ناپسند فرمائیں گے"؟ ارشاد ہوا "نہیں[۵]"!

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت | عورتوں کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت کرے اور صحابیات میں یہ دیانت اس شدت سے پائی جاتی تھی کہ مال و اسباب تو درکنار جو چیز شوہر سے تعلق رکھتی تھی اس میں بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتی تھیں،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک [۲] ایضاً باب الاعادۃ من النجاسۃ تکون فی الثوب [۳] ایضاً کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام [۴] ایضاً باب من بعث بھدیہ واقام، [۵] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک

حضرت اسمارؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر مین تھین کہ ایک غریب سوداگر آیا کہ اپنے سایۂ دیوار مین مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجیے، وہ عجیب کشمکش مین مبتلا ہوئین فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھین لیکن شوہر کے حکم کے بغیر اجازت نہین دے سکتی تھین؛ بولین "اگر مین اجازت دیدون اور زبیرؓ انکار کردین تو بڑی مشکل پڑے گی، زبیر کی موجودگی مین آؤ اور مجھ سے سوال کرو" وہ اسی حالت مین آیا اور کہا "یا ام عبداللہ مین محتاج آدمی ہون آپ کی دیوار کے سایہ مین کچھ سودا بیچنا چاہتا ہون" بولین "تم کو مدینہ مین میراہی گھر ملتا تھا" حضرت زبیرؓ نے کہا "تمھارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع وشرا سے روکتی ہو" وہ تو چاہتی ہی تھین، اجازت دیدی[۱]، وہ نہایت فیاض تھین، اس لیے صدقہ وخیرات کرنا بہت پسند کرتی تھین، لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا، اور شوہر کے مال مین بلا اجازت تصرف نہین کر سکتی تھین، مجبوراً رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ "مین زبیرؓ کی آمدنی مین سے کچھ صدقہ کرون تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے"؟ ارشاد ہوا کہ "جو کچھ ہو سکے دو[۲]" ایک بار رسول اللہ صلعم نے عورتون سے بیعت لی تو ان مین سے ایک خاتون اٹھین اور کہا کہ "ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہین، اُن کے مال مین سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے"؟ آپ نے فرمایا اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو[۳]"

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات مین پایا جاتا تھا، لیکن اس باب مین قریش کی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے اپنی زبان مبارک سے اُنکی اِس خصوصیت کو نمایان کیا:-

نساء قریش خیر نساء رکبن الابل احناہ علی طفل	قریش کی عورتین کس قدر اچھی ہین بچون سے محبت رکھتی ہین

[۱] مسلم کتاب الادب باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق [۲] ایضاً کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل
[۳] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب المراۃ تصدق من بیت زوجہا

وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ[1] اور شوہروں کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں،

شوہر کی خوشنودی صحابیات اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں، حضرت حولاؓ عطر فروش تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں، بناؤ سنگار کرکے دلہن بنجاتی ہوں اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جاکر سو رہتی ہوں، لیکن پھر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور وہ اعراض کرتے ہیں" رسول اللہ صلعم آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو"[2]

ایک روز آپ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے فرمایا "عائشہ یہ کیا ہے؟" بولیں "میں نے اسکو اسلیے بنایا ہے کہ آپ کے لیے بناؤ سنگار کروں"[3]

ایک صحابیہ آپکی خدمت میں حاضر ہو آئیں، اُن کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے اُن کے پہننے سے منع فرمایا، بولیں "اگر عورت شوہر کے لیے بناؤ سنگار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی"[4]

بی بی کی محبت جس طرح صحابیات اپنے شوہروں سے بے حد محبت رکھتی تھیں، اسی طرح صحابۂ کرام بھی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بی بی کو اسقدر چاہتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ نے اُن کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو انھوں نے صاف انکار کردیا، معاملہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اطاعتِ والدین کے خیال سے ان کو طلاق دینے کا حکم دیا،[5]

ایک بار وہ سفر میں تھے، معلوم ہوا کہ ان کی بی بی سخت بیمار ہیں، ان کے پاس

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت حولاؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو و زکوٰۃ الحلی [4] نسائی کتاب الزینہ صفحہ ۲۷۵ [5] ابوداؤد کتاب الادب باب فی بر الوالدین

آنے کے لیے نہایت تیز رفتاری سے کام لیا، اور عشاء و مغرب کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔[1]

ایک بار حضرت امام حسن رضؓ نے اپنی بی بی حضرت عائشہ بنت الخلیفہ خثعمیہ کو غصہ کی حالت میں طلاق بائن دیدی، بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رو پڑیں اور کہا کہ "جدا ہونے والے دوست کے مقابل میں یہ نہایت حقیر چیز ہے" قاصد نے حضرت امام حسن رضؓ کو اس کی خبر دی تو بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ "اگر طلاق بائن نہ دے چکا ہوتا تو رجعت کر لیتا"[2]

حضرت عبداللہ بن ابی بکر کو اپنی بی بی عاتکہ رضؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد تک کو ترک کر دیا تھا، اس خیال سے حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کو طلاق دینے پر مجبور کیا، پہلے تو انھوں نے ٹالا، لیکن جب ان کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو اطاعت والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ اشعار کہے :۔

اعاتک لا انساک ما ذر شارق	وما ناح قمری الحمام المطوق
اے عاتکہ جب سورج چمکتا	اور قمری بولتی رہیگی میں تجھے نہ بھولونگا
اعاتک قلبی کل یوم ولیلة	الیک بما تخفی النفوس معلق
اے عاتکہ میرا دل ہر دن اور ہر رات	بصد ہزار تمنا و شوق تجھ سے لگا ہوا ہے
ولم ار مثلی طلق الیوم مثلها	ولا مثلها فی غیر جرم تطلق

مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دی ہوگی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ طلاق دی گئی

حضرت ابوبکر رضؓ پر ان اشعار کا سخت اثر ہوا اور انھوں نے رجعت کرنے کی اجازت دے دی،[3]

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب السرعة فی السیر [2] دار قطنی صفحہ ۴۳۸، کتاب الطلاق [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہ بنت زید

حضرت مغیثؓ ایک غلام تھے، ان کی شادی حضرت بریرہؓ سے ہوئی تھی حضرت بریرہؓ آزاد ہوگئیں، تو حضرت مغیثؓ سے قطع تعلق کرنا چاہا، رسول اللہ صلعم نے اُن کو اس ارادہ سے روکا لیکن بولیں کیا یہ آپ کا حکم ہے؟،، فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں، وہ راضی نہ ہوئیں، حضرت مغیثؓ ان کے فراق سے بدحواس ہوگئے، ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی چادر دیکھ کر آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا "مغیث کی محبت اور بریرہ کا بغض تم کو عجیب نہیں معلوم ہوتا،،[1]

ایک بار صحابۂ کرام حج سے واپس آرہے تھے، ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو انصار کے لڑکے استقبال کے لیے نکلے ان ہی صحابہ میں حضرت اسید بن حضیرؓ بھی تھے انکے خاندان کے بچوں نے ان کو بی بی کے انتقال کی خبر سنائی تو وہ منہ ڈھانک کر رونے لگے، حضرت عائشہؓ نے کہا "آپ قدیم الاسلام صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے اس طرح روتے ہیں،، بولے "سچ ہے سعد بن معاذ کے بعد مجھے کسی پر یوں رونا نہیں چاہیئے،،[2]

اس محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام عورت کے حق صحبت کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ عورت کی درشت خوئی بھی اس کو فراموش نہیں کرا سکتی تھی حضرت لقیط بن صبرہؓ وفد بنو ثقیف کے ساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی بی بی کی بدزبانی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تو پھر طلاق دے دو،، انھوں نے کہا "یارسول اللہ مدت کا ساتھ ہے، اور اس سے ایک بچہ بھی ہے، فرمایا کہ "اس کو نصیحت کرو، اگر راہ راست پر آجائے تو بہتر ہے ورنہ اس کو لونڈی کی طرح نہ مارو،،[3]

ہمسایوں کے ساتھ سلوک

صحابۂ کرام ہمسایوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے، اور اسمیں

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکۃ تعتق وہی تحت حر او عبد [2] مسند جلد ۴ صفحہ ۳۵۲ [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار،

کا فرو مسلم کی تفریق روا نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، گھروالون سے پوچھا کہ "تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جبرئیل نے مجھ کو ہمسایون کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت سے وصیت کی کہ مین سمجھا کہ اسکو شریک وراثت بنادینگے"[1]

صحابۂ کرام خود بھوکے رہتے تھے، اور اپنے ہمسایون کو کھلاتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت جابرؓ کے پاس گوشت کی گٹھری دیکھی، تو بولے "کیا تم لوگ اپنی بھوک کو اپنے ہمسایے اور اپنے چچازاد بھائی کے لیے نہین مارنا چاہتے"[2]

اگر کوئی شخص ہمسایون کے ساتھ برا سلوک کرتا، تو صحابۂ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ "میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے" آپ نے فرمایا، جاؤ اور گھر سے اپنا تمام اسباب نکال کر باہر ڈال دو، اس نے تعمیل ارشاد کی لوگون نے دیکھا تو پوچھا "کیا معاملہ ہے"؟ بولا "میرے پڑوسی نے مجھے ستایا ہے"، تمام صحابہ نے کہا، "اس پر خدا کی لعنت ہو، اس نے سُنا تو کہا "گھر مین چلو اب نہ ستاؤن گا"[3]

غلامون کے ساتھ سلوک

صحابۂ کرام غلامون کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے، اور جو خود پہنتے تھے وہی اُن کو بھی پہناتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیون کی طرح اپنی لونڈیون کو بھی سنہرے زیورات پہناتے تھے[4]، ایک بار کچھ لوگ ان سے ملنے کو آئے، دیکھا کہ اُن کے غلام کے گلے مین سونے کا طوق پڑا ہوا ہے، ہر ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا، بولے "تمھاری نگاہ برائیون ہی پر پڑتی ہے"[5]

ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حلہ پہنے ہوے تھے، اور غلام کو بھی ویسی ہی پہنایا تھا

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار [2] موطاے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی اکل اللحم [3] ادب المفرد باب شکایۃ الجار، [4] موطا امام مالک کتاب الزکوۃ باب ما لازکوۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر، [5] ادب المفرد باب فضول النظر،

تھا، اس کا سبب دریافت کیا گیا تو بولے "مین نے ایک غلام کو ایک دفعہ بُرا بھلا کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابوذر! تم مین اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہے، یہ لوگ تمھارے بھائی ہین، خدا نے ان کو تمھارے ہاتھ مین دیدیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ مین ہو، وہ اس کو وہی کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہے[۱]"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے ان کو ایک غلام دیا، اور یہی نصیحت کی تو انھون نے اپنا کپڑا پھاڑ کر آدھا غلام کو دے دیا[۲]،

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گاڑھے کی دو قمیصین خریدین، ساتھ مین ان کا غلام بھی تھا، بولے "اس مین تمھین جو پسند ہو لے لو، اس نے ایک لے لی[۳]"

ایک بار حضرت ابوالیسرؓ کے جسم پر دو مختلف قسم کے کپڑے تھے اور اُن کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کے مختلف کپڑے تھے، ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ لوگ ایک ایک کپڑا دوسرے سے بدل لیتے تو ہمرنگ ہو کر پورا یعنی جوڑا ہو جاتا، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ غلامون کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، یعنی اس طریقہ سے دونون کپڑے ہمرنگ تو ہو جاتے لیکن اس سے کپڑون مین اختلاف ہو جاتا اور مساوات زائل ہو جاتی[۴]"،

صحابۂ کرام غلامون کی زد و کوب کو نہایت بُرا سمجھتے تھے، ایک بار ایک شخص نے اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مارا، حضرت سویدؓ بن مقرن نے فرمایا "طمانچہ کے لیے تم کو صرف اس کا چہرہ ہی ملا تھا؟ ہمارے بھائیون مین ایک نے غلام کو مارا تھا تو آنحضرت صلعم نے اس کے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا[۵]"

۱؎ بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ ۲؎ فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۱، ۳؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت علی ج ۴ ص ۲۹ ۴؎ ادب المفرد باب اطعموہم مما تلبسون ۵؎ مسلم کتاب النذور باب صحبۃ الممالیک کفارۃ من لطم عبدہ،

زدوکوب تو بڑی بات ہے صحابۂ کرام لونڈیوں اور غلاموں کو آدھی بات بھی کہنا پسند نہیں کرتے تھے، ایک بار رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے آنے میں دیر لگائی، تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت ام الدرداءؓ اس کے محل میں تھیں، صبح ہوئی تو کہا کہ "تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعا، یا شہدا نہ ہوں گے"[۱]

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملنے آئے وہ موجود نہ تھے، ان کی بی بی سے پانی مانگا، اس نے لونڈی کو ہمسایہ کے گھر بھیجا کہ دودھ مانگ لائے، لونڈی نے آنے میں دیر لگائی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ گھر سے نکل آئے، ان کے دوست آئے تو کہا "آپ کیا پردہ تھا، گھر میں آکر بیٹھے ہوتے، کھایا پیا ہوتا" بولے سب کچھ کر لیا، لیکن آپ کی بی بی نے لونڈی پر لعنت بھیجی، اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت سے محل ہوتی ہے تو خیر ورنہ لعنت بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے" اس لیے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی معذور ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے، اور میں اس کا سبب بنوں، اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا"[۲]

صحابۂ کرام غلاموں کے آرام و آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کا منتظم آیا تو انھوں نے پوچھا، "غلاموں کو کھانا دیا یا نہیں"، بولا "نہیں"، فرمایا جاؤ اور دو"، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی غلاموں کی روزی کو روک رکھے"[۳]

---

[۱] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا۔ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۵ مسند عبداللہ ابن مسعودؓ۔ [۳] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک،

صحابۂ کرام غلاموں سے کبھی سخت کام نہیں لیتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت سلمان فارسیؓ کے یہاں آیا دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ "غلام کہاں ہے؟ بولے ہم نے اس کو ایک کام کے لیے بھیجا ہے، اس لیے یہ پسند نہیں کیا کہ اس سے دو کام لیں"[1]

حضرت عثمانؓ رات کو اٹھ کر خود وضو کا پانی لے لیا کرتے تھے، لوگوں نے کہا "اگر آپ کسی خادم سے کہہ دیتے تو وہ یہ کام کر دیتا" بولے "نہیں، رات ان کے آرام کے لیے ہے"[2]

اسی حسن سلوک کا یہ نتیجہ تھا کہ غلام صحابۂ کرام پر جان دیتے تھے، اور ان کے ارشادات کی بطیب خاطر تعمیل کرتے تھے، افلح نامی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا غلام تھا، انھوں نے اس کو مکاتب بنا کر آزاد کرنا چاہا تو تمام لوگوں نے اس کو مبارکباد دی، لیکن بعد میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے معاہدۂ کتابت کو فسخ کرنا چاہا، اور اس کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمھیں مثل سابق کے غلامی کی حالت میں رہنا ہوگا، افلح کے اہل و عیال نے کہا کہ تم پھر غلام بننا پسند کرو گے؟ حالانکہ خدا نے تم کو آزاد کر دیا تھا، لیکن اس نے کہا کہ "میں ان کی کسی بات کا انکار نہیں کر سکتا، چنانچہ خود اس معاہدہ کو فسخ کر دیا، اس کے چند دنوں کے بعد حضرت ابو ایوبؓ نے اس کو آزاد کر دیا، اور کہا کہ "جو مال تمھارے پاس ہے وہ کل تمھارا ہے"[3]

باہمی محبت | صحابۂ کرام باہم نہایت الفت و محبت رکھتے تھے، اس لیے جب کسی صحابی کو کسی قسم کا دکھ درد پہنچتا تھا، تو دوسرے صحابہ کے دل بھر آتے تھے، حضرت عمرؓ کو جب ابن لؤلؤ نے زخمی کیا تو تمام صحابہ کو اس قدر رنج ہوا کہ گویا ان پر کبھی ایسی مصیبت نہیں آئی تھی حضرت عائشہؓ الگ رو رہی تھیں[4] حضرت صہیبؓ پاس آئے اور وا اخیاہ، وا اخیاہ کہہ کر رونے لگے،[5]

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ افلح [4] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان [5] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت

حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو تمام صحابہ نے اُن کے تابوت کو گھیر لیا، اور دعائیں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے پاس پہنچکر کہا "خدا تم پر رحم کرے مجھے توقع ہو کہ خدا تم کو تمھارے دونوں رفقا، (حضرت ابوبکرؓ و رسول اللہ) کی معیت عطا کریگا، کیونکہ رسول اللہ صلعم اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے"، "میں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یہ کام کیا تھا"۔[۱]

صحابۂ کرام حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوے تو سب کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا، لیکن رنج و غم کی وجہ سے کسی نے کھانے کو ہاتھ لگانا پسند نہیں کیا، بالآخر حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے سب نے کھانا کھایا۔[۲]

ایک بار صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کے ساتھ شہدا کے مزار کی زیارت کو نکلے، پہاڑ پر چڑھے تو قبریں نظر آئیں، محبت کے جوش میں بولے "یا رسول اللہ! یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں" فرمایا "ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں"۔[۳]

ایک بار واقد بن عمروؓ بن سعد بن معاذ حضرت انس بنؓ مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے نام پوچھا، اور سلسلۂ نسب میں حضرت سعد بنؓ معاذ کا نام آیا، تو فرمایا "تمھاری صورت سعد سے مشابہ ہے، وہ سب میں بڑے اور لمبے تھے"، یہ کہکر رو پڑے۔[۴]

ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سامنے کھانا آیا، اُن کو ابتدائے اسلام کا افلاس یاد آگیا، بولے "مصعب بنؓ عمیر مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا، حمزہؓ یا کوئی اور صحابی جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے، اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن نہ ملا، شاید دنیا ہی میں ہم کو ہمارے طیبات مل گئے"، یہ کہکر رو دئے

[۱] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیقؓ [۲] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [۳] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عباسؓ [۴] ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور [۵] نسائی کتاب الزینۃ باب لبس الدیباج المنسوج بالذہب و ترمذی کتاب اللباس باب لبس الحریر فی الحرب

لگے، اور کھانا چھوڑ دیا،

باہمی اعانت

صحابۂ کرام مصیبت مین آفت مین کشمکش مین ایک دوسرے کی اعانت فرماتے تھے، جنگ کی حالت مین ہر شخص کو اپنی ہی جان کی فکر رہتی ہی لیکن صحابۂ کرام اس موقع پر بھی دوسرون کی اعانت کے لیے اپنی جان تک کو خطرہ مین ڈال دیتے تھے حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہی کہ مین نے حنین مین دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان پر غالب آنا چاہتا ہی، مین پیچھے سے آیا، اور اس کی پشت کی جانب سے گردن پر ایک تلوار ماری وہ میری طرف بڑھا، اور مجھ کو اس طرح دبوچ لیا کہ مجھے موت کی خوشبو آنے لگی، اور پھر مر ہی کے چھوڑا۔[۱]

قبیلۂ اشعری کے لوگ مدینہ مین ہجرت کرکے آگئے تھے، ان لوگون مین باہم اس قدر تعاضد و تعاون تھا کہ جب غزوات مین ان کا زادراہ ختم ہو جاتا تھا، یا خود مدینہ مین مبتلاے فقر و فاقہ ہو جاتے تھے تو ہر شخص کے گھر مین جو کچھ ہوتا تھا، وہ لاکر سب کے سامنے رکھ دیتا تھا، اور یہ سب لوگ اس کو برابر برابر تقسیم کر لیتے تھے۔[۲]

ہمسایہ عورتین اپنی پڑوسنون کو ہر قسم کی مدد دیتی تھین، حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہین آتی تھی، لیکن اُن کی پڑوسنین اُن کی روٹی پکا دیا کرتی تھین۔[۳]

ایک دن کچھ مفلوک الحال لوگ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "خدا کی قسم نہ ہم کو نفقہ ملتا نہ سواری ملتی نہ اسباب ملتا،" بولے "اگر چاہو تو خدا جو توفیق دے ہم دین، ورنہ بادشاہ کے دربار مین تمھاری سفارش کردین، اور اگر جی مین آئے تو صبر کرو، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فقراء و مہاجرین امراء سے چالیس سال پیشتر جنت مین داخل ہونگے،" اُن لوگون نے کہا "ہم صبر کرتے ہین، اور کچھ نہین مانگتے"۔[۴]

---

[۱] ... کتاب الجہاد باب الکفو من جمیع الطال منع فتح الباری ج ۵ ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل [۲] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین [۳] مسلم کتاب السلام باب اباحۃ ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق [۴] مسلم کتاب الزہد

حضرت زبیرؓ نے لاکھون روپیے قرض چھوڑ کر انتقال فرمایا تھا، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اسکو ادا کرنا چاہتے تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوگئی، تو انھون نے کہا "یہ قرض کیونکر ادا کرو گے؟ اگر مجبور ہو جانا تو مجھسے اعانت کی درخواست کرنا، مین اعانت کرونگا" یہ صرف زبانی دعوی نہ تھا، بلکہ انھون نے چار لاکھ سے ان کی اعانت بھی کرنا چاہی[۱] لیکن انھون نے قبول نہین کیا،

جب عورتون کو شکایت پیدا ہوتی تھی، تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنا درد دکھ کہتی تھین، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین نہایت پر زور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھین، ایک بار ان کی خدمت مین ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی، اور جسم کھولکر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہین، رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مسلمان عورتین جو مصیبت برداشت کر رہی ہین، ہم نے ویسی مصیبت نہین دیکھی، دیکھیے اس کا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہوگیا ہے، بخاری کی روایت مین ہے،

والنساء ینصر بعضھن بعضا،[۲]	عورتون کی یہ فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہین،

ایک شخص کی بی بی بیمار تھین، وہ حضرت ام الدرداؓ کے پاس آئے، انھون نے حال پوچھا تو انھون نے کہا بیمار ہے،، انھون نے ان کو بٹھلا کر کھانا کھلایا، اور جب تک انکی بی بی بیمار رہین حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہین،[۳]

حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت مفلس صحابی تھے، انھون نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاً و میتاً مع فتح الباری، [۲] بخاری کتاب اللباس باب الثیاب الخضر [۳] ادب المفرد باب جفیہ ۷۷،

شادی کرنا چاہی لیکن خود ان کے پاس مہر اور دعوتِ ولیمہ کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے ان کے قبیلہ کے لوگوں نے اعانت کی اور تمام سامان ہوگیا،[1]

ایک کے رنج و مسرت میں دوسرے کی شرکت | تالیف و اتحاد نے صحابہ کرام کو ایک جان دو قالب بنا دیا تھا، اس لیے وہ ایک کے رنج کو اپنا رنج اور ایک کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے تھے، اور اس میں شریک ہوتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ارقمؓ نے ایک واقعہ بیان کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُس کی تصدیق نہیں فرمائی، اس لیے اُن کو سخت صدمہ ہوا، اس کے بعد قرآن مجید نے ان کی تصدیق کی، جس پر ان کو نہایت مسرت ہوئی، اس لیے حضرت ابو بکرؓ ان سے ملے تو ان کو مبارک باد دی،[2] غزوۂ تبوک کی عدم شرکت کے جرم میں جب حضرت کعب بن مالکؓ حضرت ہلال بن امیہؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ کی توبہ مقبول ہوئی اور رسول اللہ صلعم کی ناراضی کا خاتمہ ہوا، تو اس بارے میں جو آیت نازل ہوئی حضرت ام سلمہؓ نے رات ہی کو حضرت کعب بن مالکؓ کو اسکی اطلاع دینی چاہی، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ ٹوٹ پڑیں گے، اور سونا دشوار ہو جائے گا"[3] اس لیے آپ نے نماز فجر کے بعد اس کا اعلان کیا، اس وقت حضرت کعب بن مالکؓ کوٹھے کی چھت پر سخت پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے، دفعۃً آواز آئی کہ "مژدہ باد" دیکھا کہ لوگ جوق کے جوق مبارک باد دینے کے لیے چلے آرہے ہیں، ایک صحابی گھوڑا اڑاتے ہوئے آئے، ایک اور صحابی دوڑتے ہوئے پہنچے، اور پہاڑ پر چڑھ کر بشارت دی لوگ گروہ در گروہ آتے تھے اور کہتے تھے کہ "کعب توبہ مبارک" مسجد نبوی میں توبہ کا اعلان ہوا تھا، اور وہ داخل مسجد ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا، اور مبارک باد دی،[4]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸ [2] ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المنافقین [3] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ توبہ باب و علی الثلثۃ الذین خلفوا الخ [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک۔

حضرت عائشہ پر جب اتہام لگایا گیا، اور وہ اس رنج و غم میں رات دن مصروف گریہ و بکار رہنے لگیں، تو ایک صحابیہ آئیں اور ان کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رو پڑیں[۱]،

حسنِ رفاقت اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی شان میں فرمایا ہے:-

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا، — یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں،

صحابۂ کرام بھی اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے تھے، اس لیے انھوں نے عملاً دنیا ہی میں اپنے اوپر اس آیت کو منطبق کر لیا تھا،

حضرت رافع بن عمروؓ نے ایک غزوہ میں رفیق صالح کی تلاش کی، حسن اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ کا شرفِ رفاقت حاصل ہوگیا، ان کا بیان ہے کہ وہ مجھے اپنے بستر پر سلاتے تھے، اپنی چادر اڑھاتے تھے، میں نے کہا کہ "مجھے کوئی ایسی بات سکھائیے جو مجھے فائدہ دے"، بولے "خدا کو پوجو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، اگر مال ہو تو صدقہ دو، دارالکفر سے ہجرت کرو، اور دو شخصوں کے بھی حاکم نہ بنو[۲]،"

بزرگوں کا ادب حدیث شریف میں آیا ہے:-

من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا، — جو لوگ ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بزرگوں کا ادب نہیں کرتے وہ ہم میں سے نہیں ہیں

اس لیے صحابۂ کرام بزرگوں کا نہایت ادب کرتے تھے، ایک بار مجلس نبوی میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس درخت کا نام بتاؤ

---

[۱] بخاری کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضہن بعضا، [۲] اصابہ تذکرہ رافع بن عمرو بن جابرؓ،

جو مسلمانوں سے مشابہ ہے، ہر سال پھلتا ہے، اور کبھی اس پر خزاں نہیں آتی"، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن ان دونوں بزرگوں کے ادب سے نہ بول سکے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ "تم نے کیوں نہیں بتایا اگر تم بتا دیتے تو یہ مجھ کو فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتا" بولے "جب آپ اور حضرت ابوبکرؓ نہیں بولے تو میں نے بولنا پسند نہیں کیا"۔[1] ایک دن وہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ چلے، کسی طرف سے حضرت ابوبکرؓ بھی آگئے، وہ داہنی طرف سے ہٹ کر آپ کے بائیں جانب آگئے، تھوڑی ہی دیر میں حضرت عمرؓ نے بھی شرف رفاقت حاصل کیا اب وہ بالکل کنارے ہوگئے۔[2]

ایک بار حضرت عبداللہؓ بن قیس بن مخرمہ[3] مسجد قبا میں نماز پڑھ کر خچر پر سوار ہو کر نکلے، راہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ مل گئے، انہوں نے دیکھا تو فوراً اتر پڑے اور کہا کہ "چچا جان اس پر سوار ہو جائیے"۔[4]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے خاص تربیت یافتہ تھے، وہ ایک سال سے ان سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہیں پڑتی تھی، ایک موقع پر وہ مسئلہ پوچھا تو کہا "خدا کی قسم! سال بھر سے پوچھنا چاہتا تھا، مگر آپ کے خوف سے ہمت نہیں پڑتی تھی"، یہ حسن ادب تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے بھی شفقت آمیز جواب دیا کہ "ایسا نہ کرو، اگر تمہارا خیال ہو کہ میرے پاس کسی چیز کا علم ہے تو پوچھ لیا کرو، اگر میں جانتا ہوں گا تو ضرور بتا دوں گا"۔[5]

دوستوں کی ملاقات

ملاقات ازدیاد محبت کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے صحابہ میں باہم محبت تھی، اور وہ اس محبت کو ترقی دینا چاہتے تھے، اس لیے دوستوں سے اکثر ملاقات کرتے تھے،

---

[1] بخاری کتاب الادب باب اکرام الکبیر [2] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱ [3] ان صحابی کا ہونا مختلف فیہ ہے۔ [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ [5] مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرہن وقولہ تعالیٰ وان تظاہرا علیہ۔

حضرت ام الدرداؓ شام میں رہتی تھیں، لیکن ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ پاپیادہ مدائن سے اُن کے ملنے کو آئے،[۱]

ایک دن بہت سے صحابہ حضرت جابرؓ سے ملنے آئے، انھوں نے روٹی اور سرکہ سامنے رکھدیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہی، وہ شخص ہلاک ہوجائیگا جس کے پاس اُس کے احباب آئیں اور وہ اس چیز کو حقیر سمجھ کر اُن کے سامنے پیش نہ کرے جو اُس کے گھر میں موجود ہو، اور وہ احباب بھی ہلاک ہوجائیں گے جو اس کو حقیر خیال کریں،[۲]

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست (غالباً صحابی ہوں گے) سے ملنے آئے، وہ گھر میں موجود نہ تھے، آئے تو اُن کو گھر کے باہر دیکھ کر بولے "آپ کیا پردہ تھا گھر میں آکر بیٹھے ہوتے کھایا پیا ہوتا"[۳]

ہدیہ دینا | حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہدیہ ازدیاد محبت کا ذریعہ ہی، اس لیے صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اکثر ہدیہ بھیجا کرتے تھے حضرت نسیبہؓ انصاریہ اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں، ایک بار اُن کے پاس صدقہ کی ایک بکری آئی، تو انھوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس ہدیۃً بھیجا،[۴] حضرت بریرہؓ کے پاس بھی جو کچھ صدقہ میں آتا تھا وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً دیا کرتی تھیں،[۵]

عیادت | صحابہ کرام مریضوں کی عیادت کو اپنا فرض خیال کرتے تھے، ایک بار حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار ہوئے، تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم میں کون انکی عیادت کرتا ہے؟"

---

[۱] ادب المفرد باب الزیارۃ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۰۵، [۳] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۸ [۴] بخاری کتاب الزکوۃ باب اذا تحولت الصدقۃ [۵] مسلم کتاب الزکوۃ باب باحۃ الہدیۃ للنبی ولبنی ہاشم وبنی عبد المطلب وان کان المہدی ملکہا بطریق الصدقۃ

باوجودیکہ غربت و افلاس سے صحابۂ کرام کے پاؤں میں جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کپڑا نہ تھا، لیکن بااینہمہ دس پندرہ بزرگ پتھریلی زمین میں ننگے پاؤں اور کھلے سر گئے اور ان کی عیادت کی[1]،

ایک دن رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم میں آج کون روزے سے ہے؟ تم میں آج کس نے جنازے کی مشایعت کی ہے؟ تم میں آج کس نے مسکین کو کھلایا ہے؟ تم میں آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ہر سوال کے جواب میں ہاں نکلی تو آپ نے فرمایا "جس شخص میں یہ تمام چیزیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا[2]"،

ایک بار ایک صحابی بیمار تھے حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور اُن کی عیادت کی[3]،

ایک بار حضرت شداد بنؓ اوس شام کے وقت کہیں جا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے "میں ایک مریض بھائی کی عیادت کو جاتا ہوں[4]"،

تیمارداری صحابۂ کرام نہایت دلسوزی سے مریضوں کی تیمارداری کرتے تھے، مہاجرین کے قیام کے متعلق جب قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا تو حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ حضرت ام العلاءؓ کے حصے میں آئے، وہ بیمار ہوئے تو اُن کے تمام خاندان نے نہایت دلسوزی سے تیمارداری کی، ان کا انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاءؓ نے محبت کے لہجے میں کہا "تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری عزت کی[5]"

حضرت زینبؓ مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے

---

[1] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضیٰ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب من جمع الصدقہ و اعمال البر مسند جلد ۱ صفحہ ۱۸ میں یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے [3] ادب المفرد باب عیادۃ النساء الرجل المریض [4] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۳، [5] بخاری کتاب الشہادات باب القرعہ فی المشکلات؛

پوچھا گیا کہ کون اُن کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیویوں نے کہا "ہم"۔ ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ ان کو کون غسل و کفن دیگا؟ تمام بیویوں نے کہا "ہم"[1]

عزاداری | صحابۂ کرام، رنج و غم میں ایک دوسرے کے شریک تھے اس لیے عزاداری کو اپنا فرض بنا لیا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم ایک صحابی کو دفن کرکے آرہے تھے، راہ میں دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جا رہی ہیں، پوچھا "گھر سے کیوں نکلیں؟" بولیں "اسی گھر میں عزاداری کے لیے گئی تھی"[2]

حضرت انس بن مالکؓ کی متعدد اولاد غزوہ حرہ میں شہید ہوئی، تو حضرت زید بن ارقمؓ نے خط کے ذریعہ سے رسم تعزیت ادا کی،[3]

عرب میں ایک طرح کی عزاداری یہ تھا کہ عورتیں برادری میں جاکر مردوں پر نوحہ کرتی تھیں، یہ جاہلیت کی رسم تھی، لیکن اسلام نے اس کو مٹا دیا، چنانچہ جب عورتیں اسلام لاتی تھیں تو ان سے اس کا بھی معاہدہ لیا جاتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولیں "فلاں فلاں خاندان نے زمانۂ جاہلیت میں ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے، مجھے اس کا معاوضہ کرنا ضروری ہے"، چنانچہ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی،[4]

سلام کرنا | "السلام علیکم"، اگرچہ نہایت مختصر اور سادہ فقرہ ہے، لیکن جلب محبت کے لیے عمل تسخیر کا حکم رکھتا ہے، اسی بنا پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت تاکید فرمائی ہے،

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن	جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے
منھا،	بہتر طریقہ سے اس کا جواب دو،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینب بنت جحشؓ۔ [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی التعزیہ [3] ترمذی کتاب الفضائل فضل الانصار و قریش [4] مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تدخلوا	مسلمانو! اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے
بیوتاً غیر بیوتکم حتی	گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو جب
تستانسوا وتسلموا علیٰ	تم اُن سے مانوس نہ ہو جاؤ، اور اُن کو
اہلہا،	سلام نہ کرلو،

اور اسی بنا پر رسول اللہ صلعم جب اول اول مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو سب سے پہلے یہ تعلیم دی'

یا ایہا الناس افشوا السلام	لوگو! باہم سلام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور
واطعموا الطعام تدخلوا	جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو تاکہ
الجنۃ بسلام[1]	اس کے بدلہ مین جنت مین اطمینان سے
	داخل ہو جاؤ،

اس لیے صحابۂ کرام ہر کہ ومہ کو سلام کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار جا رہے تھے، جو لوگ راہ مین ملتے، اور وہ اُن کو سلام کرتے تو صرف "السلام علیکم" کہتے، لیکن وہ جواب مین السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے' اب وہ بھی اسی کا اعادہ کرتے' وہ لوگ اور اضافہ کے ساتھ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے، بالآخر فرمایا کہ "یہ لوگ ہم سے بہت بڑھ کے رہے"[2]

حضرت انسؓ بن مالک بصرہ مین نکلتے تو راستے مین ہر شخص کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے[3]،

حضرت عبداللہؓ بن عمر کا معمول تھا کہ بازار مین جاتے' اور ہر دوکان دار، ہر مسکین

[1] ترمذی صفحہ ۴۰۹ [2] ادب المفرد باب فضل السلام [3] باب من سلم اشارۃً،

اور ہر مسافر، غرض ہر شخص کو سلام کرتے، ایک شخص نے پوچھا کہ "بازار میں آپ نہ بھاؤ تاؤ کرتے، نہ سودا سلف خریدتے، نہ کہیں بیٹھتے، پھر کس کام سے آتے ہیں"؟ بولے "صرف سلام کرنے کے لیے"[1]، جب وہ سلام کا جواب دیتے تو سلام کرنے والے کے جواب میں بعض فقرے کا اضافہ کردیتے، ایک بار ایک شخص نے بار بار ان ہی کے اضافہ کے ساتھ سلام کیا تو اخیر میں اُنھوں نے جو جواب دیا وہ بہت طویل تھا یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلوٰتہ[2]

اگر صحابہ کے درمیان ایک درخت بھی حائل ہوجاتا تو اس کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب دوبارہ سامنا ہوتا تو باہم سلام کرتے[3]۔

مصافحہ | سب سے پہلے اہل یمن جو نہایت محبت کیش، رقیق القلب اور مخلص لوگ تھے، مصافحہ کا تحفہ دربار رسالت میں لیکر حاضر ہوئے[4] اور صحابہ کرام نے اس پر اس شدت سے عمل کیا کہ حضرت انس بن مالک صرف دوستوں سے مصافحہ کرنے کے لیے روزانہ ہاتھوں میں خوشبودار تیل ملا کرتے تھے[5]۔

معاوضۂ احسان | قرآن مجید میں ہے:۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان — احسان کا بدلہ صرف احسان ہے،

صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر تھی، ایک غزوہ میں صحابہ کرام سخت تشنہ لب ہوکر پانی کی جستجو میں نکلے تو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی تھا صحابہ کرام اس کو استعمال میں لائے، اور رسول اللہ صلعم نے اس کو معاوضہ دلوادیا، لیکن باوجود معاوضہ دینے کے صحابہ کرام نے ہمیشہ اس کے اس احسان کو یاد رکھا، چنانچہ جب اس کے گاؤں کے

[1] ادب المفرد باب من خرج یسلم ویسلم علیہ [2] ادب المفرد باب [3] ایضاً باب حق من سلم اذا قام [4] ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحۃ [5] ادب المفرد باب من مسح یدہ بالمصافحہ

پاس حملہ کرتے تھے تو اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے[۱]،

سپاس گزاری | حدیث شریف مین آیا ہی:-

من لم یشکر الناس — جو لوگ انسانون کا شکریہ نہین ادا کرتے

لم یشکر اللہ، — وہ خدا کے بھی شکر گذار نہین ہوتے،

اس بنا پر صحابہ کرام اپنے محسنون کے نہایت سپاس گذار رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ہجرت کرنے سے پہلے بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ گئے، آپ تشریف لائے تو انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! ہم نے انصار سے زیادہ فیاض اور غمگسار قوم نہین دیکھی، انھون نے ہمارا بار اٹھا لیا ہم کو اپنا شریک بنا لیا، ایسا نہو کہ کل ثواب وہی لوٹ لین" ارشاد ہوا کہ "جب تک اُن کے لیے خدا سے دعا کرتے رہو گے، ان کی تعریف مین تر زبان رہو گے ایسا نہ ہو گا[۲]"

حسن ظن | صحابۂ کرام ایک دوسرے کی نسبت ہمیشہ نیک گمان رکھتے تھے، ایک دفعہ کوفہ والون نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقہ سے نہین پڑھاتے، انھون نے ان سے دریافت کیا تو بولے "مین بالکل رسول اللہ صلعم کا اتباع کرتا ہون" انھون نے کہا "تمھاری نسبت یہی گمان تھا[۳]"

ایک شخص جس کے ہاتھ پاؤن چوری کے جرم مین کاٹ ڈالے گئے تھے حضرت ابوبکرؓ کا مہمان ہوا، انھون نے دیکھا کہ وہ رات کو اُٹھ کے نماز پڑھتا ہی تو بولے کہ "تمھاری رات تو چورون کی سی نہین معلوم ہوتی، تمھارے ہاتھ پاؤن کس نے کاٹے" اس نے کہا "یعلی بن منیہ نے یہ ظلم کیا ہے" فرمایا "مین اس کی نسبت اُن کو لکھون گا" اس کے

[۱] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ عن الماء [۲] ترمذی ابواب الزہد [۳] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الاخرین ۔

چند ہی دنوں بعد حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ایک زیور غائب ہوگیا، اسکی تحقیقات کی گئی تو ایک سونار کے پاس ملا، وہ حاضر کیا گیا تو اس نے کہا کہ "اسی دست و پا بریدہ شخص نے مجھ کو یہ زیور دیا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا "یہ چوری کوئی بڑی چیز نہین البتہ اس نے مجھ کو اپنے مذہبی تقدس کی بناپر جو فریب دیا، وہ بہت بڑا جرم ہے، اس کے پاؤں کاٹ ڈالو"[1]

واقعۂ افک، کو منافقین نے اگرچہ بیحد شہرت دی، تاہم صحابۂ کرام کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو حسن ظن تھا، اس کی بناپر متعدد صحابہ نے صاف صاف کہدیا کہ

سبحانک مایکون لنا ان	سبحان اللہ! ہمارے لیے اس کا ذکر
نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم[2]	جائز نہین، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے،

بخاری مین ہے کہ اس جملہ کو ایک انصاری نے کہا تھا لیکن فتح الباری مین اور صحابہ کے نام بھی گنائے ہین،

مصالحت و صفائی بہ مقتضائے فطرتِ انسانی اگر صحابۂ کرام مین باہم شکر رنجی ہو جاتی تھی تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ باہم صفائی کر لیتے تھے، اور چند روزہ ناگواری پر ان کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ جب اس ناگوار حالت کا تذکرہ یا اس کا خیال آتا تھا تو آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے، ایک معاملہ مین حضرت عائشہؓ حضرت عبد اللہؓ ابن زبیرؓ سے اسقدر ناراض ہو گئین کہ بول چال تک کی قسم کھائی، لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھین کہ ڈوپٹہ تر ہو جاتا تھا،[3]

ابتدا مین اگرچہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہین کی لیکن بعد کو انھون نے خود حضرت ابوبکرؓ کو اس غرض سے بلایا اور کہا کہ "اے ابوبکر ہم کو تمھاری فضیلت کا اعتراف

---

[1] دار قطنی کتاب الحدود صفحہ ۳۶۵ [2] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول اللہ وامرھم شوریٰ بینھم [3] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ،

ہے، اور اگر خدا نے تم پر یہ احسان (خلافت) کر دیا تو ہم کو اس پر رشک نہیں"، ان کی
اس مخلصانہ تقریر کا حضرت ابوبکرؓ پر یہ اثر ہوا کہ آبدیدہ ہو گئے، اور فرمایا کہ "اس ذات کی قسم
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلعم کی قرابت مجھ کو اپنی قرابت سے زیادہ عزیز
ہے، ہمارے اور تمھارے درمیان جن معاملات میں اختلاف ہو گیا تھا، ان میں حق سے
سر مو تجاوز نہ کروں گا، رسول اللہ صلعم نے جو کچھ کیا ہے، اسی کے مطابق عمل کروں گا"
باہمی صفائی کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لیے سہ پہر کا وقت مقرر فرمایا، ظہر کی نماز
ہو چکی، تو حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر ان کے تمام عذرات جو عدم بیعت کا سبب
تھے بیان کیے، اس کے بعد حضرت علیؓ نے تقریر کی جس میں حضرت ابوبکرؓ کے تمام فضائل و حق
خلافت کا اعتراف کیا، اور کہا کہ "میں نے جو کچھ کیا وہ اس بنا پر نہ تھا کہ مجھ کو حضرت ابوبکرؓ
کے ساتھ رشک و حسد تھا، یا میں ان کے فضائل کا منکر تھا، لیکن ہم اپنے آپ کو خلافت
کا مستحق سمجھتے تھے، اس لیے ہم کو اس پر رنج ہوا"، اس اعلان سے تمام مسلمان خوشی کے
مارے کھل گئے، اور حضرت علیؓ سے جو عام ناراضی پیدا ہو گئی تھی وہ یک لخت زائل ہو گئی۔[1]

معاصرین کی فضیلت کا اعتراف

رشک و حسد علماء کا مایۂ خمیر ہے، اس لیے وہ معاصرین کی
فضیلت کا بہت کم اعتراف کرتے ہیں، محدثین اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے لیکن
با ایں ہمہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک محدث کی جرح دوسرے معاصر محدث
پر قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ ان میں باہم رشک و حسد اور بغض و عناد ہوتا ہے، لیکن صحابۂ کرام
نہایت کشادہ دلی کے ساتھ معاصرین کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے، حضرت معاذ بن
جبل کا انتقال ہونے لگا تو لوگوں نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے، بولے "چار آدمیوں سے

---

[1] مسلم کتاب الجہاد و قول النبی صلعم لا نورث ما ترکنا فہو صدقۃ۔

علم حاصل کرو، عویمر ابی الدرداء، سلمان فارسیؓ عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن سلامؓ[1]"

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کے پاس کوفہ سے ایک بزرگ آئے اور کہا کہ "علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں" بولے "کیا تمھارے یہاں سعد بن مالکؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عمارؓ اور سلمانؓ نہیں ہیں؟ ساتھ ساتھ ان کی وجہ فضیلت بھی بیان کی[2]"

ایک دفعہ کوفہ میں ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک فتویٰ پوچھا انھوں نے جو جواب دیا، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اعتراض کیا، اگر اس زمانہ کے علماء ہوتے تو باہم لڑ بیٹھتے لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ اہل کوفہ جب تک یہ (عبداللہ بن مسعود) تم میں موجود ہے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھو[3]"

مساوات | صحابۂ کرام ہر گروہ سے مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور اُن کے ساتھ مساویانہ محبت رکھتے تھے، ایک بار حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑے پیالہ میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا، اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اس کے بعد فرمایا "خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار آتا ہے[4]"

ایک بار حضرت عمرؓ گھی میں چورا کر کے روٹی کھا رہے تھے، ایک بدو کو بلایا اور اپنے ساتھ شریک طعام کیا، وہ لقمہ اٹھاتا تھا تو پیالے کی تلچھٹ تک سمیٹ لیتا تھا، انھوں نے کہا "تم بہت ہی مفلس معلوم ہوتے ہو"، بولا "مدتوں سے نہ گھی دیکھا، نہ کوئی گھی کا کھانے والا نظر آیا، قحط کا زمانہ تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب تک بارش نہ ہوگی گھی نہ کھاؤں گا[5]"

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف میں نکلے، ساتھ ساتھ بہت سے

---

[1] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن سلامؓ [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ
[3] موطائے امام مالک کتاب الرضاع باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبر [4] ادب المفرد باب فی مجلس خادمہ اذا اکل [5] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الزہد و التواضع،

حباب تھے، دسترخوان بچھایا گیا، تو ایک چرواہا آنکلا، اُس نے سلام کیا تو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس کو شریک طعام کرنا چاہا، اس نے عذر کیا کہ میں روزے سے ہوں، بولے "ایسے گرم دن میں روزہ رکھتے ہو، اور پھر بکریاں چراتے ہو"[1]

زمانہ جاہلیت میں حضرت خبابؓ اور حضرت بلالؓ دونوں غلام رہ چکے تھے، لیکن ایکبار حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انھوں نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا اور کہا کہ "ایک شخص کے سوا کوئی ان سے زیادہ اس جگہ کا مستحق نہیں" انھوں نے پوچھا وہ کون یا امیرالمومنین، فرمایا، "بلالؓ"[2]

ایک دن سرداران قریش میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور حضرت حارث بن ہشامؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، استیذان کے بعد انھوں نے سب سے پہلے اہل بدر کو جن میں حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بھی تھے، شرف باریابی بخشا، حضرت ابوسفیانؓ کے دماغ میں اب تک زمانہ جاہلیت کا غرور باقی تھا، اس لیے انھوں نے سخت ناگواری کے ساتھ کہا کیا قیامت ہے کہ ان غلاموں کو تو اذن ملتا ہے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے منہ تکتے ہیں، حضرت سہیلؓ بن عمرو بھی ساتھ تھے، بولے "تمھارے چہروں سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لیکن تم کو خود اپنے اوپر غصہ کرنا چاہیے، اسلام نے سب کے ساتھ تم کو بھی بلایا، لیکن یہ لوگ آگے بڑھ گئے، اور تم پیچھے رہ گئے"، یہ لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے، اور حضرت صہیبؓ وغیرہ سابقین اسلام میں سے تھے، اسی کی طرف اشارہ تھا،[3]

اگر کوئی شخص ایسا طرز عمل اختیار کرتا جو اخلاقی حیثیت سے مساوات کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام اس کو سخت ناپسند فرماتے، ایک بار حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نکلے تو ایک شخص نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت خباب بن الارتؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ

کہا "السلام علیکم ایہا الامیر و رحمۃ اللہ" اس کے بعد تمام لوگوں کی طرف خطاب کر کے
کہا "السلام علیکم" بولے "صرف السلام علیکم کافی تھا، مین بھی توان ہی مین سے ہون"
حضرت رویفع ؓ اطرابلس کے گورنر تھے، ایک شخص نے آکر ان کو اس طرح سلام کیا،
"السلام علیک ایہا الامیر" انھون نے کہا "اگر تم ہمین سلام کرتے تو ہم سب تمھارا
جواب دیتے، تم نے گویا مسلمہ گورنر مصر کو سلام کیا، جاؤ وہی جواب بھی دینگے"

حضرت سہیل بن عمرو ؓ سرداران قریش مین سے تھے، اور زمانہ جاہلیت مین انصار
کو اپنے سے کم رتبہ سمجھتے تھے، لیکن وہ برابر حضرت معاذ بن جبل کے پاس قرآن مجید
کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتے تھے، ایک دن کسی نے کہا کہ "آپ اس خزرجی کے
پاس کیون جاتے ہین، اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے قرآن پاک کی تعلیم کیون نہین
حاصل کرتے" بولے کہ "اسی فخر و غرور نے تو ہم کو سب سے پیچھے رکھا"[۲]

فرق مراتب کا لحاظ صحابۂ کرام اگرچہ آزادی اور مساوات کے پیکر مجسم تھے،
تاہم انھون نے ان تمام امتیازات کو مٹا نہین دیا تھا، جن کو قرآن مجید نے ان
الفاظ مین قائم کیا ہے :-

وفضلنا بعضھم علی بعض — اور ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

اس لیے وہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے موافق برتاؤ کرتے تھے، ایک بار
حضرت عائشہ ؓ کی خدمت مین ایک فقیر آیا انھون نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیکر
ٹال دیا، پھر ایک خوش پوشاک آدمی آیا تو انھون نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا لوگون
نے اس تفریق کی وجہ پوچھی تو بولین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے :-

---

[۱] ادب المفرد باب التسلیم علی الامیر [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمرو ؓ،

انزلوا الناس علیٰ منازلھم[۱] ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھو،

ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اون صاف کروانے کی ضرورت ہوئی تو ایک مکتب میں اس کے پاس آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیجدو لیکن آزاد لڑکے کو نہ بھیجنا[۲] فتح الباری میں ہے کہ اس سے آزاد کا اعزاز مقصود تھا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک لونڈی نے آزاد عورتوں کی سی وضع اختیار کی تھی حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ان کو ناگوار ہوا حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے تمہارے بھائی کی لونڈی کو دیکھا کہ آزاد عورتوں کی وضع میں ادھر اُدھر پھر رہی ہے"[۳]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم [۲] بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبدا او صبیا [۳] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی المملوک وھبتہ،

حُسنِ معاملت

اداے قرض کا خیال حدیث شریف مین آیا ہے :-

خیارکم، احاسنکم، قضاءً — تم مین بہتر وہ لوگ ہین جو قرض ادا کرنے مین بہتر ہین،

(ترمذی کتاب البیوع)

یہ حدیث عملی حیثیت سے صرف صحابۂ کرام پر صادق آتی ہے حضرت زبیرؓ جب معرکۂ جمل مین شریک ہوے تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ "آج صرف ظالم یا مظلوم قتل ہون گے، میرا خیال ہے کہ مین بھی مظلومانہ شہید ہون گا، مجھ کو سب سے زیادہ اپنے قرض کی فکر ہے، ہماری جائداد فروخت کرکے سب سے پہلے قرض ادا کرنا، اور اگر تم مجبور ہو جانا تو ہمارے مولا (خدا) سے مدد چاہنا"[۱]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے نہایت دیانت کے ساتھ اس کی تعمیل کی، چنانچہ جب باپ کا کل قرض ادا کر چکے تو اُن کے بھائیون نے کہا "اب ہماری میراث تقسیم کر دو" لیکن انھون نے کہا کہ جب تک چار سال تک موسم حج مین یہ اعلان نہ کرلون گا کہ زبیرؓ پر جس کا قرض آتا ہو وہ ہم سے آکر لے لے، وراثت تقسیم نہ کرونگا، چنانچہ چار سال تک برابر یہ منادی کرتے رہے[۲]،

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن حرام غزوۂ اُحد کے لیے نکلے تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاً و میتاً مع النبی صلعم [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زبیرؓ

کو بلا کر کہا کہ "مین ضرور شہید ہون گا، مجھ پر جو قرض ہے اُس کو ادا کرنا، اور اپنے بہنون کے ساتھ سلوک[1] کرنا"، چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے چھ لڑکیان چھوڑی تھین، جنکی کفالت کا بار حضرت جابرؓ پر تھا لیکن جب فصل خرما تیار ہوئی تو اُنھون نے سب سے پہلے اپنے باپ کا قرض ادا کیا، اور اس دیانت کے ساتھ ادا کیا کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین اس پر راضی تھا کہ میرے باپ کی امانت ادا ہو جائے اور مین اپنی بہنون کے پاس ایک کھجور لیکر بھی نہ پلٹون[2]"

ایک بار حضرت ابوالملیح بنؓ عروہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "مین اپنے باپ عروہؓ کا قرض ادا کرسکتا ہون؟ آپ نے فرمایا "ہان" حضرت قارب بن اسودؓ نے کہا "تو اسود کا قرض بھی ادا کیجئے" آپ نے فرمایا "لیکن اسود نے شرک کی حالت مین انتقال کیا تھا، حضرت قاربؓ نے کہا" ان کا بیٹا یعنی مین تو مسلمان ہون، ان کے قرض کا بار مجھ پر ہے، اور مجھی[3] سے اس کا تقاضا کیا جائے۔

جب حضرت عمرؓ کو زخم لگا، اور ان کو زندگی سے مایوسی ہوئی تو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے، حساب لگایا گیا تو چھیاسی[4] ہزار نکلا، فرمایا کہ اگر آل عمرؓ کے مال سے ادا ہو جائے تو خیر ورنہ بنو عدی بن کعب سے درخواست اعانت کرنا، ان کی اعانت سے بھی کام نہ چلے تو قریش سے درخواست کرنا لیکن اُن کے علاوہ کسی[5] سے نہ مانگنا"

حضرت ابن حدردؓ پر ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے، اس نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین استغاثہ کیا، تو آپ نے تین بار فرمایا کہ "اس کا حق دیدو" انھون نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بنؓ حرام [2] بخاری ذکر غزوہ احد باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما الایہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قارب بن اسودؓ [4] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ،

کہا "میرے پاس کچھ نہیں" آپ خاموش ہو گئے تو خود اٹھے اور بازار گئے، سر سے اتار کر عمامہ کا تہ بند بنایا، اور اپنے تہ بند کو چار درہم پر فروخت کر کے اس کا قرض ادا کیا[۱]،

حضرت عائشہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ بولیں کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اپنے قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا اپنی جانب سے اس کا مددگار مقرر کر دیتا ہے، تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں[۲]"،

رسول اللہ صلعم جب قرض ادا فرماتے تھے، تو بہترین مال دیتے تھے، ایک بار آپ نے کسی سے اونٹ لیا تھا، صدقہ کے اونٹ آئے تو اس کو اس سے بہتر اونٹ دیا اور فرمایا :-

خیار الناس احسنھم قضاء[۳] بہترین لوگ وہ ہیں، جو قرض اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں،

صحابۂ کرام کا عمل بھی اسی حدیث پر تھا، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے چند درہم قرض لیے، قرض ادا کیا تو اس سے بہتر درہم دیئے۔ اس نے کہا "آپ کے درہم تو میرے درہم سے اچھے ہیں"۔ بولے "مجھے معلوم ہے، لیکن میں نے بخوشی دیئے ہیں[۴]"

ایک بار انھوں نے کسی سے دو ہزار درہم قرض لیے، ادا کیا تو دو سو درہم زیادہ دیئے، اس نے کہا کہ آپ کے "دو سو درہم زیادہ ہیں" بولے "وہ تمھارے ہیں[۵]"،

قرض داروں کو مہلت دینا

قرض داروں کو قرض ادا کرنے کے لیے مہلت دینا بڑے ثواب کا

[۱] اصابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۹ [۳] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی حسن القضاء [۴] موطائے امام محمد کتاب الصرف و ابواب الربوا، باب الرجل یکون علیہ الدین فیقضی افضل مما اخذہ [۵] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کا کام ہے، اور خود قرآن مجید نے اس کی ہدایت کی ہے :-

فنظرۃ الی میسرۃ — اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس قدر مہلت دو کہ وہ فراخ دست ہو جائے

لیکن اس کی توفیق ان ہی لوگوں کو ہوتی ہے، جن کے دلوں میں لطف و محبت اور رحم و شفقت کا مادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے قلوب کو ان جذبات سے معمور کر کے ان کو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائی تھی، ایک شخص پر حضرت ابو قتادہؓ کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آتے تھے تو غریب گھر میں چھپ جاتا تھا، حسن اتفاق سے ایک دن آئے اور اس کے بچے سے پوچھا کہ "وہ کہاں ہے؟" اس نے کہا گھر میں کھانا کھا رہے ہیں، بلا کر پوچھا "مجھ سے کیوں چھپتے تھے"، بولا سخت تنگدست ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے" حضرت قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دیتا ہے، یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا"[1]

حضرت ابو الیسرؓ پر حضرت سمرہؓ کا قرض تھا، وہ تقاضے کو آئے تو وہ چھپ گئے حضرت سمرہؓ تیزی کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت ابو الیسرؓ سمجھے کہ وہ نکل گئے، جھانک کر دیکھا تو ان سے آنکھیں چار ہو گئیں، بولے "کیا تم نے رسول اللہ صلعم سے نہیں سنا ہے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیگا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں لے گا" حضرت سمرہؓ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپ سے یہ سنا ہے"[2]

وضع دین | صحابۂ کرام نہایت فیاض، نرم خو اور رحمدل تھے، اس لئے قرض کو معاف فرما دیتے تھے،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ [2] اصابہ تذکرہ سمرہ بن ربیعہ۔

ایک بار حضرت کعب بن مالکؓ نے مسجدِ نبویؐ میں ایک صحابی پر قرض کا تقاضا کیا، شور و غل ہوا تو کاشانۂ نبوت میں آواز پہنچی، آپ نے پردہ اُٹھا کر فرمایا.. کعب آدھا قرض معاف کر دو بولے "معاف ہے"[1]

حضرت زبیرؓ پر حضرت عبداللہؓ بن جعفر کا چار لاکھ قرض تھا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ادا کرنا چاہا تو بولے کہ "اگر کہو تو معاف کردوں"[2]

حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا، اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ "اس میں کچھ کمی کر دیجیے"، انھوں نے کم کر دیا،[3]

ایک شخص پر حضرت ابوالیسرؓ کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آئے. تو اس نے لونڈی سے کہلوایا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں، انھوں نے آواز سُن لی اور کہا کہ "گھر سے نکلو میں نے تمھاری آواز سُن لی"، وہ گھر سے نکلا تو بولے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ "تنگدستی نے مجبور کیا"، بولے "واللہ! اللہ! جاؤ تمھارا قرض معاف ہے، میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا قرض معاف کر دیا وہ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہوگا"[4]

ایک شخص پر حضرت امام حسن علیہ السلام کا قرض آتا تھا، انھوں نے کل قرض اس پر ہبہ کر دیا،[5]

دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا | صحابۂ کرام اپنے قرض دار بھائیوں کو قرض کی مصیبت اور قرض خواہوں کے تشدد سے نجات دلایا کرتے تھے۔ ایک بار

---

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ طب فی الصلح [2] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتاً، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ نفداح بن سرجس [4] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت ابوالیسرؓ [5] بخاری کتاب الہبہ باب اذا وہب دینا علیٰ رجل،

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "فلان قبیلہ کا کوئی شخص ہے ؟" ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ ! مین ہون"، ارشاد ہوا کہ تمھارا بھائی قرض مین ماخوذ ہے، انھون نے اس کا کل قرض ادا کر دیا[1]،

ایک دفعہ ایک شخص کا جنازہ آیا، جس پر تین دینار قرض تھا، آپ نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمایا تو حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ مین اس کا قرض ادا کر دون گا"، اب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی[2]،

ایک صحابی نے باغ خریدا، کوئی آفت آئی، اور تمام پھل ضائع ہو گیا، اب قیمت کیونکر ادا کرتے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ قرض سے گرانبار ہو رہے ہین، تمام صحابہ کو حکم دیا کہ سب لوگ اعانت کرین، تمام صحابہ نے کچھ نہ کچھ اس مین حصہ لیا[3]،

وصیت کا پورا کرنا

وصیت چونکہ وراثت سے پوری کی جاتی ہے اس لیے اکثر ورثا اسکو پورا نہین کرتے کہ مالِ وراثت مین کمی نہ آنے پائے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانت کے ساتھ وصیت کو پورا کرتے تھے، عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد سو غلام آزاد کیے جائین، اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیے، انکے دوسرے بیٹے حضرت عمرو بن العاص نے اپنے حصہ کے بقیہ پچاس غلام آزاد کرنا چاہے تو رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا ؟ آپ نے فرمایا "اگر وہ مسلمان ہوتا، اور تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے، حج کرتے، تو اس کو ثواب ملتا[4]"،

عورتون کا مہر ادا کرنا

ہم نے عورتون کے تمام حقوق سلب کر لیے ہین، بالخصوص مہر تو بالکل

---

[1] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی التشدید فی الدین [2] بخاری کتاب الحوالۃ باب اذا احال دین المیت علی رجل جاز [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی وضع الجائحۃ [4] ابوداؤد کتاب الوصایا باب فی وصیۃ الحربی، یسلم ولیہ ایلزمہ ان ینفذہا،

نسیاً منسیاً ہوگیا ہے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانتداری کے ساتھ عورتوں کا مہر ادا کرتے تھے، اور اسی طرح ادا کرتے تھے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی شادی کردی، مہر متعین نہ تھا، اور اب تک عورت کو کچھ نہیں دیا تھا کہ موت کا پیغام آپہنچا، موت کے وقت وصیت کی کہ خیبر میں ہمارا جو حصہ ہے، وہ عورت کو مہر میں دے دیا جائے، عورت نے اسکو فروخت کیا تو ایک لاکھ درہم قیمت ملی۔[1]

بی بیون کے درمیان عدل کرنا متعدد بیویون کے درمیان عدل کرنا بڑا مشکل کام ہے، خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ،	اور تم لوگ متعدد عورتون کے درمیان عدل کرنے کی طاقت نہین رکھتے ۔

لیکن بعض صحابہ نے اس مشکل کو نہایت آسان کردیا تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بی بیان تھین، وہ ان دونون کے درمیان اس شدت کے ساتھ عدل کرتے تھے کہ جب ایک کی باری ہوتی تو اس دن نہ دوسری کے گھر کا پانی پیتے تھے، نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے تھے۔[2]

بیع وشراء مین سماحت صحابۂ کرام بیع وشراء مین نہایت انسانیت، مروت اور سماحت سے کام لیتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے ایک قطعۂ زمین خریدا لیکن قبضہ کرنے مین دیر لگائی، انھون نے وجہ پوچھی تو بولے "لوگ مجھ کو ملامت کر رہے ہین کہ ٹھگ گئے" بولے "اگر یہی بات ہے تو قیمت واپس کر لیجیے" اس کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا اس بندے کو جنت مین داخل کرے گا جو خرید و فروخت

---

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتی مات [2] نزہۃ الابرار فی الاسامی و مناقب الاخیار تذکرہ حضرت معاذ بن جبلؓ

اور داد و ستد میں نرم خو ہو۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک قمیص خرید کر واپس کرنا چاہی لیکن دیکھا تو اس میں خضاب کا رنگ لگ گیا تھا، اس لیے اس کو واپس نہیں کیا۔[2]

تقسیم وراثت میں دیانت

جو لوگ اپنی اولاد میں کسی کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں اس کو زیادہ حقوق عطا کرتے ہیں، صحابۂ کرام بھی اپنی بعض اولاد کو زیادہ محبوب رکھتے تھے لیکن یہ محبت ان کو مساوات فی الحقوق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو کچھ مال دیا تھا، لیکن اب تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا، اس لیے ہبہ نا مکمل تھا، جب انتقال کرنے لگے تو کہا کہ "اے بیٹی! مجھے اپنے بعد تمہارے تمول سے زیادہ کوئی چیز عزیز، اور تمہارے افلاس سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں، میں نے تم پر جو مال ہبہ کیا تھا، اگر تمہارا اس پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمہارا ہو جاتا، لیکن آج وہ مال وراثت میں داخل ہے، جس کے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہن ہیں، اس لیے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو۔" بولیں "اگر اس سے زیادہ مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتی۔"[3]

ظلم و غصب سے اجتناب

صحابۂ کرام دوسرے کے حق سے ایک ذرہ بھی لینا گوارا نہیں کرتے تھے، ایک بار ایک عورت نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ پر ایک گھر کے بارے میں دعوی کیا، بولے کہ "گھر اس کو دے دو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی بالشت بھر زمین بھی لے لیگا، قیامت کے دن خدا زمین کے ساتوں طبقوں کو اس کے گلے کا طوق بنائے گا، خدایا اگر وہ جھوٹی ہو تو اس کو اندھا کر دے، اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا۔" راوی کا بیان ہے کہ میں نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۸ مسند عثمان بن عفانؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،
[3] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل؛

اس کو دیکھا کہ اندھی ہوگئی، دیوار پکڑ کر چلتی تھی، اور کہتی تھی کہ مجھ پر سعید بن زیدؓ کی بددعا پڑگئی، ایک دن وہ اسی گھر میں کنواں تھا، اس میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بنا۔[1]

قسم کھانے سے اجتناب جو لوگ خائن یا خداع ہوتے ہیں، ان کو معاملات میں قسم کھانے سے کوئی اجتناب نہیں ہوتا، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا،

لا تطع کل حلاف مھین — بات بات پر قسم کھانے والے ذلیل شخص کی بات نہ مان،

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگ سچی قسم کھانے سے بھی احتراز کرتے ہیں، صحابۂ کرام بھی زہد و تورع کی بنا پر قسم کھانے سے اجتناب فرماتے تھے،

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر اس شرط کے ساتھ کہ اس میں کوئی عیب نہیں فروخت کیا، بعد کو مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس غلام میں ایک بیماری ہے، حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا، اور انھوں نے قسم لینا چاہی لیکن انھوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام کو واپس لے لیا، جب وہ اچھا ہو گیا، تو پھر سترہ سو درہم پر فروخت کیا، اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ اس بات کا معاوضہ تھا کہ انھوں نے باوجود سچے ہونے کے قسم کھانا ایک بڑی بات سمجھا۔[2]

مروان نے ایک مقدمہ میں حضرت زید بن ثابتؓ سے منبر مسجد نبویؐ پر قسم لینا چاہی، انھوں نے اس کے سامنے تو قسم کھائی لیکن منبر شریف پر قسم کھانے سے انکار کیا۔[3]

---

[1] مسلم کتاب البیوع باب تحریم الظلم و غصب الارض و غیرہا، بخاری کتاب الغصب مختصراً [2] موطائے امام مالک کتاب البیوع باب العیب فی الرقیق مع زرقانی [3] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب ما جاء فی الیمین علی المنبر،

طرزِ معاشرت

غربت و افلاس صحابۂ کرام نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کچھ مہر کے لیے بھی ہے" بولے "صرف یہ تہ بند ہے"، آپ نے فرمایا "اگر تم نے یہ تہ بند اس کو دیدیا تو پھر تمھاری پردہ پوشی کیونکر ہوگی؟ کچھ اور تلاش کرو"، واپس آئے تو کہا "کچھ نہیں ملا" فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہیں سے لاؤ" بولے وہ بھی نہیں ملتی" یہ سب کچھ تو نہ تھا لیکن روحانیت کا خزانہ ساتھ تھا، آپ نے قرآن مجید کی چند سورتوں پر نکاح پڑھا دیا[1]،

حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے تھے، لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ صدقہ وصول کرنے کی خدمت تفویض ہو جائے تو اس کے معاوضہ سے مہر وغیرہ کا سامان کریں، آپ نے یہ خدمت تو تفویض نہیں کی، لیکن شادی کا دوسرا سامان کر دیا[2]،

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نکاح ہوا تو ایک زرہ کے سوا مہر کے لیے کچھ نہ تھا، اس لیے اسی کو مہر میں دے دیا[3]،

ان کی دعوت ولیمہ کی داستان نہایت درد انگیز ہے، اُن کے پاس صرف دو

---

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی التزویج علی العمل یعمل [2] ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ [3] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الرجل یدخل بامرأتہ قبل ان ینقدہا،

اونٹنیاں تھیں، ایک بدر کے مال غنیمت کے حصہ میں ملی تھی، دوسری خمس میں سے رسول اللہ صلعم نے عطا فرمائی تھی، دعوت کا سامان کرنے کے لیے چاہا کہ ان اونٹنیوں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس جس کو سنار جلاتے ہیں) لاد کے لے آئیں، اور سناروں کے ہاتھ فروخت کر کے کچھ روپیہ پیدا کریں، وہ اسی سامان میں مصروف تھے کہ حضرت حمزہؓ شراب کے نشہ میں چور ہوے اور اونٹنیوں کو ذبح کر ڈالا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔[1]

حضرت سلمہ بن صخر کو ایک بار کفارہ دینے کی ضرورت پیش آئی، اس لیے رسول اللہ صلعم نے ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا، بولے کہ "میں تو صرف اپنی ذات کا مالک ہوں" اب آپ نے ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دینے کو کہا، بولے "رات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے، گھر میں ایک دانہ بھی نہیں"

اسی طرح اور ایک صحابی کو کفارے میں صدقہ دینا پڑا، لیکن ان کے پاس کچھ نہ تھا، خود رسول اللہ صلعم نے کھجوریں عطا فرمائیں کہ جاکر فقراء کو دیدو، بولے "کیا مجھ سے اور میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ کوئی فقیر ہے؟" آپ نے فرمایا "تو اس کو تمہیں لوگ کھا جاؤ"[2]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرور کونینؐ کے داماد تھے، لیکن فقروفاقہ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر میں آئے تو دیکھا حضرت حسین اور حضرت حسن علیہما السلام رو رہے ہیں، حضرت فاطمہؓ سے پوچھا یہ کیوں رو رہے ہیں؟ بولیں "بھوک سے بیتاب ہیں" گھر سے نکلے تو بازار میں ایک پڑا ہوا دینار پایا، اس کا آٹا اور گوشت خریدا لیکن محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ

[1] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس [2] ایضاً کتاب الطلاق باب فی الظہار،

اس حالت میں بھی رسول اللہ صلعم کو مدعو کیے ہوئے بغیر کھانا نہ کھایا۔[۱]

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقب میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے، ان کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر پڑتے تھے، بدو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہیں۔[۲]

حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا، بدن پر صرف ایک چادر تھی اسی کا کفن بنایا گیا، لیکن وہ اس قدر مختصر تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتا تھا، پاؤں چھپاتے تھے تو سر کچھ نہیں رہتا تھا، بالآخر آپ نے فرمایا کہ چادر سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دو[۳] لیکن اور شہدائے اُحد کو یہ بھی نصیب نہ تھا، اس لیے ایک چادر میں متعدد صحابہ دفن کیے گئے۔[۴]

لباس ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرام کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی، حضرت عتبہ بن غزوان کہتے ہیں کہ میں ساتواں مسلمان ہوں، اس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو تقسیم کر کے آدھی خود لی اور آدھی سعد کو دی، لیکن آج ہم ساتوں میں ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔[۵]

اکثر صحابہ کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہ بند اور کرتہ دونوں کا کام دے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا:

اولکلکم ثوبان[۶] — کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

[۱] ابوداؤد کتاب اللقطہ [۲] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی [۳] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد [۴] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل [۵] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبی [۶] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب جماع اثواب ما یصلی فیہ،

حضرت عمرو بن سلمہؓ نہایت صغیر السن صحابی تھے، جن کو حفظ قرآن کی بنا پر اُن کے قبیلہ کے لوگون نے اپنا امام بنایا تھا لیکن اُن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ جب سجدے مین جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا. ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ

واروا عنا عورة قارئکم — اپنے قاری کی ستر عورت کرو،

اس پر لوگون نے ان کو ایک قمیص خرید دی، قمیص کون سی بڑی چیز تھی؟ لیکن ان کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد پھر انھین کبھی ایسی مسرت حاصل نہین ہوئی،[۱]

مہاجرین کو کپڑے کی اس قدر تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقۂ درس مین شامل ہوتے تھے تو باہم مل جل کے بیٹھتے تھے. کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے[۲]،

ان بزرگون کے پاؤن مین جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کرتہ نہ تھا، چنانچہ ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوے تو تمام صحابہ اسی حالت مین ان کی عیادت کو گئے[۳]،

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب تک اسلام نہین لائے تھے نہایت ناز و نعم کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور نہایت عمدہ جوڑے پہنتے تھے[۴]، لیکن ہجرت کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ ایک روز جب رسول اللہ صلعم نے اُن کے بدن پر صرف ایک چادر دیکھی جسمین پوستین کے پیوند لگے ہوے تھے، تو آپ کو ان کی قدیم حالت یاد آگئی اور چشم عبرت سے آنسو نکل آئے[۵]،

---

[۱] ابو داود باب من احق بالامامة [۲] کتاب العلم باب فی القصص [۳] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادة المرضی، [۴] اصابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ [۵] ترمذی ابواب الزہد، اصابہ مین ہو کہ یہ روایت کسی قدر ضعیف ہو لیکن بخاری کی روایتون مین بھی ان کی غربت و افلاس کا پتہ چلتا ہو،

اس حالت میں بھی رسول اللہ صلعم کو دعوت کیے ہوئے بغیر کھانا نہ کھایا۔[۱]

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقب میں سب سے زیادہ نمایان فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے، ان کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر پڑتے تھے، بدو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہیں۔[۲]

حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا، بدن پر صرف ایک چادر تھی اسی کا کفن بنایا گیا، لیکن وہ اس قدر مختصر تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتا تھا، پاؤں چھپاتے تھے تو سر کچھ نہیں رہتا تھا، بالآخر آپ نے فرمایا کہ چادر سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دو۔[۳] لیکن اور شہدائے اُحد کو یہ بھی نصیب نہ تھا اس لیے ایک چادر میں متعدد صحابہ دفن کیے گئے۔[۴]

لباس ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرام کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی، حضرت عتبہ بن غزوان ہر کہ "میں ساتوان مسلمان ہوں، اس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو تقسیم کر کے آدھی خود لی اور آدھی سعد کو دی، لیکن آج ہم ساتوں میں ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔"[۵]

اکثر صحابہ کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہ بند اور کرتہ دونوں کا کام دے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا:-

اولکلکم ثوبان[۶] — کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

---

[۱] ابوداؤد کتاب اللقطہ [۲] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی [۳] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد [۴] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل [۵] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبی [۶] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب جماع اثواب ما یصلی فیہ،

حضرت عمرو بن سلمہ نہایت صغیر السن صحابی تھے، جن کو حفظ قرآن کی بنا پر اُن کے قبیلہ کے لوگون نے اپنا امام بنایا تھا لیکن اُن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ جب سجدے مین جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا۔ ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ

وادوا عنا عورۃ قارئکم — اپنے قاری کی ستر عورت کرو،

اس پر لوگون نے ان کو ایک قمیص خرید دی، قمیص کون سی بڑی چیز تھی؟ لیکن ان کو اس پر اس قدر مسرت ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد پھر انھین کبھی ایسی مسرت حاصل نہین ہوئی،[۱]

مہاجرین کو کپڑے کی اس قدر تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقۂ درس مین شامل ہوتے تھے تو باہم مل جل کے بیٹھتے تھے، کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے؛[۲]

ان بزرگون کے پاؤن مین جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کرتہ نہ تھا، چنانچہ ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوے تو تمام صحابہ اسی حالت مین ان کی عیادت کو گئے،[۳]

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب تک اسلام نہین لائے تھے نہایت ناز و نعم کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور نہایت عمدہ جوڑے پہنتے تھے،[۴] لیکن ہجرت کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ ایک روز جب رسول اللہ صلعم نے اُن کے بدن پر صرف ایک چادر دیکھی جسمین پوستین کے پیوند لگے ہوے تھے، تو آپ کو ان کی قدیم حالت یاد آگئی اور چشم عبرت سے آنسو نکل آئے،[۵]

---

[۱] ابوداؤد باب من احق بالامامۃ [۲] کتاب العلم باب فی القصص [۳] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضی، [۴] اصابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ [۵] ترمذی ابواب الزہد، اصابہ مین ہے کہ یہ روایت کسی قدر ضعیف ہے لیکن بخاری کی روایتون مین بھی ان کی غربت و افلاس کا پتہ چلتا ہے،

عورتون کو زیادہ سترپوشی کی ضرورت ہوتی ہی، لیکن حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسولؐ کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار اُنھون نے رسول اللہؐ صلعم کے سامنے ادب و حیا سے جسم کے ہر حصے کو چھپانا چاہا لیکن ناکامیابی ہوئی، سر ڈھکتی تھین تو پاؤن کھُل جاتا تھا، پاؤن ڈھکتی تھین تو سر کھُل جاتا تھا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "کوئی ہرج نہین، یہان تو صرف تمھارا باپ اور تمھارا غلام ہے[1]"

بعض عورتون کو چادر بھی میسر نہین تھی، رسول اللہؐ صلعم نے عورتون کو عیدگاہ مین جانے کی اجازت دی، تو ایک صحابیہ نے کہا کہ "اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے" ارشاد ہوا کہ "اُس کو دوسری عورت اپنی چادر اڑھا لے[2]"

شادی بیاہ مین دولہن کے لیے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہی، لیکن اس زمانہ مین دولہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہین ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہی کہ "میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی شادی بیاہ مین جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اسکو مستعار منگوا لیتی تھی[3]" حافظ ابن حجر فتح الباری مین اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت عایشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ ابتدا ے اسلام مین صحابہ کرام نہایت تنگدست تھے، اس لیے معمولی چیزون کو بھی بڑی چیز سمجھتے تھے۔

رومال نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے لیکن صحابۂ کرام کو وہ بھی میسر نہ تھا، کھانا کھاتے تھے تو تلوؤن سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے[4]۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اگرچہ مال و دولت کی کثرت ہوئی اور متمدن قومون سے

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین [3] بخاری کتاب الہبۃ باب الاستعارۃ للعروس عند البناء [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب مسح الید بعد الطعام

اختلاط ہوا، تاہم انھون نے اسلام کی اس پرعظمت سادگی کو قائم رکھا، فتوحاتِ ایران کے زمانے مین عام حکم دیا کہ لوگ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین اور حریر نہ پہنین لیکن بعد مین حالت اس قدر بدل گئی، اور وضع ولباس مین ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا کہ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کیے، تو ایک سے ناک صاف کرکے کہا کہ "واہ واہ ابوہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پوچھتے ہو، حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلعم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بیہوش ہوکر گرتے تھے، لوگ آتے تھے تو گردن پر پانون رکھکر کہتے تھے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہوگیا ہے، حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا" [۱]

یہان تک کہ حضرت عائشہؓ کی جو کرتی دولہن کے لیے عاریۃً جایا کرتی تھی، اسکی نسبت انھون نے ایک صحابی سے کہا، کہ "اب میری لونڈی بھی اسکو پہنتے ہوئے شرمائیگی" [۲]

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین اور بھی ترقی ہوئی، اور حضرت عمرؓ نے جن چیزون سے روکا تھا، ان کے گھر مین اس کے منظر آنے لگے، ایک بار حضرت مقدامؓ ان کے دربار مین حاضر ہوے، اور کہا کہ آپ جانتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے حریر اور سونے کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے؟ اور جانورون کی کھال سے روکا ہے؟ انھون نے کہا "ہان" بولے "لیکن مین یہ تمام چیزین آپ کے گھر مین دیکھتا ہون" [۳]

غذا | غربت و افلاس کی وجہ سے صحابۂ کرام نہایت سادہ اور معمولی غذا پر زندگی بسر کرتے تھے، ابتداے اسلام مین تو گویا صحابۂ کرام کو بالکل فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی، حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا بیان ہے کہ مین ساتوان مسلمان ہون، اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت

---

۱ ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۲ بخاری ۳ ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور

کے پتے کھا کھا کر گذر اوقات کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جبڑے پھٹ پھٹ گئے تھے[1]

اسلام نے قوت حاصل کی تو یہ تکلیفین اگرچہ کم ہوگئین تاہم پھر بھی عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، تمام اہل مدینہ کی عام غذا کھجور اور جو تھی، اور جو لوگ دولتمند ہوتے تھے، وہ شام کے غلہ فروشون سے خاص طور پر اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے، باقی تمام گھر جو اور کھجور پر زندگی بسر کرتا تھا[2] جو کا آٹا بھی چھنا ہوا نہین ہوتا تھا، بخاری کتاب الاطعمہ مین ہے کہ صحابہ کے گھرون مین چھلنی نہین ہوتی تھی، جو کا آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے تھے، بھوسی اُڑنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا، اس کو کھا لیتے تھے،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک یہ سادگی قائم رہی لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی، متمدن قومون سے اختلاط ہوا، اور صحابہ نے عیش و طرب کے سامان دیکھے، تو حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ دنیا کی تر و تازگی صحابہ کو اپنا فریفتہ نہ بنالے، اس لیے تمام عمال کو ہدایت کی کہ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین، حریر نہ پہنین، چھنا ہوا آٹا نہ کھائین، اس لیے ان کے عہد خلافت مین عموماً یہی سادگی قائم رہی، چنانچہ فتوحات ایران کے زمانے مین صحابہ کرام نے میدے کی چپاتیان دیکھین تو پہچان نہ سکے اور تعجب کے لہجے مین کہا، ماھذہ الرقاع البیض" یہ سفید ٹکڑے کیسے ہین[3] لیکن بعد کو یہ سادگی فنا ہوگئی اور لطیف غذاؤن کا رواج ہوگیا، چنانچہ ایک بار حضرت حسنؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت جعفرؓ ایک صحابیہ کے پاس جو رسول اللہ صلعم کا کھانا پکاتی تھین آئے۔ اور کہا کہ ہمارے لیے وہ کھانا پکاؤ، جو رسول اللہ صلعم کو پسند تھا، بولین "اب وہ تمھین پسند نہین آسکتا"[4]

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ [2] ترمذی تفسیر سورہ نساء [3] طبری صفحہ ۲۰۳۵ [4] شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی صفة ادام رسول اللہ صلعم،

اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے :۔

ای لسعۃ العیش وذہاب ضیقہ	یعنی اس لیے کہ اب عیش کے ذرائع
الذی کان اولا وقد اعتاد الناس	پیدا ہوگئے ہین اور پہلی تنگدستی زائل ہوگئی
الاطعمۃ اللذیذۃ	ہے اور لوگ عمدہ غذا اون کے خوگر ہو چلے ہین

مکان | غربت و افلاس کی وجہ سے صحابہ کرام کے مکانات نہایت مختصر پست اور کم حیثیت ہوتے تھے، ان مین جائے ضرورتک کا وجود نہ تھا[1] دروازون پر پردے نہ تھے[2] راتون کو گھرون مین چراغ تک نہین جلائے جاتے تھے[3] بعد مین اگرچہ اس قدر ترقی ہوئی کہ دروازون پر پردے لٹکائے گئے[4] لیکن حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک عام طور پر عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، حضرت عمرؓ نے بھی اگرچہ عرب کی اس سادگی کو اس شدت کے ساتھ قائم رکھنا چاہا کہ جب بصرہ کو آباد کرایا تو عام حکم دیا :۔

لا یزیدن احدکم علی ثلثۃ	کوئی شخص تین کمرے سے زیادہ نہ بنائے اور
ابیات ولا تطاولوا فی البنیان	مکان کو بلند نہ بناؤ اور سنت پر قائم رہو تو
والزموا السنۃ تلزمکم الدولۃ[5]	تمھاری سلطنت بھی قائم رہیگی،

تاہم لوگون نے ان کے زمانے مین بلند مکانات بنانے شروع کیے اور یہ پہلا دن تھا کہ عرب مین بلند عمارتون کے کنگرے نظر آئے، چنانچہ سنن دارمی مین ہے :۔

تطاول الناس فی البناء	لوگون نے حضرت عمرؓ کے زمانے مین بلند
فی زمن عمرؓ[6]	عمارتین بنائین،

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی قصۃ الافک [2] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث؛ [3] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التطوع خلف المراۃ [4] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث [5] طبری صفحہ ۲۴۰۸ [6] سنن دارمی باب فی ذہاب العلم صفحہ ۴۴،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین تمدن نے اور ترقی کی، اس لیے صحابۂ کرام نے عظیم الشان مکانات بنوائے، حضرت زبیرؓ نے بصرہ، مصر، کوفہ اور اسکندریہ مین عمدہ مکانات تعمیر کرائے، حضرت طلحہؓ نے مدینہ مین اینٹ اور چونہ سے پختہ مکان بنوایا اور اس مین ساکھو کی لکڑیان لگوائین، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مقام عقیق مین ایک نہایت بلند، وسیع اور پُر فضا مکان تعمیر کرایا اور اس کے اوپر کنگرے بنوائے، حضرت مقدادؓ نے مدینہ مین ایک مکان بنوایا جس کی دیوارین بالکل پختہ تھین[1]۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اور بھی ترقی ہوئی، انھون نے ایک عظیم الشان محل بنوایا، جس کا نام قصر بنی حدیلہ تھا، اور جو قلعہ کا بھی کام دے سکتا تھا[2]،

سامان آرایش

صحابیات نہایت معمولی لباس اور سادہ زیورات استعمال کرتی تھین، احادیث کی کتابون کے تتبع و استقراء سے صرف بازوبند، کڑے، بالی، ہار، انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے، لونگ کا ہار بھی پہنتی تھین، جس کو عربی مین سخاب کہتے ہین، حضرت عائشہؓ کا جو ہار ایک سفر مین گم ہو گیا تھا وہ مہرۂ یمانی کا تھا[3]،

صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھین، زچہ خانہ سے نکلتی تھین تو منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہے) کا غازہ ملتی تھین کہ چہرے کے داغ مٹ جائین[4]، خوشبو مین مسک (ایک قسم کی خوشبو ہے جو ماتھے پر لگائی جاتی ہے[5]) پیشانی پر لگاتی تھین،

زہد و تقشف

فتوحات کی وسعت اور مال و دولت کی کثرت نے اگرچہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، صحابۂ کرام کی قدیم طرز معاشرت مین بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا تھا، تاہم اکثر صحابہؓ نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ امارت پسندی

۱؎ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۵ ۲؎ بخاری کتاب الوصایا باب من تصدق الی وکیلہ مع فتح الباری ۳؎ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب التیمم ۴؎ ایضاً باب ما جاء فی وقت النفساء ۵؎ ایضاً کتاب المناسک باب ما یلبس المحرم،

سے اس قدر احتراز کرتے تھے ایک بار انھوں نے کسی سے پانی مانگا، اور وہ شیشے کے کے پیالے مین لایا تو پینے سے انکار کر دیا، پھر لکڑی کے پیالے مین لایا تو پیا، اس کے بعد وضو کے لیے پانی طلب کیا، وہ طشت مین لایا تو وضو کرنے سے انکار کر دیا، دوبارہ شکیزے مین لایا تو وضو کیا، وہ زہد و قناعت کی وجہ سے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھاتے تھے، ایک بار ان کو کسی نے جوارش دی اور کہا کہ "یہ کھانا ہضم کرتی ہے"، بولے "مین تو مہینوں پیٹ بھر کھانا نہین کھاتا، مجھے اس کی کیا ضرورت ہے" حمام بھی اس لیے نہین جاتے تھے کہ وہ عیش پسندی کی ایک صورت ہے[1]،

ایک بار حضرت ابو جحیفہؓ عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہ صلعم کے سامنے ڈکار لی، آپ نے فرمایا :-

اکثرھم شبعا فی الدنیا اکثرھم جوعا یوم القیامۃ۔	جن لوگون کا پیٹ دنیا مین جس قدر زیادہ بھرے گا، اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہین گے،

اس کے بعد انھون نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا، رات کو کھاتے تھے تو دن کو بھوکے رہتے تھے، اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے[2]،

زہد و تقشف کی وجہ سے بعض صحابہ گھر تک بنانا پسند نہین کرتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے لیے گھر نہین بنایا تھا، بلکہ دیوارون اور درختون کے سایے مین پڑے رہتے تھے، ایک بار ایک شخص نے گھر بنانے پر اصرار کیا تو پہلے راضی نہین ہوئے، راضی بھی ہوئے تو ایسے تنگ اور پست، گھر پر کہ جب کھڑے ہون تو چھت سے سر

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو جحیفہؓ،

لگ جائے، اور پاؤں پھیلائیں، تو انگلیاں دیوار تک پہنچ جائیں[1]، گھر میں سامان نہایت مختصر رکھتے تھے یعنی صرف ایک پیالہ اور ایک لوٹا لیکن اس کو بھی وہ زہد و تقشف کے خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار بیمار ہوئے تو ان چیزوں کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سبھوں کو وصیت فرمائی تھی کہ دنیا سے صرف اس قدر لینا جتنا ایک مسافر زادِ راہ کیلیے لیتا ہے، حالانکہ ہمارے پاس یہ سامان ہیں[2]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کے کل سامان کی قیمت سو درہم سے بھی کم تھی[3] حضرت ابوذرؓ کے گھر کا سامان دو درہم سے زیادہ قیمت کا نہ تھا[4]، ایک روز کچھ لوگ حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ ہولیے اندر جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھر نہایت بوسیدہ ہے، اور خود ان کا اوڑھنا بچھونا پھٹا پڑا ہے[5]۔

صحابۂ کرام باوجود استطاعت کے وضع و لباس نہایت زاہدانہ رکھتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، بولیں "ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنا کپڑا سی لوں"، اس نے کہا "اگر میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں تو لوگ آپ کو بخیل سمجھیں گے"، بولیں "جو لوگ پرانا دھرانا نہیں پہنتے، ان کو نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا"[6]، ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ام الدرداءؓ کی ملاقات کو آئے، بدن پر صرف ایک کمل اور اونچا پائجامہ تھا، لوگوں نے کہا "آپ نے صورت کیوں بگاڑ رکھی ہے"، بولے "نیکی صرف آخرت کی نیکی ہے"[7]، ان کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا ایک حصہ بچھاتے تھے اور ایک حصہ پہنتے تھے[8]، ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک چادر

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوذر غفاریؓ [5] ابوداؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، [6] ادب مفرد باب الرفق فی المعیشۃ [7] ادب المفرد باب الزیادۃ، [8] اصابہ تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ

اڑھادی، سوکر اُٹھے، اور اس کے ریشمی بیل بوٹے دیکھے تو کہا کہ "اگر یہ نہ ہوتے تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا[1]"۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ اگرچہ مصر کے گورنر تھے، لیکن پریشان مو اور برہنہ پا رہتے تھے، ایک دن کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ پریشان مو کیوں ہیں؟ بولے "ہم کو رسول اللہ صلعم نے زیادہ ناز و نعم ... کی زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے" پاؤں پر نگاہ پڑی تو بولا "آپ برہنہ پا کیوں ہیں؟" بولے "آپ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ کبھی کبھی برہنہ پا رہیں[2]"۔

مال و دولت دنیا کی سب سے زیادہ دلفریب چیز ہے، اخیر میں صحابۂ کرام کے آگے اگرچہ دنیا نے اپنا خزانہ اگل دیا، لیکن انھوں نے اس آبِ رواں سے اپنا دامن تر نہیں کیا، حضرت سعید بنؓ عامر حمص کے گورنر تھے، لیکن جو کچھ وظیفہ ملتا تھا، سب صرف کر دیتے تھے، اور خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے/ ایک بار حضرت عمرؓ حمص میں آئے، اور حکم دیا کہ یہاں کے محتاجوں کا نام لکھا جائے، فہرست پیش ہوئی تو اس میں حضرت سعید بن عامرؓ کا نام بھی تھا نام دیکھ کر تعجب سے پوچھا "کون سعید بن عامرؓ"؟ لوگوں نے کہا کہ "ہمارے گورنر" بولے "تمھارا گورنر کیونکر محتاج ہو سکتا ہے۔ ان کا وظیفہ کیا ہوتا ہے"؟ لوگوں نے کہا "سب صرف کر دیتے ہیں" حضرت عمرؓ نے ان کی یہ حالت سُنی تو رو پڑے، اور ان کے پاس ہزار اشرفیوں کا توڑا بھجوایا، انھوں نے اشرفیاں دیکھیں تو انا للہ پڑھنے لگے، بی بی نے سنا تو کہا "کیا امیرالمومنین کی شہادت ہوئی؟ کیا قیامت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی"؟ بولے "اس سے بھی بڑھکر واقعہ پیش آیا، میرے پاس دنیا آئی، میرے پاس فتنہ آیا"، بی بی نے کہا "تو اس کو صرف میں لائیے"، انھوں نے اشرفیوں کو اُٹھا کر ایک توڑے میں

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الترجل۔

رکھ دیا، اور صبح کو ایک فوج کو دے ڈالا، بی بی نے کہا "کچھ تو اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیتے"، بولے "میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ اگر جنت کی ایک حور بھی دنیا میں آجائے تو زمین مشک کی خوشبو سے معطر ہو جائے، اور ان میں اس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا"[1]

جو صحابہ مال و دولت جمع کر لیتے تھے، ان کو بھی اس پر افسوس ہوتا تھا، حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ مبتلائے طاعون ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ عیادت کو آئے، وہ ان کو دیکھ کر رونے لگے، بولے "کیا مرض کی تکلیف ہے، یا دنیا کے چھوڑنے کا قلق ہے"، فرمایا "کچھ نہیں مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک وصیت فرمائی تھی، کاش میں اس پر عمل کرتا، آپ نے فرمایا تھا کہ شاید تم کو اس قدر مال ہاتھ آئے جو ایک قوم پر تقسیم کیا جائے، لیکن تم اس میں سے صرف ایک خادم اور ایک سواری پر قناعت کرنا، مجھے وہ مال ملا اور میں نے اس کو جمع کیا"[2]

بعض صحابہ امراء و عمال کے تعلقات کو زہد و تقشف کے خلاف سمجھتے تھے اور ان سے نہایت بے نیازی کے ساتھ ملتے تھے، ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے بھائی بھائی کہہ کر لپٹ گئے، وہ جس قدر لپٹتے تھے، حضرت ابو ذرؓ ان کو اپنے پاس سے ہٹاتے تھے، اور کہتے تھے کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں، بھائی اس وقت تھا، جب تم عامل نہیں ہوئے تھے"[3]

حضرت نبیط بن شریطؓ ایک صحابی تھے، ایک بار ان سے ان کے بیٹے نے کہا

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن عامرؓ، اسد الغابہ میں ان کے زہد کے اور بھی بعض واقعات لکھ کر لکھا ہے کہ "لہ اخبار عجیبۃ فی زہدہ لانطول بذکرہا"، [2] نسائی کتاب الزینۃ باب اتخاذ الخاتم والمرکب، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو ذرؓ،

اگر آپ بادشاہ وقت کے پاس جاتے تو آپ کو بھی فائدہ پہنچتا، اور آپ کی بدولت آپ کی قوم بھی فائدہ اٹھاتی"، بولے "لیکن مجھے خوف ہے کہ کہین ان کی صحبت مجھے دوزخ مین نہ ڈھکیل دے[۱]"

اپنا کام خود کرنا صحابہ کرام اپنا کام کاج خود کرتے تھے، اور اس کو کوئی عیب نہین سمجھتے تھے، حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہین :-

کنا مع رسول اللہ صلعم خدام	ہم سب رسول اللہ کے ساتھ خود اپنے خادم تھے
انفسنا نتناوب الرعایۃ رعایۃ ابلنا[۲]	اور باری باری اپنے اونٹ چراتے تھے۔

حضرت عمرؓ خود اپنے اونٹون کی جوئین نکالتے تھے[۳]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی اونٹنیون کو چارہ کھلاتے تھے، اور آٹا گھول کر پلاتے تھے[۴]،

ایک بار حضرت عثمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدعو کئے گئے، ان کے پاس آدمی آیا تو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے اونٹون کے لیے پتیان جھاڑ رہے ہین[۵]"،

ایک بار ایک شخص حضرت ابوذر غفاریؓ کے مکان پر آئے اور ان کی بی بی سے پوچھا "وہ کہان ہین" بولین کام دھندے پر گئے ہین" تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ اونٹ پر مشک لادے ہوے آرہے ہین[۶]، ایک بار وہ مشک لیے آرہے تھے، ایک شخص نے پوچھا آپ کے کوئی اولاد نہین ہے؟ بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہر کہ جس

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت نبیط بن شریطؓ [۲] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب ما یقول الرجل اذا توضأ [۳] موطائے امام مالک کتاب الحج باب ما یجوز للمحرم ان یفعلہ، [۴] ایضاً کتاب الحج باب القرآن فی الحج [۵] ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم، [۶] ادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاما فقام یصلی،

مسلمان کے تین لڑکے مرجاتے ہین، خدا اس کو جنت دیتا ہے"[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم فقر و فاقہ مین مبتلا ہوگئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو ایک یہودی کے باغ مین آئے، اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے، اور ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا، یہودی نے سترہ کھجورین دین، ان کو لیکر خدمت مبارک مین حاضر ہوئے، اور ایک صحابی اسی طرح تقریباً دو صاع کھجور کما کر لائے، اور آپ کی خدمت مین پیش کیا،[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر مین ہوتے تھے تو جو کام خود کر سکتے تھے، اس کو کسی دوسرے سے متعلق نہین کرتے تھے،[3]

حرمتِ خمر کے بعد بعض صحابہ نے جو سرد ملک کے رہنے والے تھے، آپ کی خدمت مین عرض کی کہ "یا رسول اللہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہین اور سخت مشقت طلب کام کرتے ہین اس لیے گیہون کی شراب استعمال کرتے ہین؟" آپ نے فرمایا "کیا وہ نشہ آور بھی ہے؟" بولے "ہان" فرمایا "اس کو چھوڑ دو"[4]

غسل جمعہ کے وجوب کا سبب صرف یہ ہے کہ

کان الناس مجهودین یلبسون الصوف	صحابۂ کرام سخت تنگدست تھے، کمل کے
ویعملون علی ظهورهم وکان مسجدهم	کپڑے پہنتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے
ضیقا مقارب السقف انما هو عریش	تھے، ان کی مسجد نہایت تنگ تھی چھت
فخرج رسول الله صلعم فی یوم حار	پست تھی، یعنی اوپر صرف چھپر تھا، ایک روز
وعرق الناس فی ذلك الصوف حتی	آنحضرت صلعم نماز جمعہ کے لیے برآمد ہوئے،

[1] ادب المفرد باب فضل من مات لہ الولد [2] سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب الرجل یستقی کل دلو بتمرۃ یشترط جلدۃ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن عمرؓ [4] ابوداؤد کتاب الاشربہ باب النہی عن المسکر

تادت منهم رياح اذى ذلك	دن نہایت گرم تھا لوگوں کو کمل کے
بعضهم بعضا فلما وجد رسول الله	کپڑوں میں پسینہ آیا، اور اسقدر بو پھیلی
صلعم تلك الريح قال ايها الناس اذا	کہ سب کو تکلیف ہوئی، آپ کو بدبو کا
كان هذا اليوم فاغتسلوا	احساس ہوا تو فرمایا کہ جب یہ دن آئے
وليمس احدكم افضل مايجد من	تو غسل کر لیا کرو، اور جہاں تک ممکن ہو
دهنه وطيبه[۱]	عمدہ تیل اور عمدہ خوشبو لگاؤ،

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں، حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں، لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چکٹ ہو گئے تھے،[۲]

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا حضرت اسماءؓ خود اس گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے گھوڑے کی سائیسی کے لیے ایک غلام بھیجا تو انھوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا حضرت اسماءؓ وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر ان کی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں۔ گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں، آٹا گوندھتیں[۳]،

۱؎ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعہ ۲؎ ایضاً کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی ۳؎ مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ اذا عیت فی الطریق،

ازواج مطہرات گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، جَو پیسے، اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے مین دیر ہوگئی تو سوگئیں، آپ آئے تو جگایا[۱]۔

ذرائع معاش | مورخین یورپ کا خیال ہے کہ اسلام کے بعد صحابۂ کرام کی معاش کا تمام تر دارومدار صرف مالِ غنیمت پر رہ گیا تھا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تاریخی غلطی ہے، مہاجرین و انصار اسلام کے نظام ترکیبی کے اصلی عنصر تھے، اور ان دونون نے ابتدا ہی سے الگ الگ ذریعۂ معاش اختیار کرلیا تھا، مہاجرین تجارت اور انصار کھیتی باڑی کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ پر کثرتِ روایت کا الزام لگایا گیا، تو انھون نے اس کی یہی وجہ بتائی :-

ان اخوتی من المهاجرین کان یشغلهم الصفق بالاسواق وکنت الزم رسول اللہ صلعم علیٰ ملاء بطنی فاشهد اذا غابوا واحفظ اذا نسوا وکان یشغل اخوتی من الانصار عمل اموالهم وکنت امرءً مسکینا من مساکین الصفة اعی حین ینسون (بخاری کتاب البیوع)	میرے بھائی مہاجرین تجارتی کاروبار مین مصروف رہتے تھے، اور مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ہر وقت موجود رہتا تھا، اس لیے جب وہ غائب ہوتے تھے تو مین حاضر ہوتا تھا، جب وہ بھول جاتے تھے تو مین یاد کرتا تھا اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی کے کام مین مشغول رہتے تھے اور مین مساکین صفہ مین سے ایک مسکین تھا، اس لیے جب وہ لوگ بھول جاتے تھے تو مین آپ کے اقوال کو یاد کرلیتا تھا۔

---

[۱] ادب المفرد باب لا یؤذی جارہٗ

ایک بار حضرت ابو موسیٰ خدریؓ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلعم کے ارشاد کا حوالہ دیا، اور حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کرنا چاہی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی تصدیق کی، تو حضرت عمرؓ نے خود معذرت کی،

اخفی علی ھذا من امر رسول اللہ صلعم الھانی الصفق بالاسواق ۱؎	مجھ پر رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد اس لیے مخفی رہا کہ تجارتی کاروبار نے مجھ کو مشغول کر لیا تھا،

حضرت ابو بکرؓ نے جب بیت المال سے وظیفہ لینا چاہا تو اس کی وجہ یہ بیان کی:

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیأکل آل ابی بکر من ھذا المال ۲؎	میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کی معاش کے لیے کافی تھا، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے میرے اہل و عیال بیت المال سے وجہ معاش لیں گے،

حضرت عثمانؓ حضرت ربیعہ بن حارث کی شرکت میں تجارت کرتے تھے ۳؎

حضرت عبد الرحمن بن عوف ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سعدؓ ابن الربیع کے ساتھ ان کی مواخات کرا دی، اس بنا پر حضرت سعدؓ نے اپنے مال میں سے اُن کو نصف دینا چاہا، لیکن اُنھوں نے کہا "یہ مال تم کو مبارک مجھے کوئی تجارتی بازار بتا دو" انھوں نے سوق قینقاع کا راستہ بتا دیا، وہاں جا کر انھوں نے پنیر اور گھی کی تجارت شروع کر دی اور چند ہی دنوں میں اس قدر فائدہ ہوا کہ شادی کرنے کے قابل ہو گئے، ۴؎

اسلام سے پہلے عرب میں جو بازار قائم تھے، مثلاً عکاظ، ذو مجنہ، ذو المجاز، حباشہ

۱؎ بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارۃ ۲؎ ایضاً باب کسب الرجل و عملہ بیدہ ۳؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت ربیعہ بن حارث ۴؎ بخاری کتاب البیوع باب قول اللہ تبارک تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ

اسلام کے بعد بھی اُنکی رونق تقریبًا ایک صدی تک قائم رہی[۱]، لیکن یہ بازار چونکہ عمومًا زمانۂ حج مین لگتے تھے، اس لیے اوّل اول صحابۂ کرام نے ان مین تجارت کرنا حرمت حج کے خلاف سمجھا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندون کو اپنے فضل و برکت سے کیونکر محروم کرسکتا تھا، چنانچہ وحی آسمانی نے صحابۂ کرام کو ان بازارون مین تجارت کی عام اجازت عطا فرمائی۔

لیس علیکم جناحٌ ان تبتغوا فضلاً من ربکم[۲] — زمانۂ حج مین تجارت کرنا تمھارے لیے کوئی گناہ کا کام نہین

ان بازارون کے علاوہ خود عہد اسلام مین بعض نئے بازار قائم ہوئے، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے مدینۂ منورہ مین ایک جدید بازار قائم کیا، جس مین کوئی تجارتی محصول نہین لیا جاتا تھا[۳]،

حضرت صخرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور چونکہ رسول اللہ صلعم نے دعا فرمائی تھی،

اللھم بارک لامتی فی بکورھا، — خداوندا میری امت کو صبح کے تڑکے مین برکت دے،

اس لیے وہ ہمیشہ اپنے سامان تجارت کو صبح کے سویرے روانہ فرماتے تھے اور معقول نفع اٹھاتے تھے[۴]،

حضرت ابوبکرؓ اکثر اپنا مال تجارت لیکر بصرہ جایا کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی وفات سے ایک سال پیشتر مال تجارت لیکر بصرے کو گئے تھے[۵]،

حضرت عمرؓ نے ایران سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلعم

---

[۱] فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۴۰۳، ۴۰۴ مین ان بازارون کے تاریخی حالات بہ تفصیل مذکور ہین [۲] بخاری کتاب البیوع باب ماجاء فی قول اللہ تبارک و تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض الخ [۳] فتوح البلدان صفحہ ۲ [۴] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الابتکار فی السفر [۵] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح،

نے ان کو ان کو ایک ریشمی جبہ عنایت کیا، اور انھون نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ مین یہ نہین کہتا کہ اس کو پہنو، اس کو ارض فارس مین بھیجدو تمھین مالی فائدہ حاصل ہوگا،[1]

حضرت عطارد تیمی رضؓ ایک صحابی تھے جو عموماً سلاطین کے دربار مین (غالباً تجارتی تعلقات سے) حاضر ہوتے تھے اور فائدہ اُٹھاتے تھے، ایک بار وہ ایک ریشمی جوڑا لائے، اور حضرت عمر رضؓ نے اس کو بازار مین دیکھا تو فرمایا "یارسول اللہ آپ اس کو خرید لیجیے، اور جب وفود عرب آئین تو اسی کو پہن کر اُن کے سامنے بیٹھیے"[2]

غرض صحابۂ کرام کا تجارتی ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ وہ اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعۂ معاش پسند ہی نہین کر سکتے تھے، حکومت کی وظیفہ خواری ایک ایسا لقمۂ تر ہے جس کے تصور سے بھی ایشیائی مذاق کے منہ مین پانی بھر آتا ہے، لیکن صحابۂ کرام مین جو لوگ تجارت کی برکات سے واقف تھے، وہ عرب کو اس کا خوگر بنانا ناپسند نہین کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمر رضؓ نے بیت المال سے تمام مسلمانون کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو حضرت ابوسفیان بن حرب نے فرمایا :-

ادیوان مثل دیوان بنی الاصفر	کیا رومیون کے طرح ان کے نام بھی درج
انک فرضت للناس	رجسٹر ہون گے، اگر آپ نے لوگون کے
اتکلوا علی الدیوان وترکوا	وظائف مقرر کیے تو وہ اُس پر اعتماد کرلین گے
التجارۃ[3]	اور تجارت کو چھوڑ دین گے،

مہاجرین کا مخصوص پیشہ اگرچہ تجارت تھا، تاہم مدینہ مین آکر وہ بھی رفتہ رفتہ

---

[1] مسند جلد ۳ صفحہ ۳۳۴، لیکن اس حدیث سے قطعی طور پر یہ ثابت نہین ہوتا کہ ایران سے ان کے تجارتی تعلقات تھے کیونکہ دوسرے تاجرون کے ذریعہ سے بھی یہ مقصد حاصل ہوسکتا تھا [2] مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۳

کھیتی باڑی مین مصروف ہو گئے، چنانچہ جب اول اول مہاجرین مدینہ مین آئے تو انصار نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین درخواست کی کہ ہمارے نخلستان ہمارے بھائی مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجیے، لیکن آپ نے انکار فرمایا، پھر اُنھون نے کہا کہ وہ محنت مزدوری مین حصہ لین ہم اُن کو پیداوار مین شریک کر لین گے، تمام مہاجرین نے اس کو بخوشی منظور کر لیا[۱]۔ بعد مین انصار نے اپنے کھیت بٹائی پر دینا شروع کیے تو عموماً تمام مہاجرین نے زراعت کو اپنا پیشہ بنا لیا، صحیح بخاری مین ہے :-

مابالمدینۃ اھل بیت ھجرۃ الا	مدینہ مین مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو
یزرعون علی الثلث والربع	تہائی یا چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو،

حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ اسی طرح کھیتی کرتے تھے[۲]،

لیکن صحابہ کرام کی معاش صرف زراعت و تجارت ہی پر موقوف نہ تھی؛ اللہ تعالی نے ان کو کسب حلال کی توفیق عطا فرمائی تھی، اس لیے جس پیشے سے رزق طیب حاصل ہو سکتا تھا، اس کے اختیار کر لینے مین ان کو کسی قسم کا ننگ و عار نہ تھا، خود حضرت سودہؓ طائف کا ادیم بناتی تھین اور اس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی[۳]،

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ مدائن کے گورنر تھے، تاہم چٹائی بُن کر وجہ معاش پیدا کرتے تھے[۴]،

---

[۱] بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل [۲] صحیح بخاری ابواب الحرث و المزارعۃ بالشطر ونحوہ [۳] اسد الغابۃ تذکرہ خلیلہ [۴] استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ،

بعض صحابہ محنت مزدوری پر اپنی اوقات بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ سے مصافحہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ مین نشانات کیسے ہین، بولے "پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہون، اور اس سے اپنے اہل وعیال کے لیے روزی پیدا کرتا ہون" آپ نے اُن کے ہاتھ چوم لیئے،[1]

بعض صحابہ شہد کی مکھیون کی نگہداشت کرتے تھے، اور اُن سے شہد پیدا کرتے تھے، چنانچہ ایک صحابی نے ایک جنگل رسول اللہ صلعم سے اپنے لیے مخصوص کرالیا تھا اس سے شہد پیدا کرتے تھے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے، یہ جنگل حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک اُن کے قبضے مین رہا، ایک قبیلے کیلیے آپ نے اسی قسم کے دو جنگل مخصوص کردیئے تھے، اور وہ اس کی زکوٰۃ دیتے تھے،[2]

[1] اسد الغابہ تذکرۂ سعد الانصاری [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ العسل،

مصنف کی دو نئی کتابین

اقبال کامل

ڈاکٹر اقبال کے فلسفہ وشاعری پر اگرچہ بکثرت مضامین، رسالے اور کتابین لکھی گئین، لیکن ان سے انکی بلند پایہ شخصیت واضح اور مکمل طور پر نمایان نہ ہوسکی، یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے کیلیے لکھی گئی ہی، اسمین انکے مفصل سوانح حیات کے علاوہ اُن کے فلسفیانہ اور شاعرانہ کارنامون کے اہم پہلوؤن کی تفصیل کی گئی ہے، اور سوانح حیات کے بعد پہلے ان کی اردو شاعری پھر فارسی شاعری پر ان کے بہترین اشعار کے انتخاب کے ساتھ مفصل تبصرہ کیا گیا ہے، اور ان کے کلام کی تمام ادبی خوبیان دکھلائی گئی ہین، پھر ان کی شاعری کے اہم موضوعون یعنی فلسفۂ خودی، فلسفۂ بیخودی، نظریۂ قومیت، تعلیم، سیاست، صنف لطیف (یعنی عورت) فنون لطیفہ اور نظام اخلاق وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے،

قیمت : [illegible]

(مرتبہ عبدالسلام ندوی)

"منیجر"

امام رازی

امام فخرالدین رازی اپنی جامعیت اور کمال علم وفن کے لحاظ سے اسکے مستحق تھے کہ جسطرح امام غزالی کے حالات مین کتاب لکھی گئی ہی اسیطرح انکے حالات مین بھی ایک مستقل کتاب لکھی جائے، یون تو امام صاحب نے تقریباً تمام علوم وفنون کے متعلق کتابین لکھین، لیکن انکا اصلی سرمایۂ ناز صرف فلسفہ وعلم کلام تھا، اسلیے اس کتاب مین ان ہی دونون علوم کے متعلق انکے خیالات ونظریات سے بحث کیگئی ہی، انکی تصنیفات مین سب سے زیادہ جامع تفسیر کبیر ہی جسمین انھون نے عقائد وعلم کلام کے متعلق بہت سے ایسے مسائل جمع کردیے ہین جو علم کلام کی اور کتابون مین نہین پائے جاتے، جنپر تفصیل سے نظر ڈالی گئی ہی، اسلیے جو لوگ قرآن مجید پر خالص فلسفیانہ حیثیت سے غور وفکر کرنا چاہتے ہین ان کے لیے یہ کتاب شمع ہدایت کا کام دیسکتی ہی، اسمین شروع مین امام صاحب کے سوانح وحالات ہین، اسکے بعد انکی تصنیفات کی تفصیل کیساتھ فلسفہ وعلم کلام اور تفسیر کے اہم مسائل کے متعلق انکے نظریات وخیالات کی تشریح ہی، قیمت: [illegible]

"منیجر"

(طابع وناشر صدیق احمد)